کہیں بھی ہو' اللہ تعالیٰ تیرے لئے بھلائی کو آسان کردے- (ترمذی' یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب٤٦.

۷۱۷- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے سب سے بہتر زاد راہ اس کے لئے دعائے خیر ہے-

٩٧ ـ بَابُ الاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

۹۷- استخارہ اور باہم مشورہ کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ﴾ [آل عمران: ١٥٩]، وقال تعالى: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ﴾ [الشورى: ٣٨] أي: يَتَشَاوَرُونَ بَيْنَهُم فِيهِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اہم معاملے میں ان سے مشورہ کر-

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے (سورہ شوریٰ ۳۸) یعنی اس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں-

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے' اس میں آپ ؐ کو صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشاورت سے اپنے کام کرتے ہیں- ان دونوں آیتوں سے واضح ہے کہ ایک دوسرے سے مشورہ کرنا چاہیے-

٧١٨ ـ عن جابر رضي الله عنه قال: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاسْتِخَارَةَ فِي الأُمُورِ كُلِّهَا كَالسُّورَةِ مِنَ القُرْآنِ، يَقُولُ: «إذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالأمرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الفَرِيضَةِ، ثم ليقُلْ: اللَّهُمَّ! إنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وأَسْتَقدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيمِ؛ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنتَ عَلَّامُ الغُيُوبِ. اللَّهُمَّ! إنْ كُنتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأمرَ خَيْرٌ لي في دِيني وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي ـ أَوْ قالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِله ـ فاقْدُرْهُ لي وَيَسِّرْهُ لِي، ثمَّ بَارِكْ لي فِيهِ، وَإن كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأمرَ شرٌّ لي في دِيني وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أمرِي ـ أو قال: عَاجِلِ أَمري وَآجِلِهِ ـ فاصْرِفْهُ عَنِّي،

۷۱۸/ ۱ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن کی سورتوں کی طرح ہر معاملے میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے آپ ؐ فرماتے تھے- جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا پڑھے- اللھم انی استخیرک اے اللہ! بے شک میں تیرے علم کے ذریعے سے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری طاقت کے ذریعے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں' اس لئے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے' میں قدرت سے محروم ہوں' تو علم والا ہے' میں بے علم ہوں اور تو تمام غیبوں کو خوب جاننے والا ہے- اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں' میرے دین' گذران اور انجام کے اعتبار سے یا (آپ ؐ نے فرمایا) میرے کام کے دیر یا سویر ہونے کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کو

وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ» قال: «ويسمِّي حاجته». رواه البخاري.

میرے مقدر میں فرما دے اور اس کو میرے لئے آسان کردے۔ پھر میرے لئے اس میں برکت نازل فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں' میرے دین' گذران اور انجام کے اعتبار سے۔ یا فرمایا-- دیر سویر کے لحاظ سے میرے لئے برا ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر دے (دور کردے) اور میرے لئے بھلائی کو مقدر فرما دے وہ جہاں بھی ہے' پھر مجھ کو اس پر راضی بھی کردے۔ آپؐ نے فرمایا' اور اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنی مثنی، وکتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارة، وکتاب التوحید، باب قول الله تعالی ﴿قل هو القادر﴾.

۷۱۸- فوائد: استخارہ کے لغوی معنی ہیں' خیر طلب کرنا۔ یعنی اس دعا کے ذریعے سے انسان اللہ سے خیر طلب کرتا ہے۔ یہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے والے کو خواب کے ذریعے سے صحیح بات بتلا دی جاتی ہے یا اس کے دل میں خیر والے پہلو کی طرف رجحان پیدا کردیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ باتیں کسی حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کو خواب یا رجحان کے ذریعے سے بتلا دیا جاتا ہو' جن کے لئے اللہ کی مشیت ہو۔ لیکن یہ اصول یا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جو بھی استخارہ کرے گا' اسے ضرور غیبی اشارہ ہو جائے گا۔ اس لئے غیبی اشارے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ استخارے کے بعد' سوچ سمجھ کر ظاہری اسباب کے مطابق جو بات مناسب لگے' اسے اختیار کرلیا جائے۔ اگر اس کی دعائے استخارہ قبول ہوگئی ہوگی تو یقیناً اس میں اس کے لئے خیر ہی ہوگی۔ بصورت دیگر نقصان کے امکان کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ بہرحال ایک مسلمان کو دعا کرنے کا حکم اور اس کی تاکید ہے' اس میں تساہل اور تغافل یا اس سے اعراض جائز نہیں۔ دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت' یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ استخارہ بھی ایک دعا ہی ہے اور اس کی تاکید و اہمیت حدیث مذکورہ بالا سے واضح ہے' اس لئے ہر اہم کام میں استخارے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔

تاہم یہ استخارہ انہی امور کے لئے ضروری ہے جن کا تعلق مباحات سے ہے' جن میں انسان کو خیر اور شر کا علم نہیں ہوتا۔ باقی جو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات ہیں' ان کی ادائیگی تو ہر صورت میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو محرمات و مکروہات شرعیہ ہیں' ان سے اجتناب ضروری ہے۔ ان اوامر و منہیات میں استخارہ کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں استخارے کا مسنون طریقہ چھوڑ کر نجومیوں' دست شناسوں اور دیگر اسی قسم کے فراڈیوں کے پاس جاکر مستقبل میں پیش آنے والے حالات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا' جہالت و نادانی کے علاوہ

بہت بڑا گناہ ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ انسان کو صرف اللہ ہی سے خیر کا طالب ہونا چاہیے تمام قدرتوں کا مالک وہی ہے' ہر قسم کی قوت کا مالک وہی ہے' اسی سے قوت و طاقت کا سوال کرنا چاہیے اور اپنے تمام معاملات اسی کو سونپنے چاہئیں۔

دعائے استخارہ' کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے۔ صرف نماز کے مکروہ اوقات میں یہ جائز نہیں کیونکہ اس کے لئے پہلے دو رکعت پڑھنی ضروری ہیں۔ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا وقت رات کو سونے سے قبل ہے' یہ بات صحیح نہیں۔ دعائے استخارہ کا پڑھنا دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد بھی صحیح ہے اور نماز ہی میں تشہد و درود کے بعد سلام پھیرنے سے قبل یا سجدے کی حالت میں بھی جائز ہے۔ دعا یاد نہ ہو تو نماز پڑھنے کے بعد کتاب میں دیکھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

٩٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ إِلَى الْعِيدِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيقٍ وَالرُّجُوعِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ، لِتَكْثِيرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

٩٨۔ نماز عید' مریض کی عیادت' حج' جہاد اور جنازہ اور اسی قسم کے دیگر اچھے کاموں کے لئے آتے جاتے راستہ بدل لینا مستحب ہے' تاکہ عبادت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں۔

٧١٩ ـ عن جابرٍ رضيَ اللهُ عنه قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إذا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ. رواه البخاري. قوله: «خَالَفَ الطَّرِيقَ» يعني: ذَهَبَ في طَرِيقٍ، وَرَجَعَ في طَرِيقٍ آخَرَ.

۷۱۹/۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب عید کا دن ہوتا (اور عیدگاہ تشریف لے جاتے تو) آتے جاتے راستہ بدل لیتے۔ (بخاری)

خالف الطریق کے معنی ہیں' ایک راستے سے جاتے اور واپس کسی دوسرے راستے سے آتے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم عيد.

۷۱۹۔ فوائد: راستہ بدلنے کی بہت سی حکمتیں علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ امام نوویؒ نے باب میں اس کی حکمت مقامات عبادت کا زیادہ ہونا بتلایا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس لئے کہ دونوں راستے قیامت والے دن گواہی دیں گے کہ یا اللہ تیری تکبیر و تہلیل کرتا ہوا یہ بندہ ہمارے اوپر سے گزرا تھا کیونکہ نماز عید کے لئے حکم ہے کہ آتے جاتے راستوں میں بہ آواز بلند تکبیرات پڑھتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہو' یا مقصد ہے کہ ایک کی بجائے دو راستوں کے فقراء' لوگوں کے صدقہ و خیرات سے بہرہ مند ہوں۔ یا اس لئے کہ مسلمانوں کی قوت و اجتماعیت کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ ہو۔ وغیرہ۔ تاہم نماز عید میں راستہ بدلنا تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس کی اصل علت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم جو بھی علت نکالیں گے درست بھی ہو سکتی ہے غلط بھی' بنابریں اس پر کسی دینی حکم کی بنیاد سخت مجبوری کے علاوہ نہیں رکھی جاسکتی۔ اس لئے عبادت' جہاد جنازہ وغیرہ میں راستہ بدلنے کو مستحب قرار دینا جیسے عنوان باب میں امام نوویؒ نے کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایت یا عمل کے بغیر درست نہیں۔

٧٢٠ - وعن ابن عُمَرَ رضي الله عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ، وإذا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلى. متفقٌ عليه.

۲ / ۷۲۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شجرہ کے راستے سے باہر نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے اور جب مکے میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا (بلند گھاٹی) سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی کی طرف سے باہر نکلتے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب خروج النبي ﷺ علي طريق الشجرة - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى.

۷۲۰- فوائد: ثنیہ- دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں- مدینے سے مکے جاتے ہوئے آپ بلند گھاٹی والا راستہ اور آتے وقت نچلی گھاٹی والا راستہ اختیار فرماتے- اس طرح شجرہ ایک معروف جگہ ہے' نبی صلی اللہ ﷺ اس سے نکل کر ذوالحلیفہ تشریف لے جاتے' وہاں رات گزارتے اور جب لوٹتے تو معرس کے راستے سے مدینے میں داخل ہوتے- معرس مسجد ذوالحلیفہ کو کہتے ہیں جو مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ہے (نزھۃ المتقین) اس سے وہی مسئلہ ثابت ہوا کہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرلیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ ﷺ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا ہے-

٩٩ - بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الْيَمِينِ فِي كُلِّ مَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيمِ كَالْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ، وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ والسَّرَاوِيلِ وَدُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَالسِّوَاكِ، وَالاكْتِحَالِ، وَتَقْلِيمِ الأَظْفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ وَنَتْفِ الإِبْطِ وَحَلْقِ الرَّأْسِ، وَالسَّلامِ مِنَ الصَّلاَةِ وَالأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَالمُصَافَحَةِ وَاسْتِلاَمِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَالْخُرُوجِ مِنَ الْخَلاءِ، وَالْأَخْذِ وَالْعَطَاءِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِي مَعْنَاهُ. وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ الْيَسَارِ فِي ضِدِّ ذٰلِكَ، كَالامْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ، وَدُخُولِ الْخَلاءِ، وَالْخُرُوجِ مِنَ

۹۹- ہر باعزت کام میں دائیں ہاتھ پاؤں کو مقدم کرنا مستحب ہے

جیسے وضو' غسل' تیمم' کپڑے' جوتے' موزے اور شلوار پہننے' مسجد میں داخل ہونے' مسواک کرنے' سرمہ لگانے' ناخن کاٹنے' موچھیں کترنے' بغل کے بال اکھیڑنے' سر کے بال مونڈنے' نماز کا سلام پھیرنے' کھانے پینے' مصافحہ کرنے' حجر اسود کو چومنے' بیت الخلاء سے نکلنے' کوئی چیز لینے اور دینے اور ان کے علاوہ اس قسم کے دوسرے کاموں میں اور ان کے برعکس دوسرے کاموں میں بائیں ہاتھ پاؤں کو مقدم کرنا مستحب ہے- جیسے ناک صاف کرنا' بائیں طرف

الْمَسْجِدِ، وَخَلْعِ الْخُفِّ وَالنَّعْلِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالثَّوْبِ، وَالاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ

تھوکنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، موزے، جوتے، شلوار اور کپڑے اتارنا، استنجا کرنا، گندے افعال اور اس طرح کے کام کرنا۔

قال الله تعالى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَيَقُولُ هَآؤُمُ ٱقْرَءُوا۟ كِتَٰبِيَهْ﴾ الآيات [الحاقة: ١٩]، وقال تعالى: ﴿فَأَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَأَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ﴾ [الواقعة: ٨، ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس جس شخص کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا، لو یہ میرا نامہ اعمال پڑھو۔

اور فرمایا: پس دائیں ہاتھ والے (سبحان اللہ) دائیں ہاتھ والے کیا (ہی چین میں) ہیں اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (گرفتار عذاب) ہیں۔

فوائد آیات: اہل ایمان جو قیامت والے دن اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہوں گے، ان کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے جو ان کی سعادت اور خوش بختی کی علامت ہوگی۔ اسی لئے ان کو قرآن کریم میں اصحاب الیمین کہا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں اصحاب الیمین اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ عرش کے دائیں جانب ہوں گے۔ بہرحال ان آیات سے امام نووی" نے اچھے کاموں میں دائیں اعضاء کو مقدم کرنے اور ناپسندیدہ کاموں میں بائیں ہاتھ پیروں کے استعمال کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بابت واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

٧٢١ ـ عن عائشةَ رضيَ الله عنها قالَتْ: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ في شَأْنِهِ كُلِّه: في طُهُورِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وتَنَعُّلِهِ. متفقٌ عليه.

۱/۷۲۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں (جیسے) وضو کرنے، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، وكتاب اللباس وغيرهما من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره.

٧٢٢ ـ وعنها قالتْ: كانتْ يَدُ رَسولِ اللهِ ﷺ اليُمنى لِطَهُورِهِ وطَعَامِهِ، وَكَانَتِ اليُسْرَى لِخَلائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى. حديث صحيح، رواه أبو داود وغيره بإسنادٍ صحيحٍ.

۲/۷۲۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ تو آپؐ کے وضوء اور کھانے کے لئے اور آپؐ کا بایاں ہاتھ استنجاء اور دوسرے گندے کاموں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

(ابو داوٗد۔ یہ حدیث صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء.

۷۲۲۔ فوائد: لخلائہ کا مطلب ہے استنجا کرنا، ڈھیلے پکڑنا اور گندگی صاف کرنا۔ اذی، ایسے کام جن میں گندگی

اور کراہت ہو جیسے تھوک' ناک صاف کرنا وغیرہ- دونوں حدیثوں میں نبی کریم ﷺ کے عمل کا بیان ہے جو تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ اور قابل اتباع ہے-

٧٢٣ ـ وعن أُم عَطِيَّةَ رضيَ الله عنها أنَّ النبيَّ ﷺ قالَ لَهُنَّ في غَسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رضي الله عنها: «ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الوُضُوءِ مِنْهَا» متفقٌ عليه.

۳ / ۷۲۳ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل وفات کے سلسلے میں فرمایا کہ اس کے اعضاء میں سے داہنے عضو سے اور اعضاء وضو سے ابتدا کرنا- (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، وكتاب الجنائز، باب يبدأ بميامن الميّت، ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في غسل الميّت.

۷۲۳- فوائد: (ا) اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح زندگی میں تیامن (دائیں طرف کو اختیار کرنا) پسندیدہ ہے اسی طرح وفات کے بعد میت کو غسل دینے میں بھی اسی اصول کو سامنے رکھا جائے گا- (۲) حضرت ام عطیہؓ غسل دینے والی عورتوں میں شامل تھیں' نبی کریم ﷺ نے ان سمیت تمام عورتوں کو مذکورہ ہدایت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو یا تو نہایت قریبی محرم (یعنی خاوند) غسل دے یا پھر عورتیں ہی مل کر غسل دیں-

٧٢٤ ـ وعن أبي هُريرةَ رضيَ الله عنه أن رسولَ الله ﷺ قال: «إذا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ باليُمْنى، وَإذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بالشِّمَالِ. لِتَكُنِ اليُمْنى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ» متفقٌ عليه.

۴ / ۷۲۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پیر سے پہل کرے اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے- جوتا پہنتے وقت دایاں پیر پہلے ہو اور جوتا اتارتے وقت اسے آخر میں ہونا چاہیے- (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ينزع نعله اليسرى ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب إذا انتعل فليبدأ باليمين، وإذا خلع فليبدأ بالشمال.

۷۲۴- فوائد: اس میں جوتے پہننے اور اتارنے کے آداب بیان کئے گئے ہیں' اتباع رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اس کا خیال رکھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے-

٧٢٥ ـ وعن حَفْصَةَ رضيَ الله عنها أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، كان يَجْعَلُ يَمِينَه لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ يَسَارَهُ لِمَا سِوَى ذلكَ. رواه أبو داود والترمذي وغيره.

۵ / ۷۲۵ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ' اپنے کھانے' پینے اور کپڑے پہننے کے لئے استعمال فرماتے تھے اور بایاں ہاتھ ان کے سوا دوسرے کاموں کے لئے (اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء.

٧٢٦ ـ وعن أبي هُريرةَ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذا لَبِسْتُمْ، وَإذا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَؤُوا بِأَيَامِنكُمْ» حديث صحيح، رواه أبو داود والترمذي بإسناد صحيح.

۶/ ۷۲۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم کپڑا پہنو اور وضو کرو تو دائیں اعضاء سے ابتدا کرو۔

(ابو داؤد' ترمذی' اس کی سند صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب الانتعال ـ وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء بأي رجل يبدأ إذا انتعل؟ ـ واللفظ لأبي داود.

٧٢٧ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أتى مِنًى، فَأتَى الجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى، وَنَحَرَ، ثُمَّ قال لِلحلاَّقِ: «خُذْ» وَأشَارَ إلى جَانِبه الأيْمَنِ، ثُمَّ الأيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ. متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: لمَّا رَمَى الجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ، نَاوَلَ الحَلاَّقَ شِقَّهُ الأيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثم دَعَا أبَا طَلْحَةَ الأنصَارِيَّ رضي الله عنه، فَأعْطَاهُ إيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الأيْسَرَ فقال: «احْلِقْ» فَحَلَقَهُ فَأعْطَاهُ أبَا طَلحَةَ فقال: «اقسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ».

۷/ ۷۲۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ پہنچے تو جمرے پر آئے اور اسے کنکریاں ماریں' پھر منیٰ سے اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور جانور قربان کیا' پھر سر مونڈنے والے سے فرمایا' پہلے اس حصے کے بال کاٹ اور (ہاتھ سے) اپنی دائیں جانب اشارہ فرمایا۔ پھر بائیں حصے کے۔ پھر آپؐ نے وہ بال (بطور تبرک) لوگوں کو دینے شروع کر دیئے۔

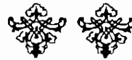
(بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے جب آپؐ نے جمرے کو کنکریاں مارلیں اور اپنی قربانی ذبح کرلی اور سر منڈوانے لگے تو آپؐ نے سر مونڈنے والے کی طرف اپنے (سر کا) دایاں حصہ کیا' اس نے اسے مونڈ دیا' پھر آپؐ نے حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کو بلا کر وہ بال انہیں دے دیئے۔ پھر آپؐ نے (مونڈنے والے کی طرف) اپنا بایاں حصہ کیا اور فرمایا اس کے بال مونڈ' پس اس نے وہ بھی مونڈ دیئے' آپؐ نے وہ بال بھی حضرت ابو طلحہؓ کو دے دیئے اور فرمایا' انہیں لوگوں میں بانٹ دو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم يحلق.

۷۲۷۔ فوائد: (۱) دس ذوالحجہ کو عرفات سے واپس آکر صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنی ہوتی ہیں۔ پھر قربانی اور پھر حلق' اور پھر خانہ کعبہ جاکر طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ یوم النحر کو یہ چار کام اسی ترتیب سے

کئے جائیں تاہم کسی وجہ سے تقدیم و تاخیر ہو جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس روز کنکریاں مارنے کے بعد محرم حلال ہو جاتا ہے لیکن یہ حلت صغریٰ ہے یعنی بیوی کے علاوہ دوسری چیزیں اس کے لئے حلال ہو جاتی ہیں' جیسے خوشبو وغیرہ لگانا اور طواف افاضہ کے بعد مکمل حلال ہو جاتا ہے (۲) دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ حلق یا تقصیر میں سر کے دائیں جانب سے اس کا آغاز کیا جائے (۳) اس میں بالوں کو بطور تبرک تقسیم کرنے کا بھی ذکر ہے جو نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اب بھی رسول اللہ ﷺ کے آثار باعث تبرک ہیں بشرطیکہ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ کے آثار ہوں۔



٢ ـ كِتَابُ أَدَبِ الطَّعَامِ

١٠٠ ـ بَابُ التَّسْمِيَةِ فِي أَوَّلِهِ وَالْحَمْدِ فِي آخِرِهِ

۱۰۰۔ کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا اور اس کے آخر میں الحمدللہ کہنا

٧٢٨ ـ عن عُمَرَ بنِ أبي سَلَمَةَ رضي الله عنهما قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «سَمِّ اللهَ وكُلْ بِيَمِينِكَ، وكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» متفقٌ عليه.

۱/ ۷۲۸ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا' اللہ کا نام لو (یعنی آغاز میں بسم اللہ پڑھو) اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية علي الطعام، والأكل باليمين، وباب الأكل مما يليه ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۲۸۔ فوائد: اس میں سب سے پہلا ادب یہ بتلایا گیا ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانے یا پینے کا آغاز کیا جائے۔ دوسرا ادب یہ کہ اپنی طرف سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ دوسروں کے سامنے سے چن چن کر مت کھاؤ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کسی بڑے برتن (طباق' سینی' یا تھالی وغیرہ) میں بیک وقت کئی افراد مل کر کھائیں اور کھانا بھی ایک ہی قسم کا ہو۔ اگر انواع و اقسام کی چیزیں ہوں (جیسے مختلف پھل) تو پھر دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی ہاتھ بڑھا کر چیز لینا جائز ہوگا۔ یہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے۔

٧٢٩ ـ وعن عَائشةَ رضيَ الله عنها قالَتْ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تعالَى، فإنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ تعالى في أَوَّلِهِ، فَلْيَقُلْ:

۲/ ۷۲۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اللہ کا نام یاد کرے (بسم اللہ پڑھے) اگر کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس

بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

طرح کہہ لے بسم اللہ اولہ وآخرہ (اول اور آخر دونوں حالتوں میں اللہ کے نام سے)

(ابوداؤد' ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام ـ وسنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام.

۷۲۹- فوائد: اس میں مزید آسانی عطا کردی گئی ہے کہ آغاز میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو درمیان میں یا آخر میں جب بھی یاد آجائے تو مذکورہ الفاظ میں اللہ کو یاد کرلیا جائے۔

٧٣٠ ـ وعن جابرٍ رضيَ الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «إذا دَخَلَ الرَّجُل بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللهَ تعالى عِنْد دُخُولِهِ وعِنْدَ طَعامِهِ، قال الشَّيْطانُ لأصْحَابِهِ: لا مَبِيت لَكُم ولا عَشاءَ، وإذا دخَل، فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعالى عِنْد دخُولِهِ، قال الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ المَبِيتَ؛ وإذا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالى عِنْدَ طَعَامِهِ قال: أَدْرَكْتُمُ المَبِيتَ وَالعَشَاءَ» رواه مسلم.

۳/۷۳۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے اور کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے (یہاں) تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا اور جب داخل ہوتا ہے لیکن داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا' تو شیطان کہتا ہے تمہیں (یہاں) رات گزارنے کا ٹھکانا مل گیا ہے اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں شب باشی کا ٹھکانا اور کھانا دونوں مل گئے ہیں۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۳۰- فوائد: معلوم ہوا کہ مذکورہ اوقات میں شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں سے بچنے کے لئے اللہ کا نام لینا ضروری ہے اور اللہ کا نام لینے سے مراد وہ مسنون دعائیں ہیں جو ایسے موقعوں کے لئے احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جیسے کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور گھر میں داخل ہوتے وقت اللھم انی اسئلک خیر المولج وخیر المخرج بسم اللہ ولجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا' پڑھنا۔

٧٣١ ـ وعن حُذَيْفَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: كنَّا إذا حَضَرْنَا مَعَ رَسولِ اللهِ ﷺ طَعَاماً، لَمْ نَضَعْ أيدِيَنَا حَتَّى يَبْدَأَ رسولُ اللهِ ﷺ فَيَضَعَ يَدَه. وَإنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَاماً، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كأنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا في الطَّعَامِ، فَأَخَذَ

۴/۷۳۱ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو ہم کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالتے جب تک رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر پہل نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم کھانے میں آپ کے ساتھ شریک تھے کہ اچانک ایک لڑکی آئی' گویا کہ اسے

رسولُ الله ﷺ بيدِها، ثمَّ جاءَ أعرابيٌّ كأنَّما يُدْفعُ، فأخذ بيدِه، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الشَّيطَانَ يَسْتحِلُّ الطَّعَامَ أنْ لا يُذْكرُ اسمُ اللهِ تعالى عليه، وَإنَّهُ جاءَ بهذهِ الجاريَةِ لِيَسْتَحِلَّ بها، فأخذتُ بيدِها، فَجاءَ بهذا الأعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بهِ، فأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذي نَفسي بِيَدِه! إنَّ يَدَه في يَدِي معَ يَدَيْهِمَا» ثمَّ ذَكَرَ اسمَ اللهِ تَعالى وأكلَ. رواه مسلم.

دھکیلا جارہا ہے (یعنی تیزی سے آئی) اور کھانے میں اپنا ہاتھ ڈالنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا (اور وہ بھی اتنی تیزی سے آیا) گویا کہ اسے دھکیلا جارہا ہے۔ پس آپ ؐ نے اس کا (بھی) ہاتھ پکڑلیا اور آپ ؐ نے فرمایا' جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے اور وہی شیطان اس لڑکی کو لایا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے وہ اس کو حلال کرلے تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر وہ اس دیہاتی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے سے کھانے کو حلال کرلے تو میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یقیناًاس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپ ؐ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحکامهما.

۷۳۱- فوائد: اس میں بھی اللہ کا نام نہ لئے جانے کی صورت میں شیطان اور اس کے چیلوں کی شرکت کا اثبات ہے۔ اس لئے کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ اس میں ہاتھ پکڑنے کا جو واقعہ مذکور ہے' یقیناً ایسا ہوا ہوگا' آپ ؐ نے اللہ کی طرف سے علم پاکر ان کے ہاتھ پکڑلئے اور ان کی شرکت سے کھانے کو محفوظ رکھا۔ ہمارے پاس نہ وہ ذریعہ علم ہے جو ایک پیغمبر کے پاس ہوتا ہے اور نہ وہ طاقت جو تائید الٰہی سے انہیں حاصل ہوتی ہے۔ بنابریں ہمارے لئے شیطان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر پہلے اللہ کا نام لیں۔ دوسرے' اس میں کھانے کا ایک ادب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کھانے کا آغاز وہ کرے جو بڑا اور معزز ہو۔ نہ یہ کہ بیک بارگی ڈھور ڈنگروں کی طرح کھانے پر پل پڑیں جیسا کہ آج کل دعوتوں میں یہ بے ہودگی عام ہے اور یہ اسلام کی تعلیمات سے انحراف کا نتیجہ ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان اب کھانا بھی انسانوں کی طرح نہیں کھا سکتے بلکہ اللہ نے ان کو ایسا ڈنگر بنادیا ہے جس کو کبھی کھانا دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو۔ ع

حذر اے چیرہ دستاں' سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

۷۳۲ - وعن أُمَيَّةَ بنِ مخشِيٍّ الصَّحابيِّ رضيَ اللهُ عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ جالساً، ورَجُلٌ يأكُلُ، فلَمْ يُسمِّ اللهَ حتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ لُقمَةٌ، فلَمَّا

۵/ ۷۳۲ حضرت امیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک آدمی بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھارہا تھا حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا اور اسے اس نے

رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ، قَالَ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: «مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ». رواه أبو داود، والنسائي.

اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو (یاد آنے پر) اس نے کہا' بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ تو نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا رہا' پس جب اس نے اللہ کا نام لیا تو اس نے اپنے پیٹ کا سارا کھانا قے کرکے باہر نکال دیا۔ (ابو داوٗد' نسائی)

تخريج: سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة، باب التسمية علي الطعام.

امام منذری نے اسے سنن الکبری للنسائی کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

٧٣٣ ـ وعن عائشةَ رضيَ الله عنها قالَتْ: كَانَ رسولُ الله ﷺ يَأْكُلُ طَعَاماً في سِتَّةٍ مِنْ أَصحَابِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ، فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ، فقال رسولُ الله ﷺ: «أما إنَّهُ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ»، رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

٦ / ٧٣٣ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سن لو' اگر یہ اللہ کا نام لے لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية علي الطعام.

٧٣٣۔ فوائد: اللہ کے نام سے کھانے میں برکت پڑتی ہے اور نام نہ لینے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

٧٣٤ ـ وعن أبي أُمامة رضيَ الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ كانَ إذا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قال: «الحَمْدُ للهِ كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيه، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا» رواه البخاري.

٧ / ٧٣٤ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے' تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں' ایسی تعریف جو بہت ہو' پاکیزہ ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو۔ نہ اس سے کفایت کی گئی ہے نہ یہ آخری کھانا ہے اور نہ اس سے بے نیازی ہوسکتی ہے۔' اے ہمارے رب! (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يقول إذا فرغ من طعامه.

٧٣٤۔ فوائد: غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنه' میں ضمیر کھانے کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے یعنی ہم نے کھانا تو کھالیا ہے لیکن یہ اتنا کافی نہیں ہے کہ اس کے بعد ہمیں اس کی مزید ضرورت نہ رہے بلکہ اے رب! ہمیں تیرے رزق کی ہروقت ضرورت ہے۔ ولا مودع' یہ وداع سے ہے یعنی یہ ہمارا آخری کھانا نہیں ہے اور نہ ہم اس سے کبھی بے نیاز ہوسکتے ہیں۔ بعض نے ضمیر کا مرجع اللہ کو اور بعض نے حمد کو بتلایا ہے۔ مائدہ کے معنی بقیہ کھانے یا مطلق کھانے یا کھانے کے برتن کے ہیں۔ اردو کے دسترخوان میں بھی یہ سارے مفہوم آجاتے ہیں۔ کھانے کے آخر میں اس دعائے ماثور کے ذریعے سے اللہ کی حمد کرنی مسنون و مستحب ہے۔

٧٣٥ ـ وعن مُعَاذِ بن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه قالَ: قَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ طَعَاماً فقال: الحَمْدُ للهِ الَّذي أَطْعَمَني هذا، وَرَزَقَنيهِ مِنْ غيرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۸ / ۷۳۵ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص نے کھانا کھایا' پھر یہ دعا پڑھی' تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ رزق مجھے دیا' بغیر میری طاقت یا تدبیر اور قوت کے۔ تو اس کے اگلے گناہ (صغیرہ) معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد ترمذی۔ یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، أوائل كتاب اللباس ـ وسنن ترمذي، أبواب الدعوات.

۷۳۵۔ فوائد: اس میں کھانے کے آخر میں اللہ کی حمد بیان کرنے کا نتیجہ اور ثواب بتلایا گیا ہے کہ اس کے پچھلے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

١٠١ ـ بَابُ لاَ يَعِيبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابُ مَدْحِهِ

۱۰۱۔ کھانے کے عیب نہ نکالنے اور کھانے کی تعریف کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

٧٣٦ ـ عن أبي هُريرة رضيَ اللهُ عنهُ قالَ: مَا عَابَ رسُولُ اللهِ ﷺ طَعَاماً قَطُّ، إن اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. متفقٌ عليه.

۱ / ۷۳۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا' اگر وہ کھانا پسند ہوتا تو کھالیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب لا يعيب الطعام.

۷۳۶۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ہے جس میں ہم سب مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ ہم مسلمانوں کا طرز عمل اس اسوہ حسنہ کے برعکس ہے۔ ہم کھانوں کے ذائقے میں ذرا سی کمی بیشی پر آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں اور ایک طوفان برپا کردیتے ہیں۔ کاش ہم اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کو اپنا سکیں۔

٧٣٧ ـ وعن جابرٍ رضيَ الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ سَأَلَ أَهلَهُ الأُدُمَ فقالُوا: ما عِنْدَنَا إلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ ويقول: «نِعْمَ الأُدُمُ الخَلُّ، نِعْمَ الأُدُمُ الخَلُّ» رواه مسلم.

۲ / ۷۳۷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا' تو انہوں نے کہا' ہمارے پاس سرکے کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو آپؐ نے وہی منگوایا اور (اس کے ساتھ) کھانا شروع کردیا اور فرمانے لگے کہ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة الخل والتأدم به.

۷۳۷۔ **فوائد**: اس میں بھی نبی ﷺ کی اس سادگی اور تواضع کا بیان ہے جو کھانے پینے کے معاملے میں آپ نے ہمیشہ اختیار کئے رکھی۔ جس طرح رہن سہن اور پوشاک میں آپ نے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے گریز کیا' اسی طرح خوراک میں بھی تکلّفات سے اجتناب برتا بلکہ پرتکلف کھانے تو کجا' جو بھی سامنے یا میسر آجاتا اس سے گزارہ کرلیتے۔ ادم' ادام کی جمع ہے' اس کے معنی سالن کے ہیں یعنی جس کے ساتھ بھی روٹی کھائی جاسکے وہ ادام (سالن) ہے۔

۱۰۲ ۔ بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَائِمٌ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ

۱۰۲۔ روزے دار کے سامنے جب کھانا آئے مگر وہ روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے؟

۷۳۸ ۔ عن أبي هُريرة رضيَ اللهُ عنه قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا دُعِيَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجِبْ؛ فَإِنْ كَانَ صَائماً فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَطْعَمْ» رواه مسلم. قال العُلَمَاءُ: مَعْنى «فَلْيُصَلِّ»: فَلْيَدْعُ، ومعنى «فَلْيَطْعَمْ»: فَلْيَأْكُلْ.

۱/۷۳۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ قبول کرے۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو (دعوت کرنے والے کے حق میں) دعا کردے اور اگر روزے سے نہ ہو (یا نفلی روزہ ہو اور اسے توڑلے) تو دعوت کھالے۔ (مسلم)

علماء نے کہا ہے فلیصل کے معنی ہیں کہ وہ دعا کردے اور فلیطعم کے معنی ہیں' کھالے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة.

۷۳۸۔ **فوائد**: نفلی روزہ شرعاً توڑنے کی اجازت ہے اس کی کوئی قضا نہیں ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔اس لئے دعوت ملنے پر روزہ توڑ کر بھی دعوت کھالینا جائز ہے' تاہم اگر کوئی روزہ توڑنا پسند نہ کرے تو دعوت دینے والے کے حق میں خیر و برکت کی دعا کردے۔ تاہم ایسی دعوتیں قبول کرنے سے انکار کردیا جائے جن میں اسراف' بے ہودہ غیر شرعی رسموں اور اللہ کی نافرمانیوں کا علانیہ ارتکاب کیا جاتا ہے۔ جیسے شادی بیاہ' منگنی' ولیمے اور سالگرہ کی تقریبات وغیرہ ہیں۔ ان کا بائیکاٹ نہایت ضروری ہے' ورنہ شریک ہونے والا بھی گناہگار ہوگا۔

۱۰۳ ۔ بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ فَتَبِعَهُ غَيْرُهُ

۱۰۳۔ کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی لگ جائے تو وہ اس کو کیا کہے؟

۷۳۹ ۔ عن أبي مسعودٍ البَدْرِيِّ رضيَ الله عنه قال: دَعَا رَجُلٌ النَّبيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ

۱/۷۳۹ حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا' آپ پانچویں

رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ البابَ، قال النبيُّ ﷺ: «إنَّ هذا تَبِعَنا؛ فَإنْ شِئْتَ أنْ تَأْذَنَ لهُ، وَإنْ شِئْتَ رَجَعَ» قال: بل آذَنُ لهُ يا رسولَ اللهِ! متفق عليه.

تھے (یعنی مدعوین میں آپ کے علاوہ چار آدمی اور تھے) پس ان کے ساتھ ایک (چھٹا) آدمی اور شامل ہو گیا۔ جب آپ (داعی کے) دروازے پر پہنچے تو اس سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ آگیا ہے اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور اگر چاہو تو واپس چلا جائے' اس نے کہا (نہیں) یارسول اللہ! بلکہ میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب الرجل يتكلف الطعام لإخوانه، وكتاب البيوع وكتاب المظالم ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب ما يفعل الضيف إذا تبعه غير من دعاه صاحب الطعام.

۷۳۹۔ فوائد: بغیر دعوت کے اس طرح طفیلی بن کر دعوت میں شریک ہونا غیر اخلاقی حرکت ہے تاہم صاحب دعوت سے اجازت لے لی جائے تو اس کی گنجائش ہے' چنانچہ نبی ﷺ نے اسی لئے اجازت طلب فرمائی۔

١٠٤ ـ بَابُ الأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ وَوَعْظِهِ وَتَأْدِيبِهِ مَنْ يُسِيءُ أَكْلَهُ

۱۰۴۔ اپنے سامنے کھانے کا اور نامناسب انداز سے کھانے والے کو نصیحت و تادیب کرنے کا بیان

٧٤٠ ـ عن عمر بن أبي سَلَمَةَ رضي الله عنهما قال: كُنْتُ غلاماً في حِجْرِ رسولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ في الصَّحْفَةِ، فقال لِي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلامُ! سَمِّ اللهَ تَعَالى، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» متفقٌ عليه. قوله: «تَطِيْشُ» بكسر الطاء وبعدها ياءٌ مثناة من تحت، معناه: تتحرّك وتمتدّ إلى نواحي الصَّحْفَةِ.

۷۴۰/۱ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں نوعمر بچہ تھا (کیونکہ ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے حبالہ عقد میں آگئی تھیں) اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) پورے برتن میں گھومتا تھا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔

(بخاری و مسلم)

تطیش' طاء پر زیر اور اس کے بعد یاء۔ اس کے معنی ہیں اس کا ہاتھ حرکت کرتا اور برتن کے کناروں تک دراز ہوتا تھا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية علي الطعام والأكل باليمين، وباب

الأكل مما يليه ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۴۰۔ فوائد: غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں' صحفۃ ' ایسے برتن کو جس میں پانچ آدمیوں کا اور قصعۃ ' ایسے برتن کو کہتے ہیں جس میں دس آدمیوں کا کھانا آجائے۔ اس میں نبی ﷺ نے اپنے زیر پرورش بچے کو کھانے کے آداب بتلائے ہیں۔ اس طرح ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے زیر تربیت بچوں کی پرورش کرے۔

٧٤١ ـ وعن سَلَمَةَ بنِ الأكوَعِ رضيَ اللهُ عنه أن رَجُلاً أكَلَ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ بشِمالِه، فقال: «كُلْ بِيَمِينِكَ» قال: لا أستطِيعُ، قالَ: «لا استَطَعْتَ» ما مَنَعَهُ إلَّا الكِبْرُ! فَمَا رَفَعَهَا إلى فِيهِ. رواه مسلم.

۲/۷۴۱ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپؐ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھا' اس نے کہا' میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے فرمایا' تو نہ ہی طاقت رکھے۔ اسے (نبی ﷺ کا حکم ماننے سے) صرف تکبر نے روکا' پس وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔ (یعنی آپؐ کی بددعاء سے اس کا ہاتھ مفلوج ہوگیا اور وہ اسے اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا) (مسلم)

تخريج: تقدم في رقم١٥٩ وفي رقم٦١٣.

۷۴۱۔ فوائد: یہ روایت اس سے قبل حدیث نمبر۱۵۹ اور ۶۱۳ میں بھی گزر چکی ہے۔ باب کی مناسبت سے یہاں بھی اسے نقل کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کے جو آداب ہیں' ان کا خیال رکھنا اور لوگوں کو ان کی تاکید کرنا چاہیے۔ نیز محض تکبراً صحیح بات کا انکار کرنا بہت بڑا جرم ہے جس سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے معجزے کا بھی اثبات ہے کہ آپؐ کی بددعا سے وہ اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا۔

١٠٥ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إذَا أَكَلَ جَمَاعَةٌ إلاَّ بِإذْنِ رِفْقَتِهِ

۱۰۵۔ جب چند افراد مل کر کھا رہے ہوں تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کھجوروں یا اس قسم کی دیگر چیزوں کو دو دو اکٹھا کرنا منع ہے۔

٧٤٢ ـ عن جَبَلَةَ بن سُحَيْمٍ قال: أَصَابَنَا عامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْراً، وَكَانَ عَبْدُ الله بن عمر رضي الله عنهما يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ فيقولُ: لا تُقَارِنُوا، فَإن النبيَّ ﷺ نَهى عَنِ الإقرانِ، ثم يقولُ: إلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ

۱/۷۴۲ حضرت جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں قحط سالی کا شکار ہوگئے تو ہمیں چند کھجوریں دی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو ہم کھجوریں کھا رہے تھے تو فرمانے لگے کہ دو دو ملا کر نہ کھاؤ' اس لئے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ملانے سے منع

أَخَاهُ. متفقٌ عليه.

فرمایا ہے' پھر فرمایا' مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی (ساتھی) سے اجازت لے لے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب إذا إذن إنسان لآخر شيئا جاز، وكتاب الشركة، باب القران في التمر بين الشركاء... وكتاب الأطعمة، باب القران في التمر۔ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب نهي الآكل مع جماعة عن قران تمرتين...

۷۴۲۔ فوائد: اس میں آج کل کے مسلمانوں کے لئے بڑی اہم ہدایت ہے جو اخلاقیات سے بالکل نابلد ہو گئے ہیں۔ دعوتوں میں عام طور پر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنے اردگرد کے ساتھیوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پلیٹ بھرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ کھانے کی یہ حرص ہمارے پیغمبرؐ کی مذکورہ تعلیم و ہدایت کے خلاف ہے' جس کا مقصد دوسرے ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ہے صرف اپنے پیٹ کے لئے ہی ایندھن فراہم کرنا نہیں۔

١٠٦ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

۱۰۶۔ جو شخص کھانا کھائے اور سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

٧٤٣ ـ عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رضيَ الله عنه أن أصحابَ رسولِ الله ﷺ قالُوا: يا رسولَ اللهِ! إنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ؟ قال: «فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ» قالُوا: نَعَمْ. قال: «فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فيه» رواه أبو داود.

۱/۷۴۳ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' پس تم کھانا اجتماعی طریقے سے کھاؤ اور اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) تمہارے لئے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔ (ابو داؤد)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب الاجتماع علي الطعام.

۷۴۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھ کر اور اجتماعی طور پر ایک ہی برتن میں کھانا شکم سیری اور حصول برکت کا سبب ہیں اور ان سے گریز بے برکتی کا باعث۔

١٠٧ ـ بَابُ الأَمْرِ بِالأَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الأَكْلِ مِنْ وَسَطِهَا

۱۰۷۔ پیالے کی ایک جانب سے کھانے کا حکم اور اس کے درمیان سے کھانے کی ممانعت

فيه: قوله ﷺ: «وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» متفقٌ عليه كما سبق.

اس باب میں صحیحین کی ایک حدیث تو وہ ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ (دیکھو باب نمبر ۱۰۴ رقم ۱/۷۴۰)

٧٤٤ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضيَ اللهُ

۱/۷۴۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی

عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

کریم ﷺ نے فرمایا' برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے' پس تم اس کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور اس کے درمیان میں سے مت کھاؤ۔

(ابو داؤد و ترمذی' یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في الأكل من أعلي الصحفة - وسنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في كراهية الأكل من وسط الطعام.

۷۴۴۔ فوائد: کناروں سے مراد برتن کے کنارے اور اس کا درمیان ہے۔ اس میں کھانے کا ادب بتلایا گیا ہے کہ درمیان میں سے مت کھاؤ بلکہ اپنے سامنے سے اور کنارے سے کھاؤ' خاص طور پر جب کوئی اور بھی ساتھ کھارہا ہو۔ اسی طرح روٹی بھی درمیان میں سے کھالینا اور اس کے کنارے بچا دینا' ممنوع ہوگا۔

٧٤٥ - وعن عبدِ اللهِ بنِ بُسْرٍ رضيَ الله عنه قال: كان لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لها: الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحَى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يعني وقد ثُرِدَ فيها، فَالْتَفُّوا عليها، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رسولُ اللهِ ﷺ. فقالَ أعرابيٌّ: ما هذه الجِلْسَةُ؟ قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الله جَعَلَني عَبْداً كَرِيماً، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّاراً عَنِيداً»، ثمَّ قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فيها» رواه أبو داود بإسناد جيد. «ذِرْوَتَهَا»: أعْلاها؛ بكسر الذال وضمها.

۲/ ۷۴۵ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک پیالہ تھا' جسے غراء کہا جاتا تھا اسے چار آدمی (چاروں طرف سے پکڑ کر) اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا (یعنی تقریباً دن کا چوتھائی حصہ) اور صحابہ رضی اللہ عنہم چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ (اٹھا کر) لایا جاتا اور اس میں ثرید تیار کیا ہوتا تھا (یعنی شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوتے تھے) پس لوگ اس کے گرد جمع ہوجاتے اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ چنانچہ ایک دیہاتی نے کہا' یہ کیسی نشست ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے مہربان بندہ بنایا ہے' مجھے متکبر اور عناد رکھنے والا نہیں بنایا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم اس کے کناروں سے کھاؤ اور اس کا اوپر والا (درمیانی) حصہ چھوڑ دو' تو اس میں برکت دی جائے گی۔ (ابو داؤد نے اسے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

ذروتھا' ذال پر زیر اور پیش دونوں طرح جائز ہے۔ معنی ہیں' بالائی حصہ (یعنی درمیانی حصہ)

تخريج: سنن أبي داود برقم٣٧٧٣ - وسنن ابن ماجة برقم٣٢٦٣ وإسناده صحيح.

۷۴۵۔ فوائد: اس میں بھی اجتماعی طور پر کھانے اور کناروں سے کھانے کو باعث برکت بتلایا گیا ہے۔ نیز گھٹنوں

کے بل بیٹھنے کا استحباب ہے۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کے شرف و فضل اور آپ ؑ کی تواضع اور عاجزی کا بیان ہے۔

١٠٨ ۔ بابُ كَرَاهِيَةِ الأَكْلِ مُتَّكِئاً

۱۰۸۔ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے

٧٤٦ ۔ عن أَبي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا آكُلُ مُتَّكِئاً» رواه البخاري. قال الخَطَّابيُّ: المُتَّكِيءُ هُنَا: هو الجالِسُ مُعْتَمِداً على وِطاءٍ تحته، قال: وَأَرَادَ أَنَّهُ لا يَقْعُدُ عَلى الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُرِيدُ الإِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ، بل يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزاً لا مُسْتَوْطِناً، وَيَأْكُلُ بُلْغَةً. هذا كلامُ الخَطَّابي، وَأَشَارَ غَيْرُهُ إلى أَنَّ المُتَّكِيءَ هو المائِلُ عَلى جَنْبِهِ، والله أعلم.

۱/ ۷۴۶ حضرت ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

امام خطابیؒ فرماتے ہیں، یہاں ٹیک لگانے والے سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے نیچے بچھائے ہوئے گدے پر سہارا لے کر بیٹھے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ آپ ؑ گدے اور تکیوں پر اس شخص کی طرح نہ بیٹھتے جو زیادہ کھانا کھانے کا ارادہ کرتا ہے، بلکہ غیر مطمئن ہو کر بیٹھتے نہ کہ اطمینان اور قرار پکڑ کر اور بقدر کفایت کھاتے۔ یہ امام خطابیؒ کا قول ہے اور امام خطابیؒ کے علاوہ دوسروں نے اشارہ کیا ہے کہ تکیہ لگانے والے سے مراد وہ ہے جو ایک جانب جھک کر کھائے۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب الأكل متكئا.

۷۴۶۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ ٹیک لگانے سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کسی ایک جانب جھک کر کھانا 'اتکاء ہے'، جیسے دائیں یا بائیں ہاتھ پر یا دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا وغیرہ اور امام خطابیؒ کے نزدیک ٹیک لگانا یہ ہے کہ اپنے نیچے گدا بچھا کر اطمینان اور سہولت سے بیٹھا جائے۔ جیسے عام طور پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا جاتا ہے اس طرح کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ کا طریقہ تھوڑا اور بقدر کفایت کھانا کھانا تھا تاہم آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو ٹیک لگا کر بیٹھنا قرار دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لئے ٹیک لگانے کا پہلا مفہوم ہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کھانے والے کے لئے بیٹھنے کا مستحب انداز یہ ہے کہ گھٹنوں کے بل پیروں کی پشت (تلووں) پر بیٹھے یا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پر بیٹھے۔ (فتح الباری، کتاب وباب مذکور)

٧٤٧ ۔ وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قال: رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ جالساً مُقْعِياً يَأْكُلُ تَمْراً. رواه مسلم. «المُقْعِي»: هو الذي يُلْصِقُ أَلْيَتَيْهِ بالأرضِ، ويَنْصِبُ سَاقَيْهِ.

۲/ ۷۴۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ ؑ کے دونوں زانو کھڑے ہوئے تھے اور آپ ؑ کھجور تناول فرما رہے تھے۔ (مسلم)

المقعی، وہ شخص ہے جو اپنے چوتڑوں کو زمین کے

ساتھ ملاتا اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھتا ہے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب تواضع الأكل وصفة قعوده.

۷۴۷۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے ایک اور انداز نشست کا ذکر ہے۔ یہ زیادہ غیر اطمینان بخش حالت ہے لیکن یہ اس وقت کی کیفیت ہے جب آپؐ بہت جلدی میں ہوتے اور چند کھجوروں کے ذریعے سے بھوک مٹا کر کسی اہم تر کام کے لئے فارغ ہونا مقصود ہوتا جیسا کہ آپؐ کی وضاحت حضرت انسؓ ہی کی ایک دوسری حدیث میں موجود ہے جو صحیح مسلم کے باب مذکور میں ہی موجود ہے۔

١٠٩ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الأَكْلِ بِثَلاَثِ أَصَابِعِ، وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الأَصَابِعِ، وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَأَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَأَكْلِهَا وَجَوَازِ مَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

۱۰۹۔ تین انگلیوں سے کھانے، انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کے پسندیدہ ہونے کا اور چاٹنے سے پہلے انہیں صاف کرنے کی کراہت، گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینے اور چاٹنے کے بعد انگلیوں کو کلائی اور تلوؤں وغیرہ سے صاف کرنے کا بیان

٧٤٨ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عنهما قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَاماً، فَلاَ يَمْسَحْ أَصَابِعَهُ حتى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا» متفقٌ عليه.

۱/ ۷۴۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ (پہلے) انہیں چاٹ لے یا چٹوا لے، (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب لعق الأصابع ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۴۸۔ فوائد: کپڑے سے پونچھنے یا پانی سے دھونے سے قبل انگلیوں کو چاٹ لینا یا کسی ایسے شخص سے چٹوا لینا، جس کے لئے اس میں کراہت نہ ہو، جیسے بیوی، اولاد یا عقیدت مند مرید وغیرہ، پسندیدہ امر ہے، کیونکہ اس کا حکم ہے۔ اس کی علت اور حکمت کیا ہے؟ آگے بعض احادیث میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

٧٤٩ ـ وعن كَعْبِ بنِ مالكٍ رضيَ اللهُ عنه قال: رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ بِثلاثِ أَصَابِعَ، فإذا فَرَغَ لَعِقَهَا. رواه مسلم.

۲/ ۷۴۹ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا، پھر جب آپ کھا کر فارغ ہو گئے تو ان کو چاٹ لیا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۴۹۔ فوائد: (۱) تین انگلیوں سے کم کھانا بالعموم متکبرین کی عادت اور پورے ہاتھوں کا استعمال زیادہ حرص کی

علامت ہے ۔اس لئے سب سے بہتر طریقہ' طریقہ نبوی ہی ہے تاہم حسب ضرورت زیادہ انگلیوں کا استعمال بھی جائز ہے' اسی طرح ہاتھوں کا استعمال بھی۔ (۲) اس میں بھی انگلیوں کے چاٹنے کا اثبات ہے۔

٧٥٠ ـ وعن جابرٍ رضيَ الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بلَعْقِ الأَصابعِ وَالصَّحْفَةِ، وقال: «إنَّكُمْ لا تَدرُون في أيِّ طَعَامِكم البَرَكَةُ» رواه مسلم.

۳ / ۷۵۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم فرمایا ہے اور آپ ؐ نے فرمایا یقیناً تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے؟ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۵۰- فوائد: اس میں انگلیاں اور برتن چاٹنے کی حکمت کا ذکر ہے کہ کھانے والے کو پتہ نہیں کہ اس نے جو کچھ کھایا ہے اس میں برکت ہے یا جو اجزاء اس کی انگلیوں میں یا کھانے کے برتنوں میں رہ گئے ہیں ان کے اندر ہے؟ اس لئے ان اجزاء کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ انہیں بھی چاٹ کر اپنی خوراک میں شامل کرلیا جائے۔ ممکن ہے انہی میں برکت ہو اور وہ انسان کی صحت و قوت کے لئے زیادہ مفید ہوں۔ علاوہ ازیں اس طرح انسان اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

٧٥١ ـ وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذا وَقَعت لُقمَةُ أَحدِكُمْ، فَلْيأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ ما كان بها مِن أذًى وليَأْكُلْهَا، ولا يَدَعْهَا للشَّيْطَانِ، ولا يَمسَحْ يَدَهُ بالمِنديلِ حتَّى يَلعَقَ أَصابِعَهُ فإنه لا يَدرِي في أيِّ طعامِهِ البركَةُ» رواه مسلم.

۴ / ۷۵۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو گندگی (مٹی) لگ گئی ہو اسے صاف کرلے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو تولیے سے نہ پونچھے یہاں تک کہ (پہلے) اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے؟ (مسلم' کتاب و باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۵۱- فوائد: اس میں گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر' اسے صاف کرکے کھانے کا حکم دیا گیا ہے' جس میں تواضع کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری سے اجتناب بھی۔ آج کل لوگ اس حکم نبوی کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور اس طرح کرنے میں اپنی توہین اور سبکی محسوس کرتے ہیں بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ لقمہ دو لقمہ نہیں' سیروں کے حساب سے کھانا باہر گلیوں اور گھوروں پر پھینک دیتے ہیں۔ اسی طرح برتن کو چاٹ کر صاف کرنا تو کجا' برتنوں میں کھانا چھوڑ دینا ضروری سمجھتے ہیں جسے بالآخر کوڑوں کے ڈھیر میں یا نالیوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ افسوس یہ امت اپنے پیغمبر (ﷺ) کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ سے کتنی دور ہوگئی ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

٧٥٢ ـ وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إن الشَّيْطَانَ يحضُرُ أحدَكم عِندَ كُلِّ

۵ / ۷۵۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ شیطان تمہارے ایک کے ساتھ'

شَيءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حتى يَحْضُرَهُ عِندَ طَعَامِهِ؛ فإذا سَقطَتْ لُقْمَةُ أحدِكم فلْيَأْخُذْهَا فلْيُمِط ما كانَ بها مِن أذى، ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا ولا يَدعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فإذا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أصابعَهُ؛ فإنه لا يَدرِي في أيِّ طعامِهِ البَرَكَةُ» رواه مسلم.

اس کے ہر کام کے وقت موجود رہتا ہے' حتیٰ کہ اس کے کھانے کے وقت بھی اس کے پاس موجود رہتا ہے' پس جب تم میں کسی سے لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو گندگی (مٹی وغیرہ) لگ گئی ہے' اس سے اسے صاف کرلے پھر اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ پھر جب کھاکر فارغ ہوجائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے' اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے؟ (مسلم)

(کتاب و باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۵۲- فوائد: شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہر وقت بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی۔ اسی لئے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کی تاکید ہے تاکہ انسان شیطان کی شرکت اور شرارتوں سے محفوظ ہوجائے اور گرے ہوئے لقمے کو چھوڑ دینا اور اسے نہ اٹھانا' گویا شیطان اور اس کے چیلوں چانٹوں کو وسوسہ اندازی کا موقع فراہم کرنا ہے۔ فنعوذ باللہ من الشیطان الرجیم واعوانہ

٧٥٣ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا أكلَ طَعَاماً، لعِقَ أصَابعَهُ الثَّلاثَ، وقالَ: «إذا سَقطَتْ لُقمَةُ أَحَدِكم فَلْيَأْخُذْهَا، وليُمِطْ عنها الأذَى، وليَأْكُلْهَا، ولا يَدَعْها لِلشَّيطَانِ» وَأَمَرَنَا أن نَسلُتَ القَصعَةَ وقال: «إنكم لا تَدْرُونَ في أيِّ طَعَامِكم البَرَكَةُ» رواه مسلم.

۶ / ۷۵۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس سے گندگی (مٹی' ریت وغیرہ) کو صاف کرلے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ ہمیں یہ حکم (بھی) دیتے کہ ہم سالن کا برتن چاٹ کر صاف کیا کریں اور فرماتے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ مسلم (حوالہ مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

٧٥٤ ـ وعن سعيد بنِ الحارثِ أنه سأل جابراً رضيَ الله عنه عنِ الوضوءِ ممَّا مَسَّتِ النَّارُ، فقال: لا، قد كُنَّا زَمَنَ النبيِّ ﷺ لا نَجِدُ مِثلَ ذلكَ الطعامِ إلَّا قليلاً، فإذا نحنُ وَجَدْنَاهُ، لم يَكنْ لَنَا

۷ / ۷۵۴ حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو (ٹوٹنے) کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا' وضو نہیں ٹوٹتا۔ (پھر فرمایا) کہ نبی ﷺ کے زمانے میں اس قسم کے کھانے (جو آگ پر پکے ہوتے) ہمیں

مَنَادِيلُ إلَّا أَكُفَّنَا وسَوَاعِدَنَا وأقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّي وَلا نَتَوَضَّأُ. رواه البخاري.

بہت کم میسر آتے تھے۔ پس جب ہم اس قسم کا کھانا کھاتے تو رومال تولیے تو ہمارے پاس ہوتے نہیں تھے' بس یہ ہتھیلیاں' کلائیاں اور تلوے ہی تھے (جن سے ہم ہاتھ پونچھ لیتے) پھر ہم نماز پڑھ لیتے اور (نیا) وضو نہ کرتے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب المنديل.

۷۵۴۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سادہ زندگی کا بیان ہے' ان کو جو کچھ میسر آتا اس میں گزارہ کر لیتے' عیش و راحت اور پر تکلف کھانوں سے وہ ناآشنا تھے (۲) آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ابتدائے اسلام میں البتہ یہ حکم دیا گیا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا (۳) رومال' تولیہ اور پانی میسر نہ ہو تو ہاتھوں کو ہتھیلیوں اور کلائیوں وغیرہ سے پونچھا جا سکتا ہے تاکہ نماز پڑھتے وقت یہ گندے ہاتھ کپڑوں کی خرابی کا باعث نہ بنیں۔

١١٠ ـ بابُ تَكْثِيرِ الأَيْدِي عَلَى الطَّعَامِ

۱۱۰۔ کھانے پر ہاتھوں کی زیادتی یعنی کھانا تھوڑا ہو مگر کھانے والے زیادہ ہوں

٧٥٥ ـ عن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ تعالى عنه قالَ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «طَعَامُ الاثنَينِ كافي الثَّلاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاثَةِ كافي الأربَعَةِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۷۵۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)

یہ روایت باب الایثار والمواساۃ رقم ۲/ ۵۶۵ میں پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج: تقدم في باب الإيثار والمواساة برقم٥٦٥.

٧٥٦ ـ وعن جابرٍ رضيَ اللهُ عنهُ قالَ: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «طَعَامُ الوَاحِدِ يَكفِي الاثنَينِ، وَطَعَامُ الاثنَينِ يَكْفِي الأربَعَةَ، وطعامُ الأربَعَةِ، يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ» رواه مسلم.

۲/ ۷۵۶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل... برقم٢٠٥٩.

۷۵۶۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مل کر کھانے میں برکت ہے اور اس طرح تھوڑا کھانا بھی زیادہ آدمیوں کو

کافی ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح باہم الفت و محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ باب ۶۲، باب الایثار والمواساۃ۔

١١١ ـ بَابُ أَدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثاً خَارِجَ الْإِنَاءِ، وَكَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ، وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْإِنَاءِ عَلَى الْأَيْمَنِ فَالْأَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِىءِ

۱۱۱۔ پینے کا ادب اور برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب اور برتن میں سانس لینے کی کراہت اور برتن کو مبتدی کے بعد دائیں طرف باری باری گھمانے کا پسندیدہ ہونا

٧٥٧ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ كانَ يَتَنَفَّسُ في الشَّرَابِ ثَلاثاً. متفقٌ عليه. يعني: يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الإِناءِ.

۷۵۷/۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کی چیز (مشروب) تین سانس میں پیتے تھے۔ یعنی برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب بنفسين أو ثلاثة ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهة التنفس في الإناء.

۷۵۷۔ فوائد: پینے والی چیز تین سانس میں پی جائے یعنی پی کر برتن سے منہ ہٹا کر سانس لیا جائے، پھر تھوڑا پی کر منہ برتن سے باہر کر کے سانس لیا جائے، تیسری مرتبہ بھی اس طرح کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ معدہ پر یکبارگی بوجھ نہیں پڑتا نیز آدمی حیوانی مشابہت سے بچ جاتا ہے علاوہ ازیں برتن میں سانس نہ لینے کا خوشگوار اثر اس کے مستقبل پر پڑتا ہے۔

٧٥٨ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «لا تَشْرَبُوا وَاحِداً كَشُرْبِ البَعِيرِ، وَلكِنِ اشْرَبُوا مَثْنى وَثُلاثَ، وَسَمُّوا إذا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إذا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۷۵۸/۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم اونٹ کے پینے کی مانند، ایک ہی سانس میں پانی مت پیو، بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو اور جب پینے لگو تو اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) اور جب (فارغ ہو کر) برتن اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو (یعنی الحمدللہ کہو) (ترمذی، حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في التنفس في الإناء.

یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ دیکھیں تخریج المشکاۃ، البانی، رقم ۴۲۷۸

۷۵۸۔ فوائد: اس حدیث میں بھی ایک ہی سانس میں مشروب پینے کی ممانعت ہے۔

٧٥٩ ـ وعن أبي قَتَادَةَ رضي الله عنه

۷۵۹/۳ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

أن النبيَّ ﷺ نَهى أن يُتَنَفَّس في الإناء. متفقٌ عليه. يعني: يَتَنَفَّسُ في نَفْسِ الإِناءِ.

کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

آپؐ کی مراد یہ ہے کہ پیتے وقت خود برتن کے اندر ہی سانس لیا جائے (یہ منع ہے۔ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لینا چاہیے)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب النهي عن التنفس في الإناء، وكتاب الوضوء ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهة التنفس في الإناء.

۷۵۹۔ فوائد: اس کی حکمت اور فائدہ واضح ہے کہ برتن کے اندر ہی سانس لینے میں اندر کی بدبو یا تھوک وغیرہ پانی میں مل جائے گا جس سے انسان کراہت بھی محسوس کرتا ہے اور یہ چیز صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔

٧٦٠ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قد شِيبَ بماءٍ، وعَنْ يَمينِهِ أَعْرَابيٌّ، وعَنْ يَسَارِهِ أبو بكرٍ رضي الله عنه، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الأَعْرَابيَّ وقال: «الأَيمَنَ فالأَيمَنَ» متفقٌ عليه. قوله: «شِيبَ» أي: خُلِط.

۴/۷۶۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا اور آپؐ کی دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس آپؐ نے اسے نوش فرمایا' پھر دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا' دائیں والا (مقدم ہے) پھر دائیں والا (آخر تک) (بخاری و مسلم)

شیب کے معنی ہیں ملایا ہوا (یعنی ایسا دودھ تھا جس میں پانی ملایا ہوا تھا)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، وباب الأيمن فالأيمن ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء باللبن.

٧٦١ ـ وعن سهلِ بنِ سعدٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بشرابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وعَنْ يَمِينِهِ غُلامٌ، وعن يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فقال لِلغُلامِ: «أَتَأْذَنُ لي أنْ أُعْطِيَ هؤُلاءِ»؟ فقال الغلامُ: لا واللهِ! لا أُوثِرُ بِنَصِيبي مِنكَ أَحداً، فَتَلَّهُ رسولُ اللهِ ﷺ في يدِهِ. متفقٌ عليه. قوله: «تَلَّهُ»، أَيْ: وَضَعَهُ، وهذا الغُلامُ هو ابنُ عباسٍ رضي الله عنهما.

۵/۷۶۱ حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب (پینے کی کوئی چیز' پانی یا دودھ) لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب کچھ بزرگ (عمر رسیدہ لوگ) تھے۔ چنانچہ آپ نے لڑکے سے فرمایا' کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں (تجھ سے پہلے) ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟ تو لڑکے نے کہا۔ نہیں' اللہ کی قسم! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ

نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(بخاری و مسلم)

تـلـه کے معنی ہیں اسے رکھ دیا اور یہ لڑکا' حضرت ابن عباس تھے۔ رضی اللہ عنہما۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطي الأكبر - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء باللبن.

۷۶۱- فوائد: یہ حدیث اس سے قبل باب التـنـافـس فی امور الاخرۃ' رقم ا/ ۵۶۹ میں بھی گزر چکی ہے۔اس مقام پر شیخ البانی حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ متاخرین میں جو یہ مشہور ہے کہ حاضرین مجلس میں سے بڑی عمر والے شخص سے ابتداء کرنا سنت ہے' یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تقسیم کنندہ اپنی ذات سے آغاز کرے اور اس کے بعد الایمن فالایمن کے مطابق حاضرین میں تقسیم کرے' بلکہ حدیث میں نبی کریم ﷺ کے پہلے پینے کا جو ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے وہ مشروب (اپنے لئے) طلب فرمایا تھا اس لحاظ سے آپؐ ہی کو وہ سب سے پہلے پینا تھا۔ ورنہ اگر ایسی صورت نہ ہو تو حدیث میں عموم ہے کہ ابتداء دائیں جانب سے کی جائے' نہ تقسیم کرنے والا اپنے کو مقدم کرے' نہ حاضرین میں سے کسی بڑے آدمی کو' بلکہ دائیں جانب سے آغاز کرے اور پھر ترتیب وار تقسیم کرتا چلا جائے۔ اسی لئے شیخ البانی فرماتے ہیں کہ امام نووی کا بعد میں بعد المبتدی (ابتداء کرنے والا اپنے بعد دائیں جانب سے آغاز کرے) کہنا صحیح نہیں۔ اس کے بغیر صرف یہ کہا جائے کہ برتن کو دائیں طرف سے باری باری گھمانا پسندیدہ ہے۔

(دیکھئے ریاض الصالحین' بہ تحقیق شیخ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ' باب التـنـافـس فی امور الاخرۃ ص ۲۵۹ کا حاشیہ)

١١٢ - بَابُ كَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا وَبَيَانِ أَنَّهُ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ لاَ تَحْرِيمٍ

۱۱۲۔ مشک یا اس قسم کی کسی چیز کو منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے' تاہم حرام نہیں

٧٦٢ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قال: نَهَى رسولُ اللهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاثِ الأَسْقِيَةِ. يعني: أَنْ تُكسَرَ أَفْوَاهُها، وَيُشْرَبَ مِنْها. متفقٌ عليه.

ا/ ۷۶۲ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکوں کے موہنوں کو موڑنے سے منع فرمایا ہے یعنی ان کے منہ کھول (اور موڑ) کر ان سے پانی پیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب اختناث الأسقية - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب. . . .

۷۶۲- فوائد: مشک یا اسی قسم کی اور کوئی چیز جو بند ہو اس سے منہ لگا کر پانی پینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ مشک کے اندر کوئی موذی چیز بھی ہو سکتی ہے جو پیٹ میں جا سکتی ہے' اس لئے براہ راست منہ لگا کر پانی پینے کی بجائے پہلے کسی برتن میں پانی نکالا جائے اور پھر پیا جائے تا کہ نقصان کا اندیشہ باقی نہ

رہے۔

٧٦٣ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: نَهَى رسولُ الله ﷺ أن يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقاءِ أو القِرْبَةِ. متفقٌ عليه.

۲ / ۷۶۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مشک سے یا مشک نما کسی برتن سے پانی پیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب من فم السقاء.

یہ روایت صحیح مسلم میں نہیں مل سکی۔ واللہ اعلم۔

۷۶۳- فوائد: قربہ' بھی مشک ہی کی طرح کا کوئی برتن ہوتا تھا' یہ چھوٹا بڑا دونوں طرح کا ہوتا تھا' جب کہ سقاء عام طور پر چھوٹی مشک کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

٧٦٤ ـ وعن أُمِّ ثابتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابتٍ أُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثابتٍ رضي الله عنه وعنها قالت: دخل عَلَيَّ رسولُ الله ﷺ، فَشَرِبَ مِن فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قائماً، فَقُمْتُ إلى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ. رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح. وإنَّما قَطَعَتْهَا لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رسولِ الله ﷺ، وَتَتَبَرَّكَ بِهِ، وَتَصُونَهُ عَنِ الابْتِذَالِ. وهٰذا الحَدِيثُ مَحْمُولٌ علَى بَيَانِ الجَوَازِ، والحديثانِ السابقانِ لبيانِ الأفضلِ والأكملِ والله أعلم.

۳ / ۷۶۴ حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت' ہمشیرۂ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا۔ پس میں اٹھی اور اس کا منہ والا حصہ میں نے (بطور تبرک رکھنے کے لئے) کاٹ لیا۔ (ترمذی' حسن صحیح)

حضرت ام ثابت رضی اللہ عنہا نے وہ اس لئے کاٹا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے منہ سے لگنے والی جگہ کو محفوظ کرلیں اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسے عام استعمال سے بچائیں اور یہ حدیث جواز کے بیان پر محمول ہے اور پہلی دونوں حدیثیں افضل و اکمل طریقے کے بیان پر۔ واللہ اعلم

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في الرخصة في اختناث الأسقية.

۷۶۴- فوائد: (۱) پہلی دو حدیثوں میں براہ راست مشکیزے وغیرہ سے پانی پینے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا جبکہ آپؐ نے خود مشکیزے سے منہ لگاکر پانی پیا' جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح پانی نہ پینا افضل اور اکمل ہے۔ تاہم اگر کبھی ضرورت پیش آجائے تو پینا بھی جائز ہے۔ اسی لئے امام نوویؒ نے باب میں بھی صراحت فرمادی کہ یہ کراہت تنزیہی ہے' کراہت تحریمی نہیں ہے۔ یعنی اس سے بچنا بہتر ہے تاہم بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز بھی ہے کیونکہ یہ حرام نہیں ہے۔ (۲) اسی طرح نبی ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسے عبادت اور الوہیت کا مظہر نہ بنالے۔

١١٣ ـ بَابُ كَرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

۱۱۳۔ پانی (شربت چائے دودھ وغیرہ) میں

پھونک مارنے کی کراہت کا بیان

٧٦٥ ـ عن أبي سعيدٍ الخدريِّ رضيَ الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ نَهى عَنِ النَّفخ في الشَّرابِ، فقال رَجُلٌ: القَذَاةُ أراها في الإناءِ؟ فقال: «أَهْرِقْهَا»، قال: إنِّي لا أَرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قال: «فَأَبِنِ القَدَحَ إذاً عَنْ فِيكَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱/ ۷۶۵ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا تو ایک آدمی نے کہا میں (بعض دفعہ) برتن میں تنکے وغیرہ دیکھتا ہوں (تو کیا کروں؟) آپ نے ارشاد فرمایا' اس میں سے (کچھ) پانی انڈیل دو۔ اس نے کہا' میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ پس اس وقت تم اپنا منہ برتن سے ہٹالو (یعنی پہلے' دوسرے اور تیسرے سانس کے لئے اپنا منہ برتن سے دور کرلو) (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب كراهية النفخ في الشراب.

۷۶۵- فوائد: برتن میں تنکا یا اس قسم کی کوئی چیز نظر آئے تو اس میں پھونک مارنے کی بجائے' تھوڑا یا زیادہ پانی یا اگر کوئی نقصان دہ چیز ہو تو سارا کا سارا ہی انڈیل دیا جائے لیکن اگر مشروب قیمتی ہو تو بجائے اس طرح تنکا وغیرہ گرانے کے اسے چمچ سے نکالا جا سکتا ہے کیونکہ ایک تنکے کی وجہ سے سارا مشروب گرانا اچھا نہیں۔ اسی طرح ایک سانس میں سیرابی نہ ہو تو منہ برتن سے دور کرلیا جائے اور سانس لے کر پھر پانی پیا جائے -اس طرح تین سانس میں پانی پینا مستحب بھی ہے اور سیرابی کا باعث بھی۔ تاہم اگر گرم چیز ہو' جیسے چائے دودھ وغیرہ تو پھر گھونٹ گھونٹ کرکے پینا بھی جائز ہے' چاہے کتنے بھی گھونٹ ہو جائیں۔

٧٦٦ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما أنَّ النبيَّ ﷺ نهى أن يُتَنَفَّسَ في الإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فيهِ. رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲/ ۷۶۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

(ترمذی کتاب و باب مذکور)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب كراهية النفخ في الشراب.

١١٤ ـ بَابُ بيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِماً وَبيَانِ أَنَّ الأكْمَلَ والأفضَلَ الشُّربُ قَاعِداً

۱۱۴- کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز اور بیٹھ کر پینے کے افضل ہونے کا بیان

فيه حديث كبشة السابق.

اس میں ایک تو حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو اس سے ماقبل کے باب میں گزری۔ اس میں کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز ہے۔ دیکھئے۔ رقم ۳ /

۷۶۴- ذیل میں چند احادیث اور ملاحظہ فرمائیں۔

٧٦٧ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما قال: سَقَيْتُ النَّبيَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائمٌ. متفقٌ عليه.

۱/ ۷۶۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا تو آپؐ نے اسے نوش فرمایا جب کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب قائما، وكتاب الحج، باب ماجاء في زمزم ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائما.

٧٦٨ ـ وعن النَّزَّالِ بنِ سَبْرَةَ رَضيَ اللهُ عنه قالَ: أَتَى عَليٌّ رضيَ اللهُ عنهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ قَائماً، وقالَ: إنِّي رَأَيْتُ رَسولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ كما رَأَيْتُمُوني فَعَلْتُ. رواهُ البخاري.

۲/ ۷۶۸ حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ (غالبًا مسجد کے کھلے صحن) میں تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پانی پیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے کیا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب قائما.

٧٦٩ ـ وعن ابنِ عُمَرَ رضيَ اللهُ عنهما قال: كنَّا نَأكُلُ عَلى عَهْدِ رسُولِ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشي، ونَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ. رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۳/ ۷۶۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے زمانے میں چلتے چلتے کھالیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في النهي في الشرب قائما.

۷۶۹- فوائد: یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مستقل معمول نہیں تھا، بلکہ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ بوقت ضرورت کبھی کبھی اس طرح کرلیا کرتے تھے ورنہ آگے حدیث آرہی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا پینا ایک نہایت قبیح عمل ہے۔ بعض علماء نے ممانعت کی احادیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ ابن حجر نے اسی رائے کو پسند کیا ہے۔ (فتح الباری۔ کتاب الاشربہ، باب الشرب قائما)

٧٧٠ ـ وعن عمرِو بنِ شعيبٍ عن أبيهِ عن جدِّه رضيَ اللهُ عنه قال: رَأَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائماً وقَاعِداً. رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۴/ ۷۷۰ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے (دونوں طرح سے) پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائما.

٧٧١ ـ وعن أَنَسٍ رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهى أَنْ يَشرَبَ الرَّجُلُ قَائماً. قال قتادة: فَقُلْنَا لأَنسٍ: فالأَكْلُ؟ قالَ: ذلكَ أَشَرُّ ـ أَو أَخبَثُ ـ. رواهُ مسلم. وفي رواية له: أَنَّ النبيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائماً.

۵ / ۷۷۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا' یہ تو سب سے بدتر یا سب سے زیادہ خبیث (عمل) ہے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے' نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائما برقم٢٠٢٤.

٧٧٢ ـ وعن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنكُمْ قَائماً، فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِيء» رواهُ مسلم.

۶ / ۷۷۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے تو اسے چاہیے کہ قے کر دے۔ (مسلم) (حوالہ مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائما برقم٢٠٢٦.

۷۷۲۔ فوائد: ابتداء میں ذکر کردہ احادیث سے اگرچہ کھڑے کھڑے پانی پینے اور کھانے کا جواز ملتا ہے لیکن ان پر عمل صرف بوقت ضرورت (یا مجبوری) ہی کیا جاسکتا ہے ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر ہی کھایا پیا جائے' یہی افضل عمل ہے ۔آج کل دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہوگیا ہے ۔لوگ کہتے ہیں اس میں یہ سہولت ہے کہ بیک وقت سارے لوگ فارغ ہوجاتے ہیں لیکن دوسری طرف اس کی قباحتوں کو' جو اس ایک سہولت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں' نہیں دیکھتے۔ اس میں ایک تو مغرب کی نقالی ہے جو حرام ہے۔ دوسرے نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ تیسرے' اس میں جو بھگدڑ مچتی ہے وہ کسی باوقار اور شریف قوم کے شایان شان نہیں۔ چوتھے' اس میں ڈھور ڈنگروں کے ساتھ مشابہت ہے'گویا اشرف المخلوقات انسانوں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح چارہ ڈال کر کھول دیا جاتا ہے پھر جو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے اس پر جانور بھی شاید شرما جاتے ہوں۔ پانچویں' انسان نما جانوروں کو باڑے یا اصطبل میں جمع کرنے کے لئے وقت پر آنے والوں کو نہایت اذیت ناک انتظار کی زحمت میں مبتلا رکھا جاتا ہے جس سے ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انتظار کی شدید مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے ۔ ششم' اس انتظار کی گھڑیوں میں یا تو فلمی ریکارڈنگ سننے پر انسان مجبور ہوتا ہے یا بھانڈ میراثیوں کی جگتیں یا میوزک کی دھنیں سننے پر۔ ہفتم یہ کہ اس طرح کھانا ضائع بھی بہت ہوتا ہے۔ بہرحال دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج یکسر غلط ہے اور مذکورہ سارے کام بھی شیطانی ہیں۔ اس لئے دعوتوں کا یہ انداز بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

١١٥ - بَابُ اسْتِحْبَابِ كَوْنِ سَاقِي الْقَوْمِ آخِرَهُمْ شُرْباً

۱۱۵۔ مستحب ہے کہ پلانے والا خود سب سے آخر میں پیئے

٧٧٣ - عن أَبي قتادة رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «سَاقي القَوْمِ آخِرُهُمْ» يعني: شرْباً. رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱/ ۷۷۳ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا قوم کا ساقی ان کے آخر میں ہوتا ہے یعنی سب کو پلا کر آخر میں پیتا ہے۔

(ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء أن ساقي القوم آخرهم شرابا.

۷۷۳- فوائد: امام صاحب نے جو باب باندھا ہے اس حدیث سے اس پر استدلال فرمایا ہے۔ اس لئے تقسیم کا ادب یہی ہے کہ تقسیم کرنے والا، خود آخر میں کھائے یا پیئے۔ یہ آدمی کے زیادہ شایان شان ہے۔ اس میں انسان کی عزت اور وقار زیادہ ہے۔

١١٦ - بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيعِ الأَوَانِي الطَّاهِرَةِ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَجَوَازِ الْكَرْعِ - وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِنَاءٍ وَلاَ يَدٍ - وَتَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالأَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الاِسْتِعْمَالِ

۱۱۶۔ سونے چاندی کے علاوہ تمام پاک برتنوں سے پینے اور نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور ہاتھ کے کنارے سے پینے کا جواز اور کھانے پینے اور طہارت اور دیگر استعمالات میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی حرمت

٧٧٤ - عَنْ أَنسٍ رضيَ اللهُ عنه قال: حَضرَتِ الصَّلاةُ، فَقَامَ مَنْ كانَ قَرِيبَ الدَّارِ إلى أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ، فَصَغُرَ المِخْضَبُ أَنْ يَبْسُطَ فِيهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ القَوْمُ كُلُّهُمْ. قَالُوا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً. متَّفقٌ عليه،

۱/ ۷۷۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت آیا تو قریب قریب گھر والے تو (وضو کرنے کے لئے) اپنے گھروں میں جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک ٹپ (پانی سے بھرا ہوا لگن) لایا گیا، وہ ٹپ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی (یعنی چھوٹا سا برتن تھا، اسی حساب سے اس میں پانی تھا) لیکن سارے لوگوں نے اس سے وضو کرلیا، لوگوں نے پوچھا، تم کتنے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ۔ (بخاری و مسلم)

هذه روايةُ البخاري. وفي روايةٍ له ولمسلم:

یہ بخاری کی روایت ہے اور صحیحین کی ایک اور

انَّ النبيَّ ﷺ دَعَا بإنَاءٍ مِنْ ماءٍ، فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيءٌ مِنْ مَاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ. قَالَ أَنسٌ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إلى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إلى الثَّمَانِينَ.

روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا چنانچہ آپ کے پاس ایک ایسا پیالہ لایا گیا جس کا منہ کھلا تھا اور گہرائی کم تھی' اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنی انگلیاں رکھ دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' پس میں پانی کو دیکھ رہا تھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے (چشمے کی طرح) پھوٹ رہا تھا' پس جن لوگوں نے (اس پانی سے) وضو کیا اس کا میں نے شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ.

۷۷۴۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے بابرکت معجزے کے علاوہ پتھر کے برتن کے استعمال کا جواز ہے۔

٧٧٥ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ زيدٍ رضيَ اللهُ عنه قال: أَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً في تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ. رواه البُخاري.

«الصُّفْر» بضم الصاد، ويجوز كسرها؛ وهو النحاسُ. و«التَّوْر»: كالقدح، وهو بالتاء المثناة من فوق.

۲/۷۷۵ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ہم نے پیتل کے ایک برتن میں آپ کو پانی پیش کیا' آپ نے (اس سے) وضو فرمایا۔ (بخاری)

الصفر' صاد پر پیش' اور اس پر زیر بھی جائز ہے۔ اس کے معنی پیتل کے ہیں۔ تَوْر' پیالے کی طرح ایک برتن ہے۔ یہ تاء کے ساتھ ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من التور.

۷۷۵۔ فائدہ: اس میں وضوء کے لئے پیتل کے برتن کے استعمال کا جواز ہے۔

٧٧٦ ـ وعن جابرٍ رضيَ اللهُ عنه أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلى رَجُلٍ مِنَ الأنصارِ، وَمَعَهُ صاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «إنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هذِهِ اللَّيْلَةَ في شَنَّةٍ وَإلَّا كَرَعْنَا» رواهُ البخاري. «الشَّنُّ»: القِرْبَة.

۳/۷۷۶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس تشریف لے گئے آپ کے ساتھ آپ کا ایک ساتھی بھی تھا پس رسول اللہ ﷺ نے (اس انصاری سے) فرمایا' اگر تیرے پاس مشکیزے میں اس رات کا باسی پانی ہے (تو ہمیں پینے کے لئے دے) ورنہ ہم نہر وغیرہ سے خود منہ لگا کر پی لیں گے۔ (بخاری)

شن کے معنی مشکیزے کے ہیں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، وباب الكرع في

الحوض.

۷۷۶۔ **فوائد:** امام نوویؒ نے باب میں جس کرع کا ذکر فرمایا ہے یعنی برتن اور ہاتھ کے بغیر منہ لگا کر نہر وغیرہ سے پانی پینے کا جواز' اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔ اس سے استدلال واضح ہے۔ گرمی کے موسم میں رات کا ٹھنڈا پانی بہت اچھا لگتا ہے' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے رات کا باسی پانی طلب فرمایا۔ کیونکہ پانی اس طرح کا باسی نہیں ہوتا جس طرح کھانے پینے کی دوسری چیزیں ہو جاتی ہیں۔

۷۷۷ ـ وعن حذيفةَ رضيَ اللهُ عنه قالَ: إنَّ النَّبيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الحَرِيرِ والدِّيبَاجِ والشُّرْبِ في آنِيَةِ الذَّهَبِ والفِضَّةِ، وقالَ: «هِيَ لَهُمْ في الدُّنْيَا، وهيَ لَكُمْ في الآخِرَةِ» متفقٌ عليهِ.

۴/ ۷۷۷ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ریشمی لباس کے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں (کھانے) پینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں (یعنی وہ اللہ کے احکام سے بے پروا ہو کر ان کا استعمال کرتے ہیں) اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں (جو اللہ تمہیں تمہاری نیکیوں کے صلے میں عطا فرمائے گا)

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال، وكتاب الأشربة، باب الشرب في آنية الذهب، وباب آنية الفضة ـ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة.

۷۷۷۔ **فوائد:** حریر اور دیباج' دونوں ریشمی لباس ہیں۔ یہ دنیا میں مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے جائز ہیں اور سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ البتہ جمہور علماء کے نزدیک عورتیں سونے چاندی کا بنا ہوا زیور استعمال کر سکتی ہیں تاہم اس سے بھی اجتناب کیا جائے تو بہت بہتر ہے اور ان کا ترک بہت سی قباحتوں کے ختم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

۷۷۸ ـ وعن أمِّ سلمةَ رضيَ اللهُ عنها أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «الَّذي يَشْرَبُ في آنِيَةِ الفِضَّةِ إنَّما يُجرجِرُ في بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ» متفقٌ عليهِ. وفي روايةٍ لمسلم: «إنَّ الَّذي يَأكُلُ أوْ يَشْرَبُ في آنِيَةِ الفِضَّةِ والذَّهَبِ». وفي روايةٍ لَه: «مَنْ شَرِبَ في إنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ أوْ فِضَّةٍ فَإنَّما يُجَرْجِرُ في بَطْنِهِ نَاراً مِنْ جَهَنَّمَ».

۵/ ۷۷۸ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے' وہ یقیناً جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں بھرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بے شک وہ آدمی جو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے' وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب آنية الفضة ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال أواني الذهب. . .

۸۷۷- **فوائد**: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا' ایک تو فضول خرچی ہے' دوسرے متکبرین کی عادت اور ان کا شیوہ ہے اور یہ دونوں ہی باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں' اس لئے یہ کبیرہ گناہ ہے' جس کی سزا جہنم کی آگ ہے۔



٣ - كِتَابُ اللِّبَاسِ

١١٧ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الثَّوْبِ الأَبْيَضِ، وَجَوَازِ الأَحْمَرِ وَالأَخْضَرِ وَالأَصْفَرِ وَالأَسْوَدِ وَجَوَازِهِ مِنْ قُطْنٍ وَكَتَّانٍ وَشَعْرٍ وَصُوفٍ وَغَيْرِهَا إِلاَّ الْحَرِيرَ

۱۱۷۔ سفید کپڑے کے مستحب ہونے اور سرخ' سبز' زرد اور سیاہ رنگ کے نیز ریشم کے علاوہ سوت' بالوں اور اون وغیرہ کے کپڑوں کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ اللهُ تعالى: ﴿ يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِى سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ [الأعراف: ٢٦] وقال تعالى: ﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَٰبِيلَ تَقِيكُمُ ٱلْحَرَّ وَسَرَٰبِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ﴾ [النحل: ٨١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور زینت کا سامان اتارا' اور پرہیزگاری کا لباس' یہ زیادہ بہتر ہے۔
اور فرمایا: اور تمہارے لئے ایسے لباس (قمیض' زرہ اور چادر وغیرہ) بنائے جو تمہیں گرمی (اور سردی) سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس بھی جو لڑائی میں تمہارا بچاؤ کرتے ہیں۔

فائدہ آیات: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لباس کی نعمت کا اور ان کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمہیں موسم کی شدتوں (گرمی سردی) سے اور جنگ میں نیزوں' تلواروں وغیرہ کی ضربوں اور طعنوں سے بچاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ تمہاری زینت کا اور تمہارے حسن و جمال میں اضافے کا بھی باعث ہیں۔ اس سے امام صاحب موصوف کا مقصد یہ ہے کہ انسان یہ لباس استعمال کرے گا تو مذکورہ فوائد اسے حاصل ہوں گے' جس سے ہر قسم کے لباس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ تاہم چونکہ ریشمی لباس کی مردوں کے لئے ممانعت آچکی ہے' اس لئے یہ جواز سے مستثنیٰ ہوگا۔ اسی طرح احادیث میں سفید لباس کو بہتر قرار دیا گیا ہے' اس لئے سفید رنگ بہتر ہے اور دوسرے رنگوں کا لباس جائز ہے تاہم ایسے رنگ' جن کا چلن (رواج) عورتوں میں ہو' وہ عورتوں سے مشابہت کی

وجہ سے ممنوع قرار پائیں گے کیونکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٧٧٩ - وعن ابنِ عبَّاسٍ رضيَ اللهُ عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «البَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ البَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيها مَوْتاكُمْ» رواهُ أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

١ / ٧٧٩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم سفید کپڑے پہنا کرو' اس لئے کہ یہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفنایا کرو۔ (ابوداؤد' ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في البياض - وسنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما يستحبّ من الأكفان.

٧٨٠ - وعنْ سَمُرَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «البَسُوا البَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وكَفِّنُوا فِيها مَوْتَاكُمْ» رواهُ النسائي، والحاكم وقال: حديث صحيح.

٢ / ٧٨٠ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید پوشاک استعمال کرو' اس لئے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دو۔ (نسائی و حاکم' صحیح حدیث ہے)

تخريج: سنن نسائی، كتاب الجنائز، باب أيّ الكفن خير؟ والمستدرك للحاكم ج٤ص١٨٥.

٧٨٠- فوائد: ان دونوں احادیث میں زندہ اور مردہ دونوں کے لئے سفید لباس کو بہتر' پاکیزہ اور عمدہ بتلایا گیا ہے' اس لئے کہ اس میں جو وقار اور حسن و رعنائی ہے' وہ مردانہ جلال و عظمت کے مطابق ہے جبکہ دوسرے رنگوں میں متکبرین یا عورتوں وغیرہ سے مشابہت کا امکان ہے۔

٧٨١ - وعن البراءِ رضيَ اللهُ عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ مَرْبُوعاً وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ في حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئاً قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ. متّفقٌ عليهِ.

٣ / ٧٨١ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے' میں نے آپ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپؐ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب الثوب الأحمر، وكتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في صفة النبي ﷺ وأنه كان أحسن الناس وجهًا.

٧٨١- فوائد: اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ مردوں کے لئے سرخ لباس بھی جائز ہے' جیسا کہ امام نوویؒ کا رجحان ہے اور مذکورہ باب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ تاہم بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ سرخ لباس خالص سرخ رنگ کا نہیں تھا بلکہ اس میں سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں جس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔

اس لئے ان کے نزدیک خالص سرخ رنگ کے کپڑے' جس طرح عورتیں پہنتی ہیں' مردوں کے لئے جائز نہیں ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ حالات و ظروف کے مطابق اس کا حکم ہوگا' اگر کسی جگہ یہ رنگ کافروں کا شعار یا عورتوں میں اس کا چلن عام ہوگا تو مسلمان مردوں کے لئے' کفار سے مشابہت یا عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے' ناجائز اور بصورت دیگر جائز ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ گھر کے اندر مرد کے لئے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز ہے اور گھر سے باہر اجتماعات اور مجلسوں میں ناجائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سرخ رنگ کا لباس (مردوں کے لئے) بجائے خود ممنوع نہیں۔ حالات و ظروف کے مطابق اس کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ ہوگا۔ جیسے آج کل ہمارے زمانے اور معاشرے میں خالص سرخ رنگ کا جوڑا عورتوں کا بالخصوص شادی کے موقع پر دلہنوں کا مخصوص لباس ہے' اس لئے مردوں کے لئے اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔ تاہم یہ عدم جواز صرف عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے ہے ورنہ اس کی ممانعت کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے واللہ اعلم۔

٧٨٢ ـ وعن أبي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بن عبدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عنهُ قال: رَأَيْتُ النَّبيَّ ﷺ بمكَّةَ وَهُوَ بالأَبْطَحِ في قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَم، فَخَرَجَ بِلالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ ونَائِلٍ، فَخَرَجَ النبيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إلى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، يقولُ يَميناً وشِمَالاً: حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ، حَيَّ عَلَى الفَلاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الكَلْبُ وَالحِمَارُ لَا يُمْنَعُ. متَّفقٌ عليه. «العَنَزَةُ» بفتح النونِ: نحوُ العُكازَةِ.

۴ / ۷۸۲ حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے میں جبکہ آپؐ ابطح جگہ (وادی کے نشیب) میں تھے' سرخ رنگ کے چمڑے سے بنے ہوئے خیمے میں دیکھا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے لئے وضو کا پانی لے کر باہر نکلے کچھ لوگ تو وہ تھے جنہیں صرف کچھ چھینٹے مل سکے اور بعض وہ تھے جنہیں کچھ پانی مل گیا۔ پھر نبی ﷺ بھی باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم اطہر پر سرخ رنگ کا جوڑا تھا۔ (جس سے آپ کی سفیدی نمایاں ہو رہی تھی) گویا کہ میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور میں بلالؓ کے منہ کا ادھر اور ادھر کرتے ہوئے خیال رکھ رہا تھا (یا پیچھا کر رہا تھا) وہ حی علی الصلوٰۃ کہتے ہوئے دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے بائیں طرف منہ پھیرتے۔ پھر ایک ڈنڈا (سترے کے طور پر) آپ کے لئے گاڑ دیا گیا' پس آپ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی' آپؐ کے (سترے کے) آگے سے کتا اور گدھا گزرتا جنہیں روکا نہیں جاتا تھا' (بخاری و مسلم)

عنزہ' نون کے زبر کے ساتھ' پھل لگے ڈنڈے جیسا ڈنڈا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الأحمر، وغيره من الكتب

- وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى.

۷۸۲- **فوائد**: ابطح ایک جگہ کا نام ہے اسے وادی محصب بھی کہتے ہیں۔ ابطح لغت میں نشیبی جگہ کو کہتے ہیں اور یہ نشیب میں اور برساتی پانی کی گزرگاہ تھی' اس لئے یہ نام پڑ گیا۔ "فمن ناضح ومن نائل" کا مطلب ہے کہ جن کو پانی نہیں ملا' ان پر ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں کی تری سے چھڑکاؤ کر دیا جن کو پانی ملا تھا اور نائل وہ لوگ ہیں جنہیں پانی مل گیا تھا اور وہ انہوں نے اپنے ہاتھوں وغیرہ پر مل لیا تھا۔ یہ انہوں نے تبرک کے طور پر کیا تھا۔ دوسری روایت میں اس مفہوم کو زیادہ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "جن کو پانی ملا وہ انہوں نے مل لیا اور جن کو نہیں ملا انہوں نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری لے کر اپنے جسم پر لگالی" (مسلم' حوالہ مذکور)

اس میں ایک تو وہی سرخ رنگ کا لباس پہننے کا جواز ہے (جس کی تفصیل' ماقبل کی حدیث کے فوائد میں ہم بیان کر آئے ہیں) دوسرے' اس میں سترے کا مسئلہ ہے کہ آگے کوئی دیوار وغیرہ نہ ہو تو ضروری ہے کہ کوئی چیز سامنے بطور سترہ رکھ لی جائے' اس سترے کے آگے سے گزرنے میں نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ تیسرے' اس میں تبرک کا اثبات ہے' جیسا کہ پہلے بھی بعض مقامات پر اس کا جواز و ثبوت گزر چکا ہے۔

۷۸۳ - وعن أبي رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيّ رضيَ الله عنه قال: رَأَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ وعليه ثوبانِ أخضَرانِ. رواهُ أبو داود، والترمذي بإسْنَادٍ صحيحٍ.

۵/ ۷۸۳ حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ (ابو داؤد' ترمذی' سند صحیح کے ساتھ)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب الرخصة في اللون الأحمر - سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في الثوب الأخضر.

۷۸۳- **فوائد**: اس میں سبز رنگ کے کپڑے پہننے کا جواز ہے۔

۷۸٤ - وعن جابرٍ رضيَ اللهُ عنه، أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ دخلَ يومَ فتحِ مكَّةَ وعلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. رواهُ مسلم.

۶/ ۷۸۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکے میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام.

۷۸۴- **فوائد**: اس میں سیاہ رنگ کا لباس' عمامہ اور چادر وغیرہ پہننے کا جواز ہے۔ تاہم ہمارے ملک میں سیاہ لباس ایک مخصوص فرقہ' ماتم اور اپنے شعار کے طور پر پہنتا ہے۔ اس لئے اس کی مشابہت سے بچنے کے لئے مکمل سیاہ لباس سے اجتناب بہتر ہے۔ تاہم خالی سیاہ پگڑی سے مشابہت نہیں ہوتی اس لئے اس میں کراہت کا کوئی پہلو نہیں۔

۷۸٥ - وعن أبي سعيدٍ عمرو بن حُرَيْثٍ رضي الله عنه قال: كأنِّي أنظُرُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ وعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ

۷/ ۷۸۵ حضرت ابو سعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی ہے' آپ

أرْخَى طَرَفيها بَيْنَ كتفيْهِ. رواه مسلم. وفي روايةٍ له: أن رسولَ اللهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْداءُ.

نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' بے شک رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام.

٧٨٦ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كُفِّنَ رسولُ اللهِ ﷺ في ثلاثةِ أثْوَابٍ بيضٍ سَحُوليَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فيهَا قَمِيصٌ وَلا عِمَامَةٌ. متفقٌ عليه.

٨ / ٧٨٦ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفنایا گیا جو (یمن کے علاقے) سحول کے بنے ہوئے تھے اس میں قمیض تھی نہ پگڑی۔ (بخاری و مسلم)

«السَّحُوليَّةُ» بفتحِ السين وضمها وضم الحاء المهملتين: ثيابٌ تُنْسَبُ إلى سَحُولَ: قَرْيَةٍ باليَمَنِ. «وَالكُرْسُفُ»: القُطْن.

السحولیہ' سین پر زبر اور پیش دونوں صحیح ہیں اور حاء پر پیش ہے۔ ایسے کپڑے جو یمن کی بستی سحول کی طرف منسوب ہیں' کرسف کے معنی روئی کے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في كفن الميت.

٧٨٦۔ فوائد: آدمی کے کفن میں تین کپڑے ہونے چاہئیں' جن میں نہ قمیض ہو اور نہ پگڑی وغیرہ۔ نیز کفن کے کپڑے سفید ہوں تو بہتر ہے تاہم دوسرے رنگ کے کپڑوں میں بھی کفنانا جائز ہے۔

٧٨٧ ـ وعنها قالت: خَرَجَ رسولُ اللهِ ﷺ ذاتَ غَدَاةٍ، وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ. رواه مسلم.

٩ / ٧٨٧ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم اطہر پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک نقش و نگار والی چادر تھی۔ (مسلم)

«المِرْط» بكسر الميم: وهو كساءٌ. و«المُرَحَّل» بالحاء المهملة: هُو الذي فيه صورةُ رِحالِ الإبلِ، وَهِيَ الأكْوَارُ.

المرط' میم پر زیر بمعنی چادر۔ المرحل' حاء کے ساتھ' وہ کپڑا جس میں اونٹ کے کجاووں کی تصویریں ہوں اور اسی کو اکوار بھی کہتے ہیں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب التواضع في اللباس والاقتصاد على الغليظ منه....

٧٨٧۔ فوائد: اس میں بالوں سے بنی ہوئی چیز کا' سیاہ رنگ کا کپڑا پہننے کا اور غیرذی روح کی تصویر کا جواز ہے۔

٧٨٨ ـ وعن المُغيرةِ بنِ شُعْبَةَ

١٠ / ٧٨٨ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رضي الله عنه قال: كنتُ مع رسولِ اللهِ ﷺ ذاتَ ليلةٍ في مسيرٍ، فقال لي: «أَمَعَكَ مَاءٌ»؟ قلتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عن راحلتِهِ فَمَشى حتى تَوَارَى في سَوادِ اللَّيْلِ ثم جاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ، فغسلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فلم يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ منها حتى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ برأسِه، ثمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فقال: «دَعْهُمَا فإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ» وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. متفق عليه. وفي روايةٍ: وعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ. وفي روايةٍ أنَّ هذهِ الْقَضِيَّةَ كانت في غَزْوَةِ تَبُوكَ.

کہ میں ایک سفر میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا' آپؐ نے مجھ سے فرمایا' کیا تیرے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا' ہاں' پس آپؐ اپنی سواری سے اترے اور چل پڑے یہاں تک کہ آپ رات کی تاریکی میں چھپ گئے۔ پھر آپ تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ پر پانی ڈالا' پس آپ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا اور آپ کے جسم پر اونی جبہ تھا آپ نے اس سے اپنے بازو نکالنے کی کوشش فرمائی لیکن نہ نکال سکے یہاں تک کہ انہیں جبے کے نیچے سے نکالا' پس آپ نے اپنے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا' پھر میں آپ کے جوتے اتارنے کے لئے جھکا تو آپؐ نے فرمایا' انہیں چھوڑ دے' اس لئے کہ میں نے پاؤں پاکیزگی کی حالت میں ان میں داخل کئے ہیں اور آپ نے ان پر مسح فرمایا' (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کے جسم اطہر پر شامی جبہ تھا' جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من لبس جبّة ضيّقة الكمّين في السفر، وباب جبّة الصوف في الغزو - وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب المسح علي الخفين.

۷۸۸- فوائد: اس میں اونی لباس پہننے کا جواز ہے۔ علاوہ ازیں قضائے حاجت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی لوگوں کی نظروں سے دور نکل جائے۔ موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ موزے وضو کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔ مقیم ایک رات دن اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتا ہے۔ تاہم جنابت کی حالت میں مسح کرنا جائز نہیں ہوگا' اس صورت میں پورا غسل واجب ہے۔

١١٨ ـ بابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيصِ

۱۱۸۔ قمیض کا پہننا پسندیدہ ہے

٧٨٩ ـ عن أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رسولِ الله ﷺ القَمِيصُ. رواه أبو داود،

۱/ ۷۸۹ حضرت ام سلمہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ قمیض تھی۔

والترمذي، وقال: حديث حسن.

(ابوداوٗد‘ ترمذی‘ یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في لبس الجبّة والخفّين.

۷۸۹- فوائد: عہد رسالت میں عربوں کا عام لباس دو چادریں (رداء اور ازار) تھا- ایک چادر نیچے اور ایک چادر اوپر- کچھ رواج قمیض کا بھی تھا جو نہایت قلیل تھا تاہم چادروں کے مقابلے میں قمیض میں پردہ بھی زیادہ ہے اور آسانی بھی زیادہ- اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس کو سب سے زیادہ پسند فرمایا- آج کل کے حساب سے بھی قمیض شلوار انگریزوں کے کوٹ پتلون‘ شرٹ‘ نیکر وغیرہ سے زیادہ آسان اور زیادہ باپردہ ہے نیز انگریزوں کی اس نقالی سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے جو دینی اور ملکی دونوں اعتبار سے نہایت غلط حرکت ہے-

١١٩ - بَابُ صِفَةِ طُولِ الْقَمِيصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرَفِ الْعِمَامَةِ وَتَحرِيمِ إِسْبَالِ شَيءٍ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى سَبِيلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهِ مِنْ غَيرِ خُيَلَاءَ

۱۱۹- قمیض‘ آستین اور تہ بند (یا شلوار‘ پاجامہ) اور پگڑی کا کنارہ کتنا لمبا ہو؟ نیز تکبر کے طور پر ان میں سے کسی کو بھی لٹکانے کی حرمت اور بغیر تکبر کے لٹکانے کی کراہت کا بیان

٧٩٠ - عن أسماءَ بنتِ يزيدَ الأنصاريَّةِ رضي الله عنها قالت: كان كُمُّ قَمِيصِ رسولِ اللهِ ﷺ إلى الرُّسُغِ. رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۷۹۰ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیض کی آستین پہنچوں تک تھی- (ابو داوٗد‘ ترمذی‘ یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في القمص.

۷۹۰- فائدہ: اس میں آستینوں کی لمبائی کی حد بیان کردی گئی ہے کہ وہ پہنچوں تک ہونی چاہیے-

٧٩١ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنّ النبيَّ ﷺ قال: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إليهِ يَوْمَ القِيَامَةِ» فقال أبو بكرٍ: يا رسولَ اللهِ! إن إزاري يَسْتَرْخي إلّا أنْ أتَعاهَدَهُ، فقال له رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ». رواه البخاري، وروى مسلم بعضه.

۲/ ۷۹۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی تکبر کے طور پر اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے‘ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا- یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا‘ یا رسول اللہ! میرا تہ بند ضرور ہی نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں بہت زیادہ اس کا خیال رکھوں- تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا‘ تم

ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

(بخاری' مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب ﴿لو كنت متخذا خليلا﴾ ۔ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز إرخاءه إليه وما يستحب.

۷۹۱- فائدہ: اس میں ان لوگوں کے لئے کچھ گنجائش ہے جن کی شلوار' تہ بند وغیرہ غیرارادی طور پر نیچے لٹک جاتی ہے۔ لیکن ارادۃً رکھنا اور اس وعید (سزا) کو معمولی جاننا بڑا جرم ہے۔ اس سلسلے کی تمام احادیث کو سامنے رکھنا چاہئے۔

۷۹۲ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إلى مَنْ جَرَّ إزَارَهُ بَطَراً» متفق عليه.

۳ / ۷۹۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جو اپنا تہ بند تکبر کے طور پر لٹکاتا اور گھسیٹ کر چلتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من غير خيلاء ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء.

۷۹۲- فائدہ: بطر کے معنی ہیں' اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنا اور ان پر اس کا شکر ادا نہ کرنا' جس کا لازمی نتیجہ اترانا اور تکبر کرنا ہے' جس کی ایک علامت لباس کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔

۷۹۳ ـ وعنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزارِ فَفِي النَّارِ» رواه البخاري.

۴ / ۷۹۳ سابق راوی سے ہی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تہ بند (وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا' پس وہ آگ میں ہوگا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار.

۷۹۳- فوائد: بظاہر یہ مفہوم ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والا کپڑا جہنم میں ہوگا۔ لیکن جب کپڑا جہنم میں جلے گا تو کپڑے والا تو بطریق اولیٰ جہنم میں جائے گا۔ اسی لئے منقول ہے کہ حضرت نافع سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا' کپڑوں کا کیا گناہ؟ مراد انسان کے قدم ہیں جو آگ کا ایندھن بنیں گے۔

۷۹٤ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «ثلاثةٌ لا يُكلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ القِيامَةِ، ولا يَنْظُرُ إليهم، ولا يُزَكِّيهِمْ، ولَهُمْ عَذَابٌ أليمٌ» قال: فقرأها رسولُ

۵ / ۷۹۴ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا' نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان

الله ﷺ ثلاث مرار. قال أبو ذرٍّ: خابوا وخسروا! من هم يا رسول الله! قال: «المُسْبِلُ، والمنَّانُ، وَالمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بالحَلفِ الكاذِبِ» رواه مسلم. وفي روايةٍ له: «المُسْبِلُ إزَارَهُ».

کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا، یہ نامراد ہوئے اور خسارے میں پڑے، اللہ کے رسولؐ، یہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان کرکے احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے اپنا تہ بند (یا شلوار، پاجامہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف....

۷۹۴- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ تینوں کام کبیرہ گناہ ہیں لیکن بدقسمتی سے مسلمان معاشروں میں یہ تینوں گناہ عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی عملی کوتاہیوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

۷۹۵ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الإِسْبَالُ في الإِزارِ، وَالقميصِ، وَالعِمَامَةِ؛ منْ جَرَّ شَيئاً خُيَلاءَ لم يَنظُرِ الله إليهِ يَومَ القِيامَةِ» رواه أبو داود والنسائي بإسنادٍ صحيح.

۶/۷۹۵ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسبال (کپڑا زیادہ لٹکانا) تہ بند، قمیض اور پگڑی میں ہے (یعنی ان تینوں میں اسبال سخت گناہ ہے) جو بھی تکبر کے طور پر کپڑا لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔ (ابو داؤد، نسائی، یہ صحیح حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار - وسنن نسائى، كتاب الزينة، باب التغليظ في جر الإزار، وباب إسبال الإزار.

۷۹۵- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح تہ بند، پاجامہ، شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح قمیض اور پگڑی میں بھی تکبر کے طور پر ضرورت سے زیادہ لٹکانا سخت گناہ ہے۔

۷۹۶ - وعن أبي جُرَيٍّ جَابِرِ بنِ سُلَيمٍ رضي الله عنه قال: رَأَيْتُ رَجلاً يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ؛ لا يَقُولُ شَيئاً إلَّا صَدَرُوا عنه؛ قلتُ: من هذا؟ قالوا: رسولُ اللهِ ﷺ. قلتُ: عَليكَ السَّلامُ

۷/۷۹۶ حضرت ابو جری جابر بن سلیمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے ہیں، وہ جو کچھ کہتا ہے، اسے وہ قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا، یہ اللہ کے رسول ہیں، ﷺ - میں نے کہا علیک السلام یا رسول اللہ! دو مرتبہ کہا، آپؐ نے فرمایا، علیک

يا رسولَ الله! - مَرَّتَيْنِ - قال: «لا تَقُل عَلَيكَ السَّلامُ، عَلَيكَ السَّلامُ تَحِيَّةُ المَوْتَى. قُل: السَّلامُ عَلَيكَ» قال: قلتُ: أنتَ رسولُ اللهِ؟ قال: «أنَا رسولُ اللهِ الذي إذا أصابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنكَ، وَإذا أصابَكَ عامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أنبَتَها لكَ، وإذا كُنتَ بأرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلاةٍ، فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ، فَدَعَوْتَه رَدَّها عَلَيكَ» قال: قلتُ: اعْهَدْ إليَّ. قال: «لا تَسُبَّنَّ أحَداً» قال: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرّاً، وَلَا عَبْداً، وَلَا بَعِيراً، وَلَا شَاةً «وَلا تحقِرَنَّ مِنَ المَعرُوفِ شَيْئاً، وأَنْ تُكَلِّمَ أَخاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إليهِ وجهُكَ؛ إنَّ ذلكَ مِنَ المَعرُوفِ. وارفَعْ إزارَكَ إلى نِصْفِ السَّاقِ، فَإن أَبيتَ فَإلى الكَعبَين، وإيَّاكَ وإسْبالَ الإِزَارِ فإنَّها مِن المَخِيلَةِ وإنَّ الله لا يُحِبُّ المَخِيلَةَ، وإنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فيكَ فَلا تُعَيِّرْهُ بما تَعلَمُ فيهِ، فإنَّمَا وبَالُ ذلكَ عليهِ» رواه أبو داود والترمذي بإسنادٍ صحيحٍ، وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

السلام مت کہو' علیک السلام تو مردوں کا سلام ہے' تم کہو' السلام علیک۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں' میں نے کہا' آپؐ اللہ کے رسول ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (ہاں) میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ اسے تجھ سے دور کردے گا اور جب تو قحط سالی میں مبتلا ہو اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیرے لئے زمین سے پیداوار نکال دے گا اور جب تو کسی جنگل بیابان میں ہو اور تیری سواری گم ہوجائے تو اس سے التجاء کرے تو وہ اسے تجھ پر لوٹا دے گا (حضرت جابرؓ کہتے ہیں) میں نے کہا' آپؐ مجھے عملی ہدایات دیں۔ آپؐ نے فرمایا' کسی کو ہرگز سب و شتم نہ کرنا چنانچہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد آدمی کو گالی دی نہ کسی غلام کو' کسی اونٹ کو برا کہا نہ کسی بکری کو۔ (دوسری ہدایت یہ فرمائی) نیکی کے کسی بھی کام کو ہرگز حقیر مت سمجھنا اور تیرا اپنے بھائی سے کشادہ روئی کے ساتھ بات کرنا بھی یقیناً نیکی کے کاموں میں سے ہے (اس لئے اسے بھی اختیار کرنے سے گریز نہ کرنا) اور اپنا تہ بند (شلوار' پاجامہ) آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا' اگر یہ تیرے لئے ممکن نہ ہو تو ٹخنوں تک تو ضرور اونچا رکھنا اور ٹخنوں سے نیچے (کپڑا) لٹکانے سے بچنا' کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا تجھے ایسی بات پر عار دلائے جو تیرے اندر موجود ہے جس کو وہ جانتا ہے تو تو اسے ایسی بات پر عار مت دلانا جو اس کے اندر موجود ہے۔ اور تیرے علم میں ہے۔ اس لئے کہ اس کا وبال اسی پر ہے (نہ کہ تجھ پر۔) (ابو داوُد' ترمذی۔ حسن صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقول عليك السلام - وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في كراهية أن يقول عليك السلام مبتدئا.

۷۹۶- فوائد: صدر يصدر کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ يصدر الناس عن رايه۔ کا مطلب ہوگا' عمل کرنے

کے لئے اس کی رائے لے کر گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اس کو ہم اردو میں' اس کی رائے پر عمل کرتے یا اس کو قبول کرتے ہیں' سے تعبیر کرتے ہیں' جیسے گھاٹ سے پانی پی کر جانے والے کو صادر کہتے ہیں۔ علیک السلام کو مردوں کا سلام جو کہا گیا ہے تو وہ بہ اعتبار زمانہ جاہلیت کے ہے یعنی دور جاہلیت میں یہ رواج تھا ورنہ اسلام میں تو زندوں اور مردوں دونوں کے لئے السلام علیکم ہی سلام ہے جیسا کہ اہل قبور کے لئے حدیث میں دعا منقول ہے۔ السلام علیکم اہل الدیار من المومنین الخ (مسلم' بحوالہ' مشکوۃ 'کتاب الجنائز' باب زیارۃ القبور)

اس میں ایک تو شلوار 'پاجامہ وغیرہ کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھنے کو افضل بتلایا گیا ہے کیونکہ اس میں تواضع کا زیادہ اظہار ہے۔ تاہم ٹخنوں تک کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے کہ ٹخنے ننگے ہوں۔ لیکن ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا کبیرہ گناہ ہے جس پر جہنم کی وعید ہے' جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسرے' کسی بھی بھلائی کے کام سے یہ سمجھ کر گریز نہ کیا جائے کہ یہ تو معمولی کام ہے' بلکہ بھلائی کے ہر کام کو' چاہے بظاہر چھوٹا معلوم ہوتا ہو کیا جائے اور اسے ترک نہ کیا جائے۔ تیسرے' کسی کو اس کی غلطی اور کوتاہی پر عار مت دلاؤ۔ یعنی لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرکے اسے شرمندہ نہ کرو البتہ تنہائی میں اس کو اصلاح کی غرض سے سمجھانا اور اس کوتاہی سے گریز کرنے کی تلقین کرنا اور بات ہے' اس کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ نہایت مستحسن ہے۔

٧٩٧ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: بينما رجل يُصَلِّي مُسْبِلٌ إِزَارَه، قال له رسولُ اللهِ ﷺ: «اذهَبْ فَتَوَضَّأْ» فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثم جاءَ، فقال: «اذهَبْ فَتَوَضَّأْ» فقال له رجلٌ: يا رسولَ اللهِ! ما لكَ أَمَرْتَهُ أن يَتَوَضَّأَ ثم سَكَتَّ عنه؟ قال: «إنه كانَ يُصَلِّي وهو مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وإن الله لا يَقْبَلُ صَلاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ». رواه أبو داودَ بإسنادٍ صحيحٍ على شرط مسلم.

٨ / ٧٩٧ حضرت ابو ہریرہ بٹائٹہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ایک آدمی اپنا تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا' اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جا اور وضو کر۔ چنانچہ وہ گیا اور وضو کرکے آیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا' جا اور وضو کر' ایک آدمی نے آپؐ سے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے آپؐ اسے وضو کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور پھر خاموش ہوجاتے ہیں (یعنی دوبارہ وضوء کرنے کی وجہ بیان نہیں فرماتے)۔ آپؐ نے فرمایا وہ اس حال میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کا کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا ہو۔ (اسے ابو داوَد نے صحیح سند کے ساتھ امام مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في إسبال الإزار، وكتاب الصلاة، باب الإسبال في الصلاة.

٧٩٧- فوائد: اس روایت سے بعض علماء استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار' پاجامہ لٹکانے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن شیخ البانی نے وضاحت کی ہے کہ اس روایت کی سند کو صحیح قرار دینے

والوں کو وہم ہوا ہے -اس میں ایک راوی ابو جعفر مدنی مجہول ہے- اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ نے اسے ضعیف ابی داوٗد میں درج کیا ہے 'ملاحظہ ہو ابواب مذکورہ و تخریج المشکوۃ' ج ا' ص ۲۳۸- تاہم جہاں تک ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا تعلق ہے' اس کی بابت نہایت سخت وعیدیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں- اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں- اس لئے نماز اور غیر نماز' دونوں حالتوں میں شلوار' پاجامہ' تہ بند اور پتلون وغیرہ کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع اور حرام ہے اور اس پر جہنم کی سخت وعید ہے-

۷۹۸ - وعن قَيسِ بنِ بشرِ التَّغلِبيِّ قال: أَخبرَني أبي - وكان جليساً لأبي الدَّرْداءِ - قال: كان بدِمشقَ رَجُلٌ من أَصحابِ النبيِّ ﷺ يقال له: سهلُ بنُ الحَنظَلِيَّة، وكان رجلاً مُتَوَحِّداً قَلَّما يُجَالِسُ النَّاسَ، إنَّما هو صَلاةٌ فإذا فَرَغَ فإنَّما هو تَسبيحٌ وتَكبيرٌ حتى يَأْتيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بنَا ونَحنُ عِندَ أبي الدَّرْدَاءِ، فقال له أبو الدَّرداءِ: كَلِمةً تَنفَعُنَا ولا تَضُرُّكَ. قال: بَعَثَ رسولُ اللهِ ﷺ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجاءَ رَجُلٌ مِنهم فَجلَسَ في المَجلِسِ الذي يَجلِسُ فيهِ رسولُ اللهِ ﷺ، فقال لِرجُلٍ إلى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيتَنا حِينَ التَقَيْنَا نَحنُ وَالعَدُوّ، فَحمَلَ فُلانٌ وَطَعَنَ، فقال: خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الغُلامُ الغِفَارِيُّ، كَيفَ تَرَى في قَولِهِ؟ قال: مَا أُرَاهُ إلَّا قَدْ بَطَلَ أَجرُهُ. فَسمِعَ بذلكَ آخرُ فقال: مَا أَرَى بِذلكَ بَأساً، فَتَنَازَعَا حتى سَمِعَ رسولُ اللهِ ﷺ فقال: «سُبْحَانَ اللهِ؟ لا بَأسَ أَنْ يُؤجَرَ ويُحْمَدَ» فَرَأَيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذلكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأسَهُ إليهِ وَيَقُولُ: أَنْتَ سَمِعْتَ ذلكَ مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ!؟ فيقول: نَعَمْ. فما زَالَ يُعِيدُ عَلَيْهِ حتى إنِّي لأقولُ لَيَبْرُكَنَّ عَلى رُكبَتَيْهِ. قال: فَمَرَّ بنَا يوماً آخرَ، فقال له أبو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنفَعُنَا

۹/ ۷۹۸ حضرت قیس بن بشر تغلبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد بشر نے جو حضرت ابو الدردا' رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے' خبر دی کہ دمشق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص تھے جن کو ابن الحنظلیہ کہا جاتا تھا اور وہ تنہائی پسند آدمی تھے' لوگوں کے ساتھ کم ہی اٹھتے بیٹھتے تھے' ان کی توجہ نماز پڑھنے پر ہی (رہتی) تھی' جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے گھر آنے تک تسبیح و تکبیر میں مصروف رہتے- پس یہ (ایک مرتبہ) ہمارے پاس سے گزرے جب کہ ہم حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا' ایسی بات بیان فرمائیے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور آپ کو نقصان نہ دے- انہوں نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہاد کے لئے) ایک لشکر بھیجا پھر (جب) وہ واپس آیا تو ان میں سے ایک آدمی آیا اور اس مجلس میں بیٹھ گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے' پس اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا' اگر تو ہمیں اس وقت دیکھتا جب ہم اور دشمن ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے (تو کیا خوب ہوتا پس ہم میں سے) ایک آدمی نے نیزہ اٹھایا اور کسی کو مارا اور (ساتھ ہی یہ کہا) لو مجھ سے لڑائی کا مزہ چکھ لو' میں ایک غفاری لڑکا ہوں- اس آدمی کی اس بات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا میرا خیال ہے اس کا اجر ضائع ہو گیا' اس کی یہ بات ایک دوسرے شخص نے سنی تو کہا' میرے خیال میں تو اس میں کوئی حرج نہیں- (کیونکہ اس

وَلا تَضُرُّكَ، قال: قال لَنا رسولُ اللهِ ﷺ: «المُنْفِقُ عَلى الخَيْلِ كالبَاسِطِ يَدَه بالصَّدَقَةِ لا يَقْبِضُها». ثم مَرَّ بنا يوماً آخرَ، فقال له أبو الدَّرْدَاءِ: كَلِمةً تَنفَعُنَا وَلا تَضُرُّكَ، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الأَسَدِيُّ! لَولا طُولُ جُمَّتِهِ وَإسْبَالُ إزَارِه!» فَبَلَغَ خُرَيماً، فعَجَّلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فقَطَعَ بها جُمَّتَهُ إلى أُذنَيهِ، ورَفَعَ إزَارَهُ إلى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ. ثمَّ مَرَّ بِنَا يَوماً آخرَ فقالَ لَهُ أَبو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «إنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلى إخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حتى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ في النَّاسِ؛ فَإنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ». رواهُ أبو داود بإسنادٍ حسنٍ، إلَّا قَيْسَ بنَ بشرٍ، فاختَلَفُوا في تَوْثيقِهِ وتَضْعِيفِهِ، وقد روى له مسلم.

سے مقصود فخر و غرور کا اظہار نہیں' بلکہ دشمن کو مرعوب اور خوفزدہ کرنا ہے) پس یہ دونوں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے سن لیا' تو آپ نے فرمایا' سبحان اللہ ' اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے اجر بھی دیا جائے اور اس کی تعریف بھی کی جائے- پس میں نے حضرت ابوالدرداؓ کو دیکھا کہ اس بات سے وہ خوش ہوئے ہیں اور اس کی طرف سر اٹھا کر فرمانے لگے' کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ وہ کہنے لگے' ہاں- پس وہ مسلسل ان پر یہ بات موڑتے رہے یہاں تک کہ میں کہنے لگا یہ ضرور ابن الحنظلیہ ؓ گھٹنوں پر بیٹھ جائیں گے (یعنی قربت کے طور پر یہ زیادہ قربت کے اظہار کے لئے استعارہ ہے) راوی نے بیان کیا کہ ایک اور دوسرے دن وہ صحابی شخص ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداؓ نے کہا ہمیں ایسی بات بیان فرمایئے جو ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ پہنچائے- انہوں نے کہا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جہاد کے) گھوڑوں پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو صدقے کے لئے اپنا ہاتھ کھلا رکھے اسے (کبھی) بند نہ کرے- پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداؓ نے کہا ہمیں ایسی بات بیان فرمایئے جو ہمارے لئے نفع بخش ہو اور آپ کے لئے نقصان کا باعث نہ ہو- انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' خریم اسدیؓ اچھا آدمی ہے اگر اس کے سر کے بال لمبے نہ ہوتے اور اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا نہ ہوتا- یہ بات خریم کو پہنچی تو انہوں نے فوری طور پر ایک چھری لی اور اس سے اپنے سر کے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ کر اپنے کانوں تک کرلیا اور اپنا تہ بند اٹھا کر آدھی پنڈلی تک اونچا کرلیا- ابن الحنظلیہ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت

ابوالدرداءؓ نے کہا' ہمیں ایسی بات ارشاد فرمایئے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کو نقصان نہ ہو۔ انہوں نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو' پس اپنے کجاووں اور اپنے لباس کو درست کرلو' یہاں تک کہ تم ایسے ہو جاؤ جیسے چہرے پر تل والا شخص لوگوں میں نمایاں اور خوبصورت ہوتا ہے (یعنی سفر سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے اپنے کو بنا سنوار لو' تاکہ گھر والے تمہیں دیکھ کر خوش ہوں' متوحش نہ ہوں) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو بھی پسند نہیں فرماتا جو بغیر ارادے کے بدہیئتی (مکروہ شکل و صورت) اختیار کرتے ہیں اور ان کو جو بہ تکلف ایسا کرتے ہیں۔

اس کو ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔البتہ اس کے راوی قیس بن بشر کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں محدثینؒ کے درمیان اختلاف ہے (یعنی کوئی ثقہ قرار دیتا ہے اور کوئی ضعیف) اور امام مسلمؒ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود، کتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار - ومسند أحمد٤/ ١٧٩ وصححه الحاکم ووافقه الذهبي٤/ ١٨٣ . شیخ البانی نے کہا ہے کہ قیس کے ضعف کی صراحت میری نظر سے نہیں گزری۔ صرف اس کا باپ غیر معروف ہے۔ دیکھئے الارواء' رقم ٢١٢٣۔

۷۹۸۔ فوائد: (۱) انسان جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری کی تعریف کرسکتا ہے جبکہ اس سے مقصد' دشمن کو مرعوب کرنا ہو (۲) یہ قابل گرفت فعل نہیں بلکہ حسن نیت کی وجہ سے اس پر اجر کا بھی مستحق ہوگا اور اہل دنیا الگ اس کی تعریفیں کریں گے (۳) سر کے بالوں کی تین قسمیں یا صورتیں ہیں جو بال کندھوں تک آئیں انہیں جمہ اور جو کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں لمہ اور جو کانوں کی لو تک ہوں انہیں وفرہ کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بال مبارک لمہ سے کم اور وفرہ سے زیادہ تھے۔گویا آپؐ کے بال بھی لمبے تھے لیکن جمہ نہیں تھے جن کو آپؐ نے ناپسند فرمایا ہے (۴) سفر سے واپسی پر مستحب ہے کہ انسان اپنی شکل و صورت اور لباس کی اصلاح کرلے' سفر کے گردوغبار یا تعب و تکان سے اس کا حلیہ بگڑا ہوا نہ ہو' ایسی بدہیئتی بالقصد ہو یا بلاقصد' اللہ کو بھی ناپسند ہے اور گھر والوں کی بھی نفرت کا باعث (۵) بغرض اصلاح غائب شخص کی کوتاہیوں کا اظہار جائز ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے خریم کی بابت ارشاد فرمایا' یہ غیبت میں شامل نہیں (٦) فحش ویسے تو زیادہ قبیح قسم کے گناہ کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ ردی حالت اور بری ہیئت اختیار کرنے کے مفہوم میں ہے جو جمال کے منافی ہو۔

٧٩٩ - وعن أبي سعيدٍ الخدْريِّ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إزرةُ المُسلِمِ إلى نِصْفِ السَّاقِ، ولا حَرَجَ - أو لا جُناحَ - فيما بينَهُ وبينَ الكعْبَيْنِ، فما كانَ أسفلَ مِنَ الكعْبَيْنِ فهُوَ في النَّارِ، ومَنْ جَرَّ إزارَهُ بَطَراً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إليهِ». رواهُ أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۱۰/ ۷۹۹ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مسلمان کا تہ بند آدھی پنڈلی تک ہے اور کوئی حرج یا کوئی گناہ نہیں اگر آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے درمیان ہو اور جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا پس وہ آگ میں ہوگا اور جو اپنا تہ بند (شلوار' پاجامہ وغیرہ) تکبر کے طور پر ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے گا' اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔ (ابو داؤد نے صحیح سند سے روایت کیا)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار.

٨٠٠ - وعن ابنِ عمر رضيَ اللهُ عنهما قال: مَرَرْتُ علَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وفي إزاري اسْتِرْخاءٌ، فقالَ: «يا عَبْدَ اللهِ! ارْفَعْ إزارَكَ» فرَفَعْتُهُ ثُمَّ قالَ: «زِدْ»، فزِدْتُ، فما زِلْتُ أتحرَّاها بَعْدُ. فقالَ بعضُ القَوْمِ: إلى أيْنَ؟ فقالَ: «إلى أنْصافِ السَّاقَيْنِ». رواهُ مسلم.

۱۱/ ۸۰۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور میرا تہ بند لٹکا ہوا تھا' تو آپؐ نے فرمایا' اے عبداللہؓ! اپنا تہ بند اونچا کرو' چنانچہ میں نے اسے اونچا کرلیا' آپؐ نے پھر فرمایا' اور اونچا کرو' پس میں نے اور اونچا کرلیا۔ اس کے بعد تو میں (ہمیشہ) اس کا خیال رکھنے لگا۔ پس بعض لوگوں نے پوچھا' تہ بند کہاں تک ہو؟ تو ابن عمرؓ نے فرمایا' آدھی پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء

۸۰۰- فوائد: ازار سے مراد وہ کپڑا ہے جو ناف سے لے کر ٹخنوں تک کے حصے کو ڈھانپنے کے لئے استعمال کیا جائے' وہ تہ بند ہو یا شلوار' پاجامہ ہو یا پتلون' یہ سب ازار میں شامل ہیں۔ ان میں سے ہر کپڑا آدھی پنڈلی تک ہو تو زیادہ بہتر ہے تاہم ٹخنوں تک رکھنے کی اجازت ہے' ٹخنے ننگے رہنے چاہئیں یہ بہت ضروری ہے۔ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے لئے اس کے برعکس ٹخنے بلکہ پیر تک ڈھانپنے ضروری ہیں بالخصوص جب وہ باہر نکلیں تاکہ ان کے پاؤں پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔

٨٠١ - وعنه قالَ: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيلاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إليهِ يومَ القيامَةِ» فقالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فكيْفَ تَصْنَعُ النِّساءُ بذُيُولِهِنَّ، قالَ: «يُرْخِينَ شِبْراً». قالَتْ: إذاً تَنْكَشِفُ أقدامُهُنَّ. قال: «فيُرْخِينَهُ ذِراعاً لا يَزِدْنَ». رواهُ أبو داود

۱۲/ ۸۰۱ سابق راوی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو شخص تکبر کے طور پر اپنا کپڑا لٹکا اور گھسیٹ کر چلے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا' عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا وہ (نصف پنڈلی سے) ایک

والترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيح.

بالشت نیچے لٹکالیں- انہوں نے عرض کیا' تب ان کے پاؤں ننگے ہوجائیں گے- آپ نے فرمایا تو وہ ایک ہاتھ کے برابر لٹکالیں' اس سے زیادہ نہیں- (ابو داؤد' ترمذی- امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن أبي داود، أبواب اللباس، باب في الانتعال - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في القمص.

۸۰۱- فوائد: اس میں وضاحت کردی گئی کہ عورتیں اپنی چادروں کے دامن یا شلوار (نصف پنڈلی سے) ایک ذراع تک لٹکا کر رکھیں تاکہ ان کے پیر بھی نظر نہ آئیں- ذراع' کہنی سے انگلیوں کے کنارے تک کے حصے کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ ایک ہاتھ کرلیا جاتا ہے- عورتوں کے لئے یہ حکم مردوں کے مقابلے میں نصف پنڈلی سے یا ٹخنوں سے ایک بالشت یا ایک ہاتھ مزید لٹکانا ہے- اور یہ حکم ان کی تکمیل ستر کے لئے دیا گیا ہے جس کا انہیں بہت خیال رکھنا چاہیے۔

١٢٠ - بابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعاً

۱۲۰- تواضع کے طور پر عمدہ لباس ترک کردینا پسندیدہ ہے

قَدْ سَبَقَ فِي بابِ فضلِ الجُوعِ وَخُشُونَةِ العَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهذَا البَابِ.

باب فضل الجوع و خشونۃ العیش میں کچھ باتیں گزر چکی ہیں جو اس باب سے متعلق ہیں- (اب اس سلسلے میں ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے)

٨٠٢ - وعن معاذِ بنِ أنسٍ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعاً للهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ عَلى رُؤُوسِ الخَلائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الإِيمانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا». رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۸۰۲ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے محض اللہ کی رضا کے لئے تواضع کے طور پر عمدہ لباس پہننا چھوڑ دیا' درآں حالیکہ وہ اس کی طاقت رکھتا تھا' تو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا وہ پسند کرے' پہن لے۔

(ترمذی' یہ حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة.

۸۰۲- فوائد: اس میں تواضع کی اور دوسروں پر برتری نہ جتلانے کی فضیلت کا بیان ہے- ایمان کے جوڑے سے مراد' جنت میں لباس کے وہ اعلیٰ جوڑے ہیں جو صرف اہل ایمان کے لئے اللہ نے وہاں تیار کئے ہیں- (اللھم اجعلنا منھم)

۱۲۱ ۔ بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلاَ يَقْتَصِرُ عَلَى مَا يُزْرِي بِهِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَلاَ مَقْصُودٍ شَرْعِي

۱۲۱۔ لباس میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے اور بلا ضرورت اور کسی مقصود کے بغیر ایسا حقیر لباس نہ پہنے جو اس کی شخصیت کو عیب ناک کر دے

۸۰۳ ۔ عن عمرو بن شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يَرى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلى عَبْدِهِ». رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسن.

۱/ ۸۰۳ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

(ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء أن الله تعالي يحب أن يرى أثر نعمته علي عبده.

۸۰۳۔ فوائد: جس طرح اللہ کی رضا کے لئے تواضع کے طور پر سادہ لباس پہننا پسندیدہ ہے۔ اسی طرح اللہ کی نعمتوں کے اظہار کی غرض سے عمدہ لباس پہننا' اعمال خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا' محتاجوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ تعاون اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' بھی بہت پسندیدہ ہے۔ عمدہ اور قیمتی لباس تکبر اور برتری کے اظہار کے طور پر پہننا سخت جرم ہے فی نفسہٖ جرم نہیں بلکہ اظہار نعمت کی نیت سے پہننے پر تو بہت پسندیدہ ہے۔ گویا نیتوں کے اعتبار سے ایک ہی عمل' ایک شخص کے لئے اچھا ہے تو دوسرے کے لئے برا۔ اس لئے اخلاص عمل اور تصحیح نیت بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ اتباع سنت نبوی بھی۔

(علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم)

۱۲۲ ۔ بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

۱۲۲۔ مردوں کے لئے ریشم کا پہننا' اس پر بیٹھنا اور اس کا تکیہ لگانا حرام ہے البتہ عورتوں کے لئے ریشمی لباس پہننا جائز ہے۔

۸۰٤ ۔ عن عمرَ بنِ الخطَّابِ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَلْبَسُوا الحَرِيرَ؛ فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ في الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ في الآخِرَةِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۸۰۴ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ریشم کا لباس مت پہنو' اس لئے کہ جو (مرد) اسے دنیا میں پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال... ۔ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة علي الرجال

والنساء وخاتم الذهب والحرير علي الرجال وإباحته للنساء.

۸۰۴- **فوائد:** اس نہی کے مخاطب مسلمان مرد ہیں کیونکہ عورتوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے مردوں کے لئے یہ اس لئے حرام ہے کہ اس میں زیب و زینت کا پہلو ہے جو عورتوں کا وصف خاص ہے۔ مردوں کے لئے یہ پسندیدہ نہیں کیونکہ اس سے مرد کی مردانہ خصوصیات' شجاعت' شہامت و تہور وغیرہ متاثر ہوتی ہیں۔ دوسرے اس میں تکبرو رعونت کا بھی اظہار ہے اور یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔ تیسرے' مشرکین و کفار سے مشابہت ہے۔ چوتھے' اس کا استعمال اس سادگی کے خلاف ہے جو اسلام ایک مسلمان کے اندر دیکھنا پسند کرتا ہے اور جسے نبی ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ البذاذة من الایمان (کتاب الزہد للامام احمد' ابن ماجہ و مستدرک حاکم' صححہ الحاکم واقرہ الذهبی' بحوالہ فیض القدیر' للمناوی ۳ / ۲۱۷) بذاذة ایمان کا حصہ ہے بذاذة کا مطلب' پرتکلف لباس' قیمتی پوشاک اور آرائش و زیبائش کی بجائے سادہ اور بے تکلف رہن سہن اختیار کرنا ہے۔

۸۰۵ - وعنه قال: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ الحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لِلبُخاري: «مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الآخِرَةِ». قولُه: «مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ»، أَيْ: لَا نَصِيبَ لَهُ.

۲ / ۸۰۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم تو وہی پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہیں۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

من لا خلاق له کے معنی ہیں' اس کا حصہ نہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة علي الرجال والنساء.

۸۰۵- **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ ریشمی لباس کا استعمال مرد کے لئے کبیرہ گناہ ہے' جس سے اس نے اگر مرنے سے قبل خالص توبہ نہ کی تو جنت سے محرومی کا اندیشہ ہے۔ لیکن افسوس آجکل مرد خصوصاً نوجوان عورتوں کے سے ریشمی لباس بکثرت پہن رہے ہیں ایک مسلمان کے لئے ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

۸۰۶ - وعن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ في الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ في الآخِرَةِ» متفقٌ عليه.

۳ / ۸۰۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے دنیا میں ریشم پہنا' وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا (کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جائے گا) (بخاری و مسلم) (حوالہ مذکور)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة علي الرجال

والنساء.

٨٠٧ - وعن عليٍّ رضيَ اللهُ عنه قال: رَأَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ حَرِيراً، فَجَعَلَهُ في يَمِينِهِ، وَذَهَباً فَجَعَلَهُ في شِمَالِهِ، ثُمَّ قال: «إنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي». رواهُ أبو داود بإسنادٍ حسن.

۴ / ۸۰۷ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم پکڑ کر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا پکڑ کر اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا۔ پھر فرمایا' یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (اس کو ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في الحرير للنساء.

٨٠٨ - وعن أبي مُوسى الأشْعَرِيِّ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «حُرِّمَ لِبَاسُ الحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلى ذُكُورِ أُمَّتِي، وَأُحِلَّ لإنَاثِهِمْ». رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيحٌ.

۵ / ۸۰۸ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور ان کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے' (ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في الحرير والذهب.

۸۰۸- فوائد: مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ ریشم اور سونا عورتوں کے لئے حلال ہے لیکن حلال ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ سونے کے زیورات کو شادی کا لازمی جزء بنالیا جائے۔ جیسا کہ بدقسمتی سے مسلمان معاشروں میں یہ بیماری عام ہے اور جس کی وجہ سے بے وسیلہ لوگوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے حالانکہ اس کے جواز کا مطلب صرف یہ ہے کہ بوقت ضرورت اور بحسب استطاعت عورتیں سونا استعمال کر سکتی ہیں نہ کہ اس کے بغیر شادی کا تصور ہی ممکن نہ رہے۔ هدی اللہ المسلمین

٨٠٩ - وعن حُذَيْفَةَ رَضيَ اللهُ عنه قال: نَهَانَا النَّبيُّ ﷺ أَنْ نَشْرَبَ في آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وعَنْ لُبْسِ الحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ. رواهُ البخاري.

۶ / ۸۰۹ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے اور ریشم کا لباس پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وما يجوز منه.

۸۰۹- فوائد: ریشم کی مختلف قسمیں ہیں۔ باریک ریشم کو استبرق اور موٹے ریشم کو دیباج کہا جاتا ہے۔ یعنی ریشم کی ہر قسم مراد ہے۔ اصل ریشم (حریر) تو وہی ہے جو قدرتی ہے اور ریشم کے کیڑوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تاہم آج کل بعض کپڑے ایسے بھی بن گئے ہیں جو کیڑوں سے حاصل کردہ ریشم سے تو بنے ہوئے نہیں ہوتے لیکن دیکھنے میں وہ ریشمی کپڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ایسے مصنوعی کپڑے مردوں کے لئے حرام نہیں ہیں جیسے بوسکی اور

سلکی قسم کے کپڑے ہیں۔ البتہ ان کی کچھ قسمیں اگر ایسی ہوں جنہیں صرف عورتیں ہی پہنتی ہوں اور انہی میں ان کا چلن ہو تو ایسے کپڑے یا رنگ' عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے' مردوں کے لئے حرام ہوں گے۔ علاوہ ازیں ریشم کے کپڑوں پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے۔ اس لئے ریشم کے کپڑوں سے لحاف' گدے اور تکیے وغیرہ بنانا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انہیں مرد اور عورت دونوں ہی استعمال کرتے ہیں۔ بنابریں یہ رواج بھی قابل اصلاح ہے۔

١٢٣ ـ بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِمَنْ بِهِ حِكَّةٌ

۱۲۳۔ جس کو خارش ہو' اس کے لئے ریشمی لباس پہننے کا جواز

٨١٠ ـ عن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه قال: رَخَّصَ رسُولُ اللهِ ﷺ، لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بن عَوْفٍ رضيَ الله عنهما في لُبْسِ الحَرِيرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا. متفقٌ عليه.

۸۱۰/۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشم کا لباس پہننے کی رخصت دے دی تھی کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ما يرخص من الحرير للحكّة، وكتاب الجهاد، باب الحرير في الحرب ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب إباحة لبس الحرير للرجل إذا كانت به حكة أو نحوها.

۸۱۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ خاص ضرورت کے وقت مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے۔ جیسے خارش کی بیماری میں۔ اسی طرح کی کسی اور بیماری میں بھی' اگر ضرورت ہو' تو پہنا جاسکتا ہے۔ اسی طرح گرمی سردی کی شدت سے بچنے کے لئے کسی کے پاس سوائے ریشمی لباس کے اور کوئی کپڑا نہ ہو' تو اس کے لئے بھی اس کا جواز ہوگا۔

١٢٤ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُودِ النُّمُورِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا

۱۲۴۔ چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت کا بیان

٨١١ ـ عن مُعَاوِيَةَ رضيَ اللهُ عنه قالَ: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَرْكَبُوا الخَزَّ وَلَا النِّمَارَ». حديث حسن، رواهُ أبو داود وغيره بإسنادٍ حسنٍ.

۸۱۱/۱ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم ریشم اور چیتے کی کھال پر مت سوار ہونا۔ (اسے ابو داؤد وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع.

۸۱۱۔ فوائد: خز' کی بابت بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اون اور ریشم سے مل کر بنتا ہے۔ اس لئے وہ مردوں کے لئے بھی اس کے استعمال کے جواز کے قائل ہیں۔ حدیث میں اس کے استعمال سے اس لئے روکا گیا ہے کہ اس وقت غیر مسلم عجمی اور مترفین (آخرت فراموش' خوش حال لوگ) ہی اسے پہنتے تھے' نہی کا مقصد ان کی مشابہت

سے روکنا تھا' اس لئے ان کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے اور اگر خز سے مراد ریشم ہی ہے جیسا کہ اکثر علماء کی رائے ہے تو پھر یہ نہی تحریمی ہوگی اور اس کا استعمال بالکل حرام ہوگا۔ بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ ریشم کی بنی ہوئی زین اور کجاوہ پر سوار ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح چیتے کی کھال کی بنی ہوئی چیز (جیکٹ وغیرہ) کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ اس میں تکبر کا اظہار بھی ہے اور غیر مسلموں کے طور اطوار سے مشابہت بھی۔

٨١٢ ـ وعن أبي المَلِيحِ عن أبيهِ، رضيَ اللهُ عنه، أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ نَهى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ. رواهُ أبو داود، والترمذيُّ، والنسائيُّ بأسانيدَ صحاحٍ. وفي روايةِ الترمذي: نَهى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

٢ / ٨١٢ حضرت ابوالملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں (کے استعمال) سے منع فرمایا ہے۔

(ابو داؤد' ترمذی' نسائی۔ ان کی سندیں صحیح ہیں)

اور ترمذی کی روایت میں ہے درندوں کی کھالوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع ـ وسنن ترمذي، أبواب اللباس برقم١٧٧١ ـ وسنن نسائي، كتاب الفرع والعتيرة، باب النهي عن الانتفاع بجلود السباع.

٨١٢- فوائد: اس حدیث میں عموم ہے یعنی ہر قسم کے درندوں کی کھال سے انتفاع (نفع اٹھانا) اور اس کا استعمال میں لانا حرام ہے۔ اس نہی کی علت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ درندوں کی کھالوں پر جو بال ہوتے ہیں دباغت سے بھی صاف نہیں ہوتے اس لئے ان میں نجاست باقی رہتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف غیر مدبوغ کھالوں کے لئے ہے' مدبوغ کھالیں حکم نہی سے مستثنیٰ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فضول خرچ اور متکبرین انہیں استعمال کرتے ہیں ان سے مشابہت کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہی عام ہے' درندوں کی کھالیں مدبوغ ہوں یا غیر مدبوغ' دونوں کا ہی استعمال ممنوع ہے اور جس حدیث میں آتا ہے کہ دباغت (رنگنے) سے ہر کھال پاک ہوجاتی ہے' زیر بحث حدیث اس کی مخصص ہے۔ یعنی اس حدیث کی وجہ سے درندوں کی کھالیں کل اهاب دبغ فقد طهر (جس کھال کو بھی رنگ دیا گیا' وہ پاک ہوگئی) کے عموم سے نکل جائیں گی اور درندوں کی کھالیں ہر صورت میں ناپاک ہی رہیں گی اور ان کا استعمال ناجائز ہوگا۔ (عون المعبود)

١٢٥ ـ بَابُ مَا يَقُولُ إذَا لَبِسَ ثَوباً جَدِيداً أوْ نَعْلاً أوْ نَحْوَهُ

۱۲۵۔ نیا لباس یا جوتا وغیرہ پہنتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

٨١٣ ـ عن أبي سعيد الخُدْريِّ رضيَ اللهُ عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ إذَا اسْتَجَدَّ ثَوْباً سَمَّاهُ باسْمِهِ ـ عِمَامَةً، أَوْ قَمِيصاً، أَوْ رِدَاءً ـ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! لَكَ

١ / ٨١٣ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کا نام لیتے (مثلاً) پگڑی' قمیض یا چادر اور یہ دعا پڑھتے' اے اللہ! تیرے لئے تعریفیں ہیں' تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے' میں اس کی بھلائی کا اور جس غرض کے

الحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ». رواهُ أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں' اور اس کے شر سے اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ (ابو داوٗد' ترمذی حسن حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، أوّل كتاب اللباس - سنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديدا.

۸۱۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نیا لباس پہنتے وقت یہ مسنون دعا پڑھنی چاہیے اور امام نووی ؒ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نیا جوتا یا اور اسی قسم کی کوئی چیز جب پہنی جائے تو اس وقت بھی یہ دعا پڑھی جائے جیسا کہ باب سے واضح ہے۔

١٢٦ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الابْتِدَاءِ بِالْيَمِينِ فِي اللِّبَاسِ

۱۲۶۔ لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنے کا استحباب

هذا الباب قد تقدم مقصوده وذكرنا الأحاديث الصحيحة فيه.

اس باب کا ماحصل اور مقصود پہلے گزر چکا ہے اور اس میں صحیح حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔

(ملاحظہ ہو' باب ۹۹' باب استحباب تقدیم الیمین فی کل ماھو من باب التکریم)



٤ ـ كِتَابُ آدَابِ النَّوْمِ وَالإِضْطِجَاعِ وَالْقُعُوْدِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ وَالرُّؤْيَا

سونے' لیٹنے' بیٹھنے' مجلس' ہم نشین اور خواب کے آداب

١٤٧ ـ بَابُ مَا يَقُوْلُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

۱۴۷۔ سونے کے وقت کی دعائیں

٨١٤ ـ عَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ رضي الله عنهما قال: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ إذا أَوَى إلى فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ، ثُمَّ قال: «اللَّهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ». رواه البخاري بهذا اللفظ في كتاب الأدب من صحيحه.

۱/ ۸۱۴ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر قرار پکڑتے تو دائیں کروٹ پر سوتے پھر یہ دعا پڑھتے' اے اللہ! میں نے اپنا نفس تجھے سونپ دیا اور اپنا رخ تیری طرف موڑ لیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اور اپنی پشت شوق و رغبت اور خوف کے ساتھ تیری طرف لگائی اور تجھ سے بھاگ کر تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور چھٹکارے کی جگہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس پیغمبر پر جو تو نے بھیجا۔ (امام بخاری نے ان الفاظ سے یہ روایت اپنی صحیح کی کتاب الادب میں روایت کی ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب النوم علي الشق الأيمن.

۸۱۴۔ فوائد: اس میں رات کو سوتے وقت اپنے ایمان و اسلام اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی تجدید ہے۔ ہر مسلمان اس طرح رات کو تجدید عہد کرلیا کرے تو یقیناً دن کی مصروفیتوں میں بھی اسے اللہ اور اس کے احکام یاد رہیں گے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (باب نمبر۷' باب فی الیقین والتوکل' رقم ۷ / ۸۰)

٨١٥ ـ وعنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا أتيتَ مَضْجَعَكَ فتوضأْ وُضوءَكَ للصَّلاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلى شِقِّكَ الأيمَنِ، وَقُلْ..» وَذَكَرَ نَحْوَهُ، وفيه: «وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ» متفق عليه.

۲/ ۸۱۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ تو اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعاء پڑھو' اور پھر راوی نے مذکورہ دعاء ذکر کی۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ ان کلمات کو اپنی آخری گفتگو بناؤ (یعنی اس کے بعد بغیر کوئی گفتگو کئے سو جاؤ) بخاری و مسلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب فضل من بات علي الوضوء - وصحيح مسلم، كتاب الذكر، باب ما يقول عند النوم .

٨١٦ ـ وعن عائشةَ رضيَ الله عنها قالت: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إحْدَى عَشرَةَ رَكْعَةً، فَإذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلى شِقِّهِ الأيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ المُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ. متفقٌ عليه.

۲/ ۸۱۶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو (تہجد کی نفلی نماز) گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ پس جب صبح صادق ہوجاتی تو ہلکی سی دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھتے' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے' یہاں تک کہ موذن آتا اور آپ کو (فجر کی نماز کی) اطلاع دیتا (تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب الضجع علي الأيمن - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل.

۸۱۶- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے قیام اللیل (نماز تہجد) کی تفصیل ہے۔ یہ وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رمضان اور غیر رمضان' بارہ مہینے آپ گیارہ رکعتیں ہی پڑھتے۔ آٹھ رکعتیں' قیام اللیل' جسے رمضان میں تراویح کہتے ہیں اور تین رکعات وتر۔ علاوہ ازیں اس میں فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنے کا بھی ذکر ہے جس سے اس کا سنت ہونا واضح ہے۔

٨١٧ ـ وعن حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قال: كان النبيُّ ﷺ إذا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا» وَإذا اسْتَيْقَظَ قالَ: «الحَمْدُ للهِ الَّذي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإلَيْهِ النُّشُورُ» رواه البخاري.

۴/ ۸۱۷ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ رات کو اپنی خواب گاہ میں قرار پکڑتے تو اپنا (دایاں) ہاتھ اپنے (دائیں) رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے' اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے' تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے

بعد زندگی عطا کی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا نام، وباب ما یقول إذا أصبح، وباب وضع الید الیمنی تحت الخدّ الأیمن.

۸۱۷۔ فوائد: اس دعا میں نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے تعبیر فرمایا ہے۔ پھر اس دعا کے ذریعے سے قیامت کے تصور کو مستحضر کیا گیا ہے۔ بہرحال سوتے اور اٹھتے وقت یہ دعائیں پڑھنا مسنون ہیں۔

٨١٨ ـ وعن یَعِیشَ بنِ طِخْفَةَ الغِفَارِيِّ رضي الله عنه قال: قال أبي: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي المَسْجِدِ عَلَى بَطْنِي إذا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي بِرِجْلِهِ فقال: «إنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ» قال: فَنَظَرْتُ، فَإِذا رسولُ اللهِ ﷺ. رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۵ / ۸۱۸ حضرت یعیش بن طخفہ غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا' ایک وقت میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا لیٹنے کی یہ حالت اللہ کو ناراض کرنے والی ہے۔ میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔

(اسے ابوداؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، کتاب النوم، باب في الرجل ینبطح علي بطنه.

۸۱۸۔ فوائد: پیٹ کے بل یعنی الٹا سونا ممنوع اور سخت ناپسندیدہ ہے۔ تہذیب و شائستگی کے خلاف ہونے کے علاوہ اس کے اخلاقی اور طبی نقصانات بھی ہیں۔

٨١٩ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تعالى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تعالى تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاً لا يَذْكُرُ اللهَ تعالى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ» رواه أبو داود بإسنادٍ حسن.

«التِّرَةُ» بكسر التاءِ المثناة من فوق، وهي: النَّقْصُ، وَقِيلَ: التَّبِعَةُ.

۶ / ۸۱۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جگہ بیٹھا' اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسرت ہوگی (یا وبال ہوگا) اور جو کسی بستر پر لیٹے' اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی طرف سے حسرت ہوگی (یا وبال ہوگا)

(اسے ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

الترة ' تاء پر زیر' معنی ہیں کوتاہی (یعنی کوتاہی پر حسرت) اور بعض کے نزدیک وبال۔

تخریج: سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب کراهية أن یقوم الرجل من مجلسه ولا یذکر الله تعالي.

۸۱۹۔ **فوائد:** مستحب ہے کہ ہر مجلس میں اور روزانہ سوتے وقت اللہ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ کے ذکر سے غفلت' اللہ کی طرف سے وبال کا باعث ہے۔ یا نہیں تو کم از کم انسان کو اپنی اس کوتاہی پر حسرت ہوگی۔

١٢٨ ـ بَابُ جَوَازِ الإِسْتِلْقَاءِ عَلَى الْقَفَا وَوَضْعِ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الأُخْرَى إِذَا لَمْ يَخَفِ انْكِشَافَ الْعَوْرَةِ وَجَوَازِ الْقُعُودِ مُتَرَبِّعاً وَمُحْتَبِياً

۱۲۸۔ چت لیٹنے کا اور جب ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹنے کا اور چوکڑی مار کر اور اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد کرکے بیٹھنے کا جواز

٨٢٠ ـ عن عبدِ الله بنِ زيدٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ رأى رسولَ اللهِ ﷺ مُسْتَلْقِياً في المَسْجِدِ، وَاضِعاً إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلى الأُخرَى. متفقٌ عليه.

۱/ ۸۲۰ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹا ہوا دیکھا' آپ ؐ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المساجد، باب الاستلقاء في المسجد، وكتاب اللباس، باب الاستلقاء ووضع الرِّجل على الأخري ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب في إباحة الاستلقاء ووضع إحدى الرِّجلين علي الأخري .

٨٢١ ـ وعن جابرِ بنِ سَمُرَةَ رضي الله عنه قال: كان النبيُّ ﷺ إذَا صَلَّى الفَجْرَ تَرَبَّعَ في مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ. حديث صحيح، رواه أبو داود وغيره بأسانيد صحيحة.

۲/ ۸۲۱ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنی جائے نشست پر چوکڑی مار کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح روشن ہوکر طلوع ہوجاتا۔ حدیث صحیح ہے۔ (ابو داؤد وغیرہ نے اسے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح ـ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يجلس متربعا.

۸۲۱۔ **فوائد:** اس حدیث میں چوکڑی مار کر بیٹھنے اور نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک مسجد میں ٹھہرے رہنے کا استحباب ہے۔ مطلب یہ کہ یہ عمل ضروری نہیں البتہ اس طرح کرنے سے ثواب ملے گا۔

٨٢٢ ـ وعنِ ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ بِفِنَاءِ الكَعْبَةِ مُحْتَبِياً بِيَدَيْهِ هكَذا. وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الاحْتِبَاءَ، وَهُوَ القُرْفُصَاءُ. رواه البخاري.

۳/ ۸۲۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صحن کعبہ میں اپنے ہاتھوں کے ساتھ اس طرح احتباء کرتے ہوئے دیکھا' پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء کی کیفیت بیان کی اور وہ قرفصاء کی کیفیت تھی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان باب الاحتباء باليد وهو القرفصاء.

۸۲۲- فوائد: احتباء یا قرفصاء یہ ہے کہ دونوں زانو کھڑے رہیں اور سرینوں پر بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھ لے۔ جیسے اکڑوں بیٹھ کر ٹانگوں کے گرد باندھ لیا جائے۔ اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

٨٢٣ ـ وعن قَيْلَةَ بنتِ مَخْرَمَةَ رضي الله عنها قالت: رَأَيْتُ النبيَّ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ القُرْفُصَاءَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ المُتَخَشِّعَ في الجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الفَرَقِ. رواه أبو داود، والترمذي.

۴/ ۸۲۳ حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا (یعنی اکڑوں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے ٹانگوں کے گرد حلقہ بنائے ہوئے) پس جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھنے میں خشوع اختیار کرتے ہوئے دیکھا تو ڈر کے مارے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔

(ابو داوٗد' ترمذی)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب جلوس الرجل - وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان برقم٨٢٣.

٨٢٤ ـ وعنِ الشَّرِيدِ بنِ سُوَيدٍ رضي الله عنه قال: مَرَّ بي رسولُ الله ﷺ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ اليُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي، وَاتَّكَأْتُ عَلى أَلْيَةِ يَدِي فقال: «أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟!» رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۵/ ۸۲۴ حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور ہاتھ کے انگوٹھے کے نچلے حصے پر ٹیک لگائے ہوئے تھا' آپؐ نے فرمایا' کیا تو ان لوگوں کی طرح بیٹھتا ہے جن پر غضب الٰہی نازل کیا گیا۔

(ابو داوٗد- صحیح سند کے ساتھ)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الجلسة المكروهة.

۸۲۴- فوائد: الیۃ الید' سے مراد ہاتھ کی اصل ہے یعنی وہ اصل جس کا سرا انگوٹھے کی اصل پر ختم ہوتا ہے اس کو الیۃ الید کہتے ہیں اور ہاتھ کا دوسرا سرا جس کی اصل چھنگلی ہے اس کو صرہ کہا جاتا ہے (نھایہ)

جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ ان کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے لیکن بدقسمتی سے آج کل مسلمان ہر معاملے میں یہود و نصاریٰ کی نقالی کرنے میں فخر محسوس کرتے اور دنیوی ترقی کے لئے اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

١٢٩ ـ بَابٌ فِي آدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيسِ

۱۲۹- مجلس اور ہم نشیں کے آداب

٨٢٥ ـ عن ابنِ عُمَرَ رضي الله

۱/ ۸۲۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول

عنهمـا قـال: قـال رسـولُ الله ﷺ: «لا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلاً مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا» وَكَانَ ابنُ عُمَرَ إذا قامَ له رَجُل مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ. متفقٌ عليه.

اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی آدمی کو اس کی مجلس سے اٹھا کر پھر خود اس پر بیٹھ جائے' لیکن تم مجلس میں فراخی اور گنجائش پیدا کرو- اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب کوئی آدمی آپؓ کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو آپؓ اس جگہ نہ بیٹھتے- (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه، وباب «إذا قيل لكم تفسحوا» وكتاب الجمعة، باب لا يقيم الرجل أخاه من مقعده ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه.

۸۲۵- **فوائد**: اس میں ایک تو مجلس کو فراخ رکھنے کی تاکید ہے تاکہ ہر آنے والے کو مجلس میں بیٹھنے کی جگہ مل جائے اور تنگی محسوس نہ ہو- دوسرے' کسی بیٹھے ہوئے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس پر بیٹھنا ممنوع ہے' چاہے بیٹھا ہوا شخص مفضول اور کمتر رتبے کا آدمی ہو لیکن اگر وہ پہلے آکر ایک جگہ بیٹھ گیا ہے تو بعد میں آنے والے کسی بھی شخص کے لئے اسے وہاں سے اٹھانا جائز نہیں ہے- ہاں اگر وہ خود ہی اپنے سے افضل آدمی کے لئے' اپنی جگہ چھوڑ دے اور اسے وہاں بیٹھنے کی پیشکش کرے تو پھر وہاں بیٹھنا جائز ہوگا- حضرت ابن عمر اس صورت میں بھی وہاں نہیں بیٹھتے تھے تو یہ ان کے غایت درجہ زہد و تقویٰ اور احتیاط کا نتیجہ تھا ورنہ اس کی ممانعت نہیں ہے- البتہ اس طرح بازار وغیرہ سے کوئی شخص اپنا سودا بیچنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص کرلے تو اس پر اس کا حق فائق ہے اور وہ وہاں آکر بیٹھنے والے دوسرے شخص کو اٹھا سکتا ہے- البتہ ملک کی انتظامیہ ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لئے بازاروں اور سڑکوں پر سودا بیچنے والوں کو اٹھانے اور منع کرنے کا حق رکھتی ہے لیکن اس کے لئے ایک متعین اور واضح قانون ہونا چاہیے- یہ نہیں کہ ایک سرکاری اہلکار تو رشوت وصول کرکے ناجائز تجاوزات کی اجازت دیئے رکھے اور کچھ عرصے کے بعد کوئی دوسرا اہلکار ان کے خلاف میدان عمل میں آجائے اور یہ آنکھ مچولی یا تعمیر و تخریب ہمارے ملک میں عام ہے اور سالہا سال سے ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں- کچھ عرصے کے لئے تجاوزات کی اجازت ہوتی ہے اور پھر کسی وقت اچانک ان کے خلاف اقدامات شروع کردیئے جاتے ہیں- اگر تجاوزات کی اجازت نہیں ہے (اور یقیناً نہیں ہے) تو پھر اس سے چشم پوشی کرنے والے اہلکاروں کو سزا ملنی چاہیے' نہ یہ کہ پہلے لوگوں کو سڑک پر اپنا اڈا جمانے کی اجازت دے دی جائے اور پھر ایک دن آکر اچانک انہیں مسمار کردیا جائے- یہ دو عملی یا دوغلی پالیسی نہ شرعاً جائز ہے نہ اخلاقاً اور نہ قانوناً- اس پالیسی نے تجاوزات کی بھرمار کررکھی ہے جس سے عوام کو سخت پریشانیاں لاحق ہیں- سڑکوں پر دکانیں اور ورکشاپیں قائم ہیں اور ٹریفک کو چلنے کے لئے جگہ نہیں ملتی- کوئی حکومت اس مسئلے کو سنجیدگی سے حل نہیں کرسکی اور نہ بظاہر آئندہ ہی اس کی کوئی امید نظر آتی ہے- فـالـى الـلـه الـمـشـتـكـى-

٨٢٦ ـ وعن أبي هُريرةَ رضيَ الله

۸۲۶/۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول

عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إذا قامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ، ثُمَّ رَجعَ إلَيْهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ» رواه مسلم.

اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس سے اٹھے' پھر واپس آجائے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو أحق به.

٨٢٧ ـ وعن جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ رضيَ اللهُ عنهما قال: كُنَّا إذَا أَتَيْنَا النَّبيَّ ﷺ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهي. رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن.

۸۲۷/۳ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر کوئی جہاں پہنچتا' وہیں بیٹھ جاتا۔ (ابوداوٗد' ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في التحلق ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب "اجلس حيث انتهىٰ بك المجلس".

۸۲۷- فوائد: اس میں مجلس کا ادب بیان کیا گیا ہے کہ جہاں جگہ ملے' وہیں بیٹھتے جاؤ۔ گردنیں پھلانگ کر آگے آنے کی کوشش نہ کی جائے نہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھا جائے۔

٨٢٨ ـ وعن أبي عبدِ الله سَلْمَانَ الفارسيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَومَ الجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَين، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إذَا تَكَلَّمَ الإمَامُ، إلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الجُمُعَةِ الأُخْرَى» رواه البخاري.

۸۲۸/۴ حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی جمعے کے دن غسل کرے اور امکانی حد تک خوب پاکیزگی حاصل کرے' گھر میں موجود تیل یا خوشبو استعمال کرے پھر وہ (جمعے کی ادائیگی کے لئے) گھر سے نکلے اور (مسجد میں پہنچ کر) دو آدمیوں کے درمیان (گھس کر) ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے' پھر اس کے لئے جو مقدر ہے' وہ نماز پڑھے' پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموش رہے تو اس کے ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک درمیانی مدت کے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة، وباب لا يفرق بين الاثنين يوم الجمعة.

۸۲۸- فوائد: (۱) اس میں جمعے کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ بعض کے نزدیک یہ غسل مستحب اور بعض کے نزدیک واجب ہے (۲) اس کا وقت صبح صادق سے زوال تک ہے' گویا جمعے کی ادائیگی کے لئے جانے سے پہلے پہلے ہے (۳) تیل یا خوشبو کا استعمال بھی پسندیدہ ہے (۴) اس میں مجلس کے آداب کا بھی بیان ہے مثلاً گردنیں پھلانگ کر آگے نہ جائے بلکہ جہاں جگہ خالی ہو وہیں پیچھے بیٹھ جائے۔ دو شخصوں کے درمیان

گھس کر نہ بیٹھے (۵) مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے دوگانہ ادا کیا جائے حتیٰ کہ خطیب خطبہ دے رہا ہو' تب بھی مختصر دو رکعت پڑھ کر مسجد میں بیٹھا جائے (٦) خطبے سے پہلے جتنا وقت ملے' نوافل کا اہتمام کیا جائے (۸) مذکورہ آداب و شروط کے ساتھ ادا کئے گئے جمعے کی فضیلت ہے کہ ایک ہفتے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن یہ معاف ہونے والے گناہ وہ ہیں جو صغیرہ اور حقوق اللہ سے متعلق ہوتے ہیں ورنہ کبیرہ گناہ خاص توبہ کے بغیر اور حقوق العباد سے متعلقہ گناہ حقوق کی ادائیگی یا بندوں سے معاف کروائے بغیر' معاف نہیں ہوں گے۔

٨٢٩ ـ وعن عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ عن أَبيهِ عن جَدِّهِ رضي الله عنه أن رَسولَ الله ﷺ قال: «لا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إلَّا بِإِذْنِهِمَا» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن.

وفي روايةٍ لأبي داود: «لَا يُجْلَسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إلا بِإِذْنِهِمَا».

۵/ ۸۲۹ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو شخصوں کے درمیان جدائی ڈالے مگر ان کی اجازت سے۔ (ابو داوٗد' ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا' یہ حدیث حسن ہے)

اور ابو داوٗد کی ایک روایت میں ہے' دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھا جائے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يجلس بين الرجلين بغير إذنهما ـ وسنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية الجلوس بين الرجلين بغير إذنهما.

۸۲۹- فوائد: اس میں بھی پہلے سے بیٹھے ہوئے دو شخصوں کے درمیان گھس کر بیٹھنے کی ممانعت ہے' الا یہ کہ وہ اجازت دے دیں یا ان کے درمیان کافی جگہ ہو۔

٨٣٠ ـ وعن حُذَيْفَةَ بنِ اليَمَانِ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الحَلْقَةِ. رواه أبو داودَ بإسنادٍ حسن. وروى الترمذي عن أبي مِجْلَزٍ: أَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ، فقال حُذَيْفَةُ: مَلْعُونٌ عَلى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ ـ أَوْ: لَعَنَ اللهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ ـ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الحَلْقَةِ. قال الترمذي: حديث حسن صحيح.

٦/ ۸۳۰ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حلقے کے درمیان میں بیٹھے۔ (اسے ابو داوٗد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

اور امام ترمذی نے ابو مجلز سے روایت کیا کہ ایک آدمی کسی حلقے کے درمیان میں بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' حلقے کے درمیان میں بیٹھنے والا حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک پر ملعون ہے یا اللہ نے محمد ﷺ کی زبان مبارک سے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

(امام ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الجلوس وسط الحلقة وسنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية القعود وسط الحلقة.

۸۳۰- فائدہ: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان گھس کر بیٹھنا منع ہے اس سے دوسرے لوگوں کا احترام' استحقاق اور جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے' یعنی ابو مجلز نے جس کا نام لاحق بن حمید ہے' حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت نہیں سنی۔ تاہم صحیح احادیث سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

٨٣١ - وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «خَيْرُ المَجَالِسِ أَوْسَعُهَا». رواه أبو داود بإسناد صحيح على شرطِ البخاري.

۷/۸۳۱ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے بہتر مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ فراخ ہو۔ (اسے ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ شرط بخاری پر روایت کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في سعة المجلس.

۸۳۱- فائدہ: مجلس تنگ ہو تو بیٹھنے والے گھٹن اور تنگی اور اس کے برعکس مجلس کشادہ اور فراخ ہو تو راحت اور سکون محسوس کرتے ہیں علاوہ ازیں باہر سے آکر بیٹھنے والے کے لئے بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی' نہ مجلس کی بات چیت متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے مجلس کی فراخی کی تاکید اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٨٣٢ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَلَسَ في مَجْلِسٍ، فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ فقال قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذلكَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ؛ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كان في مَجْلِسِهِ ذلكَ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۸/۸۳۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت سی لایعنی باتیں کیں۔ پس اپنی اس مجلس سے کھڑے ہونے سے قبل اس نے کہا' اے اللہ! تو پاک ہے اپنی خوبیوں کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں' میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (ترمذی حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه.

۸۳۲- فائدہ: لغط' شوروغوغا کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ بے فائدہ باتوں کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے یعنی ایسی باتیں جن سے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس میں بھی گناہوں کی مغفرت سے مراد صغیرہ گناہ ہیں' کبیرہ گناہ اور حقوق العباد سے متعلقہ گناہ نہیں۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے صراحت ہوتی ہے۔

٨٣٣ - وعن أبي بَرْزَةَ رضي الله عنه قال: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يقولُ بِأَخَرَةٍ إذا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ المَجْلِسِ: «سُبْحَانَكَ

۹/۸۳۳ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ کلمات ارشاد فرماتے' اے اللہ! تو

اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ» فقال رجلٌ: يا رسولَ الله! إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضَى؟ قال: «ذٰلك كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ في المَجْلِسِ» رواه أبو داودَ. ورواه الحاكم أبو عبدِ اللهِ في «المستدرك» من رواية عائشةَ رضي الله عنها وقال: صحيح الإسناد.

پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ' میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں' میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں- (ایک مرتبہ ایک آدمی نے یہ پڑھتے ہوئے سنا) تو اس آدمی نے کہا' یارسول اللہ! آپ ایسی بات فرما رہے ہیں جو پہلے نہیں فرماتے تھے- آپؐ نے فرمایا' یہ ان (بے فائدہ) باتوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں ہوجاتی ہیں- (ابو داوٗد و مستدرک حاکم- امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كفارة المجلس - ومستدرك حاكم١/ ٥٣٧

۸۳۳- فوائد: اخرۃ (ہمزہ اور خاء پر زبر) اس کے معنی "مجلس کے آخر یا عمر کے آخری دور" کئے گئے ہیں- نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک بے فائدہ باتوں سے آلودہ ہی نہیں ہوتی تھی- اس کے باوجود آپؐ یہ دعا پڑھتے تھے' جس سے مقصود اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تعریف کرنا اور امت کو تعلیم دینا تھا- اس کا ہمیں ضرور اہتمام کرنا چاہئے-

٨٣٤ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما قال: قَلَّمَا كان رسولُ الله ﷺ يَقُومُ مِن مَجْلِسٍ حَتَّى يَدْعُوَ بهؤلاء الدَّعَوَاتِ: «اللَّهُمَّ! اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ اليَقِينِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا. اللَّهُمَّ! مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا في دِينِنَا، وَلا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لا يَرْحَمُنَا» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۱۰/ ۸۳۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ نبی ﷺ ان کلمات کو کہے بغیر کسی مجلس سے اٹھتے- اے اللہ! اپنے خوف کا اتنا حصہ ہمیں عطا فرما دے جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہوجائے اور اتنی اطاعت و عبادت کی توفیق دے جو ہمیں تیری جنت کا مستحق بنادے اور اتنا یقین عنایت فرما کہ جس کے ذریعے سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں ہلکی کردے (یعنی انہیں آسانی سے برداشت کرلیں) اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں' آنکھوں اور اپنی قوت سے نفع اٹھانے کا موقع عطا فرما (یعنی عمر کے آخری لمحے تک یہ حواس باقی رہیں) اور اس کو ہمارا وارث بنا (یعنی یہ حواس اس طرح باقی رہیں جیسے وارث باقی رہتا اور میت کا جانشین بنتا ہے) اور تو ہمارا بدلہ اور انتقام ان سے لے جو ہم پر ظلم کریں اور ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش

میں نہ ڈالنا اور دنیا ہی کو ہماری سب سے بڑی سوچ اور ہمارا مبلغ علم نہ بنانا (کہ دنیا سے آگے ہم نہ کوئی بات سوچیں اور نہ اس کا کوئی علم ہی ہمیں ہو) اور ہم پر ایسے لوگوں کا غلبہ و تسلط نہ فرمانا جو ہم پر رحم نہ کریں۔ (ترمذی' حسن درجے کی حدیث ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب دعاء حين يقوم من مجلسه.

۸۳۴- فوائد: یہ دعا بڑی جامع اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو شامل ہے۔

۸۳۵ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِن قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لا يَذْكُرُونَ اللهَ تعالى فيهِ، إلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكانَ لَهُمْ حَسرَةٌ». رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۱۱/ ۸۳۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو لوگ کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کئے بغیر اٹھ جاتے ہیں' تو وہ ایسے ہیں جیسے وہ کسی مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہیں اور یہ مجلس ان کے لئے حسرت (کا باعث) ہوگی۔

(ابو داؤد' اس کی سند صحیح ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله.

۸۳۵- فائدہ: اس میں اللہ کی یاد سے غفلت پر سخت تنبیہ ہے' اس لئے کہ یہ غفلت ہی معصیتوں کی بنیاد ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

۸۳٦ ـ وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تعالى فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا على نَبِيِّهِمْ فِيهِ، إلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَإنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۱۲/ ۸۳٦ سابق راوی ہی سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں' اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نہ اپنے نبیؐ پر درود بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لئے حسرت (یا آگ) ہوگی۔ پس اگر اللہ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔ (ترمذی' حسن حدیث ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب القوم يجلسون ولا يذكرون الله تعالى.

۸۳٦- فائدہ: ترۃ ' کے معنی حسرت اور ندامت کے ہیں اور بعض نے آگ کے بھی کئے ہیں۔ یعنی اس کا نتیجہ جہنم کی آگ بھی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے مجلس میں اللہ کے ذکر کرنے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ترک پر عذاب نار کی وعید ہے۔

۸۳۷ ـ وعنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تعالى فِيهِ كَانَتْ

۱۳/ ۸۳۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا' اس

عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاً لا يَذْكُرُ اللهَ تعالى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ» رواه أبو داود. وقد سبق قريباً، وشرحنا «التِّرَةَ» فِيهِ.

میں اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا' تو یہ مجلس اس پر اللہ کی طرف سے حسرت و ندامت ہوگی اور جو کسی خواب گاہ میں لیٹا' اس میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو یہ اس کے لئے اللہ کی طرف سے حسرت (یا آگ کا باعث) ہو گی۔

(ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله تعالى.

۸۳۷- فوائد: اس باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مجلس اور ہر آرام گاہ میں اللہ کا ذکر کیا جائے تاکہ انسان کا رابطہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار رہے اور غفلت کا پردہ اس کے قلب و ذہن پر نہ پڑے' کیونکہ غفلت سے انسان گناہوں پر اور اللہ کی حدوں کو توڑنے اور اس کے ضابطوں کو پامال کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جب انسان کو اللہ یاد رہے گا تو وہ مجلسوں میں کسی کی غیبت' بدگوئی' طعن و تشنیع وغیرہ سے بھی محفوظ رہے گا جو آج کل کی مجالس کا دلچسپ مشغلہ ہے اور جس سے باہم نفرت و عداوت اور بغض و عناد اور تفریق و تشتت پیدا ہوتا یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان ان سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔ البتہ مجلسوں میں اللہ اور رسول کی باتیں کی جائیں' علمی مباحث ہوں' مسلمانوں کے حالات اور ان کی اصلاح کی بابت گفتگو ہو' مسلمانوں کی پستیوں کا تجزیہ اور ان کی ترقی و عظمت رفتہ کی بازیافت پر مذاکرہ و مناقشہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

١٣٠ - بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

۱۳۰۔ خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ مَنَامُكُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ ﴾ [الروم: ٢٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا (بھی) ہے۔

فائدۂ آیت: انسان سوتا ہے تو اس کے شعور و حواس ختم ہو جاتے ہیں اور وہ میت کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر جب بیدار ہوتا ہے تو اس کے شعور و حواس بحال ہو جاتے ہیں گویا اس کو دوبارہ زندگی مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے کمال قدرت اور توحید الوہیت کی دلیل ہے۔

٨٣٨ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إلَّا المُبَشِّرَاتُ» قالوا: وَمَا المُبَشِّرَاتُ؟ قال: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ» رواه البخاري.

۱ / ۸۳۸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت کے حصوں میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا' مبشرات (خوش خبری دینے والے) سے کیا مراد ہے؟ آپ ؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا' نیک خواب۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب المبشِّرات.

۸۳۸- فوائد: خواب میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے۔ خوش کن مناظر بھی اور ڈراؤنے مظاہر بھی اور بعض دفعہ

مستقبل قریب یا بعید میں پیش آنے والے واقعات خواب میں دکھلا دیئے جاتے ہیں' جس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مطابق وہ واقعہ رونما ہوتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب سلسلہ نبوت تو بند ہے اس لئے وحی بھی کسی پر نہیں اتر سکتی۔ البتہ نبوت کی ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وہ ہے خواب میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دہی۔ یہ اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے بھی۔ لیکن بطور تغلیب اسے صرف مبشرات کہا ہے' حالانکہ یہ منذرات (ڈرانے والے) بھی ہوتے ہیں۔

٨٣٩ ـ وعنه أن النَّبيَّ ﷺ قال: «إذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا المُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا المُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: «أَصْدَقُكُم رُؤْيَا أَصْدَقُكُم حَدِيثاً».

۲ / ۸۳۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب زمانہ (قیامت کے) قریب ہوجائے گا تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے' تم میں خواب کے اعتبار سے زیادہ سچے وہ ہیں جو تم میں بات میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب القيد في المنام ـ وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا.

۸۳۹۔ فوائد: "اقترب الزمان" کا مطلب ہے' جب دنیا کی مدت ختم ہونے کے قریب ہوجائے گی اور مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بعض مومنوں کو خواب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مستقبل کے حالات سے خبردار کردیتا ہے جیسے نبیوں کو وحی کے ذریعے سے آگاہ کیا جاتا رہا ہے۔

٨٤٠ ـ وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ رَآنِي فِي المَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي اليَقَظَةِ ـ أَوْ كَأَنَّمَا رَآنِي فِي اليَقَظَةِ ـ لا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي». متفقٌ عليه.

۳ / ۸۴۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا' وہ عنقریب مجھے (روز قیامت) حالت بیداری میں دیکھے گا۔ یا (فرمایا) گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا (اس لئے کہ) شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب من رأى النبي ﷺ في المنام ـ وصحيح مسلم، كتاب الرؤيا، باب قول النبي ﷺ من رآنى في المنام فقد رآني.

۸۴۰۔ فوائد: اس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ کون سی بات ارشاد فرمائی تھی؟ پہلی بات فرمائی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ قیامت کے روز بھی وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ یہ گویا اس کے مومن ہونے کی تصدیق ہے۔ اور اگر دوسری بات ہے تو مفہوم واضح ہی ہے۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ شیطان کسی بزرگانہ شکل میں آئے اور اس مغالطے میں ڈال دے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا

ہے' درآں حالیکہ وہ شکل کسی اور بزرگ کی ہو۔ اس لئے ہر مسلمان کو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک یاد ہونا چاہیے تاکہ شیطان اس کو دھوکے میں نہ ڈال سکے۔

٨٤١ ـ وعن أبي سعيدٍ الخدْري رضي الله عنه أنهُ سَمِعَ النبيَّ ﷺ يقول: «إذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ تعالى، فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا، وَلْيُحَدِّثْ بِهَا- وفي روايةٍ: فَلا يُحَدِّثْ بِهَا إلَّا مَنْ يُحِبُّ ـ وَإذا رَأَى غَيْرَ ذٰلكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَإنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلا يَذْكُرْهَا لأَحَدٍ، فإنها لا تضُرُّهُ» متفقٌ عليه.

۴/ ۸۴۱ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے' پس وہ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کرے۔ ایک اور روایت میں ہے پس اسے صرف ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت رکھتے ہیں اور جب اس کے برعکس ناپسندیدہ بات خواب میں دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے' پس وہ اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اسے بیان نہ کرے کیونکہ وہ اسے نقصان نہیں دے گا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا الصالحة من الله ـ وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا.

۸۴۱- فوائد: اس میں اچھے اور برے خواب دونوں کی بابت ہدایات دی گئی ہیں کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے اطلاع ہوتی ہے' اس لئے اسے بیان کرنا ہی ہو تو صرف اپنے خاص عزیز و اقارب کو بتلائیں' تاکہ برادران یوسف کی طرح کسی کے دل میں بغض و عناد پیدا نہ ہو اور اگر خواب برا ہے تو اسے بیان کرنے سے گریز کریں کیونکہ اکثر یہ وساوس شیطانی ہوتے ہیں اس لئے اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں کہ وہ بدشگونی پر محمول کریں۔ بلکہ اللہ سے شیطان کے شر سے پناہ مانگیں اور اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد و توکل کریں تو یقیناً وہ خواب انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔

٨٤٢ ـ وعن أبي قَتَادَةَ رضي الله عنه قال: قال النبيُّ ﷺ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ ـ وفي روايةٍ: الرُّؤْيَا الحَسَنَةُ ـ مِنَ اللهِ، وَالحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى شَيْئاً يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلاثاً، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ؛ فَإِنَّهَا لا تَضُرُّهُ» متفقٌ عليه.

«النَّفْثُ»: نَفخٌ لطِيفٌ لا رِيقَ مَعَهُ.

۵/ ۸۴۲ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' نیک خواب اور ایک روایت میں ہے اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ پس جو شخص کوئی ناپسندیدہ چیز (خواب میں) دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے' پس یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (بخاری و مسلم)

النفث' ایسی غیر محسوس پھونک' جس میں

تھوک نہ ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزءا ـ وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا.

۸۴۲- فوائد: رؤیا اور حلم دونوں کے معنی خواب کے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں رؤیا بالعموم اچھے خواب اور حلم برے خواب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ برا خواب دیکھنے سے انسان کو جو ذہنی پریشانی ہوتی ہے' اس میں اس کا حل بتلایا گیا ہے۔

۸٤۳ ـ وعن جابرٍ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إذَا رَأى أَحدُكُمُ الرُّؤيَا يَكرَهُهَا، فَلْيَبْصُق عَنْ يَسَارِهِ ثَلاثاً، وَليَستَعِذ باللهِ مِنَ الشَّيطانِ ثَلاثاً، وَلْيَتَحَوَّلْ عَن جَنبِهِ الذي كان عليه». رواه مسلم.

۶ / ۸۴۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک مارے اور تین مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں شیطان سے پناہ مانگے اور اپنے اس پہلو کو بدل لے جس پر وہ (لیٹا) ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، أول كتاب التعبير.

۸۴۳- فوائد: اس میں ایک اور اضافہ ہے کہ اپنا پہلو بدل لے۔انسان دائیں کروٹ پر لیٹا ہوا ہے تو بائیں کروٹ پر اور بائیں پر لیٹا ہوا ہے تو دائیں پہلو پر ہوجائے۔ یہ بطور تفاؤل اس طرح کیا گیا ہے کہ برا خواب اللہ کے حکم سے اچھے خواب میں تبدیل ہوجائے۔

۸٤٤ ـ وعن أبي الأسْقَعِ وَاثِلَةَ بنِ الأَسقعِ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ مِن أَعظَمِ الفِرَى أَن يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إلى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرِيَ عَينَهُ مَا لَم تَرَ، أَوْ يَقُولَ على رسولِ اللهِ ﷺ مَا لم يَقُلْ» رواه البخاري.

۷ / ۸۴۴ حضرت ابو اسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ سب سے بڑا افتراء (بہتان) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے' یا اپنی آنکھوں کو وہ کچھ دکھائے جو اس نے نہیں دیکھا (یعنی بغیر کچھ دیکھے یوں ہی من گھڑت خواب بیان کرے) یا رسول اللہ ﷺ کے ذمے ایسی بات لگائے جو آپ ؐ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب برقم۳۵۰۹.

۸۴۴- فوائد: باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت ابوت کرنا کبیرہ گناہ ہے' اس لئے کہ اس میں نسب کا ضیاع اور اختلاط ہے۔ جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جھوٹا خواب بیان کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے کہ اس میں آدمی اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ مجھے اللہ نے اس طرح دکھایا' دراں حالیکہ اللہ نے اسے نہیں دکھلایا ہوتا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹی حدیثوں کی نسبت کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں میں گمراہی پھیلتی یا آپ ؐ کی شخصیت داغ دار ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی بڑے گھناؤنے جرم ہیں۔ لیکن

افسوس ہے کہ غیر محتاط علماء بالخصوص قصہ گو واعظین اور شیریں بیاں خطیبوں میں جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی بیماری عام ہے۔ ضعیف حدیث بھی' اس کے ضعف کی صراحت کئے بغیر بیان کرنا' اس وعید میں شامل ہے۔ اس لئے ضعیف حدیثیں بھی بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

آج کل بعض جاہ پسند اور شہرت طلب قسم کے نام نہاد علماء ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے خوابوں کی بنیاد پر بڑے بڑے دعوے کئے ہیں حتیٰ کہ وہ ہر کام سے پہلے نبی کریم ﷺ سے ملاقات اور مشورہ لینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ خوابوں کے ذریعے سے اپنے باطل مذاہب کی حقانیت کا دعویٰ اور دوسرے صحیح مسلک کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں فضول اور بے سروپا ہیں۔ خواب کسی بھی چیز کے حلال یا حرام اور اسی طرح حق یا باطل ہونے کی بنیاد نہیں بن سکتے' ان کے لئے واضح شرعی دلائل کی ضرورت ہے۔



٥ - كِتَابُ السَّلَامِ

١٣١ - بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالأَمْرِ بِإِفْشَائِهِ

۱۳۱۔ سلام کرنے کی فضیلت اور اس کے پھیلانے کا حکم

قال الله تعالى: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾ [النور: ٢٧]. وقال تعالى: ﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَـٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾ [النور: ٦١]. وقال تعالى: ﴿ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا۟ بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوهَآ ﴾ [النساء: ٨٦]. وقال تعالى: ﴿ هَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا۟ عَلَيْهِ فَقَالُوا۟ سَلَـٰمًا ۖ قَالَ سَلَـٰمٌ ﴾ [الذاريات: ٢٤، ٢٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو' تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔

اور فرمایا: بس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے نفسوں پر سلام کرو' یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے' مبارک اور پاکیزہ۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جب تمہیں (سلام کا) تحفہ دیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ انہیں دو (یعنی سلام کے ساتھ' رحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہو) یا وہی انہیں لوٹا دو (یعنی صرف وعلیکم السلام جواب میں کہہ دو)

اور فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی' جب وہ اس کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا' تو ابراہیمؑ نے بھی سلام کہا۔

فوائد آیات: ان تمام مذکورہ آیات میں سلام کرنے کی تاکید' اس کی فضیلت اور اس کے بعض احکام و آداب کا بیان ہے۔ اب ذیل میں احادیث ملاحظہ ہوں۔

٨٤٥ - وعن عبد اللهِ بنِ عمرو بنِ العاص رضي الله عنهما أن رجلاً سَأَلَ رسولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الإِسْلام خَيْرٌ؟ قالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ» متفقٌ عليه.

۱/ ۸۴۵ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' اسلام کی کون سی بات زیادہ بہتر ہے؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' تم (بھوکے کو) کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو' چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام في الإسلام، - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل؟.

۸۴۵- فوائد: مساکین و غرباء کو کھانا کھلانا بہت اچھا ہے۔ لیکن اس میں ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کردینا بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہر شناسا اور غیر شناسا کو سلام کرنا بھی بہت اچھی صفت ہے۔ یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ ان سے محبت پیدا ہوتی اور نفرت وکدورت دور ہوتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سلام' السلام علیکم ہی ہے' نمستے' یا آداب عرض' یا شب بخیر اور گڈ مارننگ وغیرہ وغیرہ کہنا نہیں ہے' یہ سب غلط ہے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ سلام نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے' کیونکہ یہ غیروں کی نقالی اور اللہ کے حکم سے اعراض ہے۔

٨٤٦ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لمَّا خَلَقَ الله تعالى آدمَ ﷺ قال: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلى أُولَئكَ - نَفَرٍ مِنَ المَلائِكَةِ جُلُوسٍ - فاسْتَمِعْ ما يُحَيُّونَكَ، فإنَّها تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، فقالوا: السَّلامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللهِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۸۴۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب اللہ نے حضرت آدم ؑ کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا' جا' اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اس جماعت کو سلام کر اور وہ جو جواب دیں' اسے غور سے سن' کیونکہ وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس حضرت آدم ؑ نے جاکر کہا السلام علیکم' تو انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ پس انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کردیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، وكتاب الاستئذان، باب بدء السلام - وصحيح مسلم، كتاب الجنة . . . ، باب يدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطير.

۸۴۶- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم' مسلمانوں والا یہ سلام حضرت آدم علیہ السلام سے ہی چلا آرہا ہے اور ہر آسمانی دین میں یہی سلام رائج رہا ہے۔ البتہ دیگر احادیث کی رو سے ابتدا میں ہی السلام علیکم کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ کرلینا مستحب ہے' اس سے ثواب میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔

٨٤٧ - وعن أبي عُمارةَ البَرَاءِ بنِ عازِبٍ رضي الله عنهما قال: أمرنا رسولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ: بِعِيادَةِ المَرِيضِ، وَاتِّباعِ الجَنائِزِ، وَتَشْمِيتِ العَاطِسِ،

۳/ ۸۴۷ حضرت ابو عمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا' بیمار کی مزاج پرسی کا' جنازوں کے پیچھے چلنے یعنی اس میں شریک ہونے کا' چھینکنے والے کی چھینک کا

وَنَصْرِ الضَّعِيفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِبرارِ الْمُقْسِمِ. متفقٌ عليه، هذا لفظ إحدى روايات البُخَاري.

جواب (یرحمک اللہ کہہ کر) دینے کا' کمزور کی مدد کرنے کا' مظلوم کی فریاد رسی کرنے کا' سلام پھیلانے کا اور قسم دلانے والے کی قسم کے پورا کر دینے کا (تاکہ قسم کھانے والے کو تکلیف نہ ہو) (بخاری و مسلم۔ یہ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب إفشاء السلام ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام.

۸۴۷- فوائد: مسلمانوں کے یہ باہمی حقوق ایسے ہیں کہ ان سے آپس میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے اور ان کے درمیان ربط و تعلق میں اضافہ ہوتا اور ایک دوسرے کے بارے میں احترام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

٨٤٨ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لَاتَدْخُلُوا الجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلا أَدُلُّكُمْ عَلى شَيْءٍ إذا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ» رواه مسلم.

۴ / ۸۴۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم جنت میں نہیں جاؤ گے' یہاں تک کہ ایمان لاؤ' اور تم مومن نہیں ہو گے' یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور عام کرو۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون، وأن محبة المؤمنين من الإيمان.

۸۴۸- فوائد: اس میں دخول جنت کے لئے ایمان کو اصل بنیاد اور اس بنیاد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کے درمیان محبت کو اور باہمی محبت کے لئے سلام کے پھیلانے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

٨٤٩ ـ وعن أبي يوسفَ عبدِ الله بن سلام رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الأَرْحَامَ، وَصَلُّوا والنَّاسُ نِيامٌ، تَدْخُلُوا الجَنَّةَ بِسَلَامٍ» رواه الترمذيُّ وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۵ / ۸۴۹ حضرت ابویوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ' لوگوں کو کھانا کھلاؤ' رحموں کو ملاؤ (یعنی رشتے داریوں کے حقوق ادا کرو) اور اس وقت اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں (یعنی تہجد کی نماز) تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في فضل إطعام الطعام.

۸۴۹- فائدہ: یہ ساری باتیں ایک مومن کے لئے ضروری ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک خصلت جنت میں

لے جانے کا سبب ہے۔

٨٥٠ ـ وعن الطُّفَيْل بنِ أُبيِّ بنِ كَعْبٍ أَنَّهُ كانَ يَأْتي عبدَ الله بنَ عُمَرَ، فَيَغْدُو مَعَهُ إلى السُّوقِ، قال: فإذا غدَوْنَا إلى السُّوقِ، لَمْ يَمُرَّ عبدُ اللهِ عَلى سَقَّاطٍ وَلا صاحِبِ بِيْعَةٍ، وَلَا مِسْكِينٍ، وَلَا أَحَدٍ إلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ، قالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عبدَ الله بنَ عُمَرَ يَوْماً، فَاسْتَتْبَعَني إلى السُّوقِ، فَقُلْتُ لهُ: ما تَصْنَعُ بِالسُّوقِ، وَأَنْتَ لا تَقِفُ عَلى البَيِّعِ وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلَا تَسُومُ بِهَا، وَلَا تَجْلِسُ في مَجَالِسِ السُّوقِ؟ وَأَقُولُ: اجْلِسْ بِنا هٰهُنا نَتَحَدَّثْ، فقالَ: يَا أَبَا بَطْنٍ! ـ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذا بَطْنٍ ـ إنَّمَا نَغْدُو مِنْ أَجْلِ السَّلامِ، فَنُسَلِّمُ عَلى مَنْ لَقِيناهُ. رواه مالك في الموطأ بإسناد صحيح.

٨٥٠/٦ حضرت طفیل بن ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کرتے تھے' پھر ان کے ساتھ بازار جاتے' وہ بیان کرتے ہیں' پس جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ بن عمرؓ کا گزر کسی کباڑیئے کے پاس سے ہوتا یا کسی تاجر یا مسکین کے پاس سے ہوتا تو وہ سب کو سلام کرتے۔ طفیلؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار چلنے کو کہا' میں نے ان سے کہا' آپؓ بازار میں کیا کریں گے؟ آپؓ کسی سودا فروخت کرنے والے کے پاس ٹھہرتے ہیں' نہ کسی سامان کے متعلق پوچھتے ہیں اور نہ اس کا بھاؤ کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ (اس لئے) میں تو کہتا ہوں کہ آپؓ یہیں تشریف رکھیں' ہم آپس میں گفتگو کریں۔ تو انہوں نے فرمایا اے ابوبطن! (پیٹ والے) ان کا پیٹ بڑھا ہوا تھا (اس لئے انہیں اس طرح کہا) ہم تو صرف سلام کرنے کی غرض سے ہی بازار جاتے ہیں' جو بھی ملے ہم اسے سلام کریں۔

(مؤطا' اس کی سند صحیح ہے)

تخریج: مؤطأ الإمام مالك، كتاب السلام، باب جامع السلام.

۸۵۰۔ فوائد: غدا یغدو صبح سویرے جانے کو کہتے ہیں لیکن اسے مطلق جانے کے مفہوم میں بھی بول لیتے ہیں اور یہاں یہ مطلق جانے کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح صاحب بیعة میں بیعة 'باء پر زیر ہے' الحالة من المبيع جیسے رکبة اور قعدة (سواری کی حالت اور بیٹھنے کی حالت) ہے۔ اسی طرح لاتقف علی البیع کے البیع' میں یاء مشدد ہے' بمعنی بائع' فروخت کنندہ۔

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبہ افشائے سلام کا بیان ہے جو اتباع رسول ﷺ کا مظہر ہے۔ دوسرے کسی شخص کو اس کے کسی وصفی نام سے پکارنا جائز ہے بشرطیکہ اسے ناگوار نہ ہو اور نہ اس سے اس کی تحقیر ہی مقصود ہو۔

١٣٢ ـ باب كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

۱۳۲۔ سلام کی کیفیت کا بیان

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَقُولَ المُبْتَدِىءُ بِالسَّلَامِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله

امام نوویؒ فرماتے ہیں:
سلام میں پہل کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ

وَبَـرَكَاتُهُ؛ فيأتي بضمير الجمع، وإنْ كانَ المُسَلَّمُ عَلَيْهِ واحداً، ويقولُ المُجيبُ: وَعَلَيْكُمُ السَّلامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَـرَكَاتُهُ؛ فيأتي بواو العَطفِ في قوله: وَعَلَيْكُمْ.

وہ جمع کی ضمیر کے ساتھ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اگرچہ جس کو وہ سلام کر رہا ہے ایک شخص ہی ہو اور جواب دینے والا بھی جمع کی ضمیر کے ساتھ جواب دے' وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' علیکم سے پہلے واؤ عاطفہ بھی لگائے' جیسے وعلیکم۔

٨٥١ ـ عن عِمْرَانَ بنِ الحُصَيْنِ رضي الله عنهما قال: جاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثم جَلَسَ، فقال النبيُّ ﷺ: «عَشْرٌ» ثم جاءَ آخَرُ فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عليهِ فَجلَسَ، فقال: «عِشْرُونَ» ثم جَاءَ آخَرُ، فقال: السَّلامُ عَلَيكُم وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجلَسَ، فقال: «ثَلاثُونَ» رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۸۵۱/۱ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اس کے لئے) دس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا (اس کے لئے) بیس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا' پس وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا (اس کے لئے) تیس نیکیاں ہیں۔
(ابو داوٗد' ترمذی۔ حسن حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيف السلام؟ ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما ذكر في فضل السلام.

۸۵۱۔ فوائد: اس سے واضح ہے کہ صرف السلام علیکم کے کہنے سے دس نیکیاں ملیں گی اور رحمۃ اللہ کے اضافے سے مزید دس اور وبرکاتہ کے اضافے سے مزید دس نیکیاں ملیں گی تاہم اس سے زیادہ الفاظ کا اضافہ احادیث سے ثابت نہیں۔ اس لئے اسی پر کفایت کرنا بہتر ہے۔

٨٥٢ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «هذا جبريلُ يقرأُ عَلَيْكِ السَّلامَ» قالَتْ: قُلْتُ: «وَعَلَيْهِ السَّلامُ ورحْمَةُ اللهِ وَبَـرَكَاتُهُ» متفقٌ عليه. وهكذا وقع في بعض روايات الصحيحين: «وَبَـرَكَـاتُـهُ» وَفـي بَعْضِها بحَذْفِهَا، وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقبُولَةٌ.

۸۵۲/۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہ جبریلؑ ہیں جو تجھے سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' میں نے جواب میں کہا' وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
(بخاری و مسلم)
صحیحین (بخاری و مسلم) کی بعض روایات میں اسی طرح "وبرکاتہ" کے ساتھ ہے اور بعض میں اس کے بغیر ہے

اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے۔ (اس لیے "وبرکاتہ" کا اضافہ صحیح ہے)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب بدء الخلق - وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب في فضل عائشة رضی الله عنها.

۸۵۲- فوائد: اس میں ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اثبات ہے۔ دوسرے' غائبانہ سلام کا جواب دینے کے طریقے کا بیان ہے کہ جواب میں وعلیکم کی بجائے علیہ السلام (ضمیر غائب کے ساتھ) کہا جائے۔

٨٥٣ - وعن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ، كانَ إذا تكلَّمَ بكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثلاثاً حتى تُفهَمَ عنه، وَإذا أَتَى عَلى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيهِم سَلَّم عَلَيْهِم ثَلاثاً. رواه البخاري. وهٰذا مَحْمُولٌ علَى مَا إذا كان الجَمْعُ كَثِيراً.

۳ / ۸۵۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم کے پاس آکر سلام کہتے تو سلام بھی تین مرتبہ کہتے' (بخاری) یہ اس صورت میں ہے جب لوگ بہت زیادہ ہوتے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب العلم، باب من أعاد الحدیث ثلاثا، وکتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا.

۸۵۳- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے کرم و اخلاق کے ایک پہلو کا بیان ہے کہ آپ لوگوں کے جذبات کا احترام اور ان کی خاطرداری کا اہتمام فرماتے تھے کیونکہ سب کا سلام سننا اور جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ اگر مجمع میں سے ایک شخص بھی سلام سن کر جواب دے دے تو کافی ہے' یہ دل داری کا ہی اہتمام ہے کہ اس کے باوجود آپ تین تین مرتبہ سلام کہتے تاکہ سب سن لیں اور کسی کو شکوہ نہ ہو۔

٨٥٤ - وعن المِقْدَادِ رضي الله عنه في حديثِهِ الطويل قال: كُنَّا نَرفَعُ للنَّبيِّ ﷺ نَصِيبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجيءُ مِنَ اللَّيلِ، فَيُسَلِّمُ تَسلِيماً لا يُوقِظُ نَائماً، وَيُسْمِعُ اليَقظَانَ، فَجاءَ النبيُّ ﷺ فَسَلَّمَ كما كان يُسَلِّمُ. رواه مسلم.

۴ / ۸۵۴ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے لئے ان کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے' پس آپ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور اور بیدار کو سنا دیتے۔ پس نبی ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب فضل الضیف وفضل إیثاره.

۸۵۴- فوائد: اس میں اس مسئلے کی وضاحت ہے کہ جہاں کچھ لوگ سوئے ہوئے اور کچھ بیدار ہوں تو کس طرح سلام کیا جائے؟ اس طرح کہ سوئے ہوئے بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہوں وہ سلام کی آواز سن کر جواب دے دیں۔

٨٥٥ ـ وعن أَسْمَاءَ بنتِ يزيدَ رضي الله عنها أن رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ في المَسْجِدِ يوماً، وَعُصبةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعودٌ، فَأَلوى بِيَدِهِ بالتسْليم. رواه الترمذي وقال: حديث حسن. وهٰذا مَحْمُولٌ عَلى أنه ﷺ جَمَعَ بَيْنَ اللَّفظ والإشَارَة، ويُؤَيِّدُهُ أن في روايةِ أَبي داود: «فَسَلَّمَ عَلَيْنَا».

۸۵۵/۵ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد سے گزرے اور وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ پس آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (ترمذی' حسن)

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ آپ نے الفاظ اور اشارہ دونوں کو جمع فرمالیا' یعنی منہ سے السلام علیکم کے الفاظ ادا فرمائے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا۔ اور اس کی تائید ابو داؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آپؐ نے ہمیں سلام کہا۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم على النساء ـ وسنن أبي داود رقم الحديث٥٢٠٢.

۸۵۵۔ فوائد: (۱) دور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے۔ البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے (۲) نبی ﷺ کے لئے عورتوں کو سلام کہنا جائز تھا کیونکہ آپؐ تو مغفور اور اللہ کی حفاظت میں رہنے والے تھے۔ تاہم دوسروں کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں اندیشہ فتنہ ہے' ہاں جہاں فتنے اور دیگر خرابیوں کا خطرہ نہ ہو تو وہاں حدیث پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ جیسے محترم اور عمر رسیدہ قسم کی عورتوں کو سلام کرنا' یہ جائز ہے تاہم جوان عورتوں کو سلام کرنا فتنے کا باعث بن سکتا ہے اس لئے جہاں فتنے کا خوف ہو سلام نہ کیا جائے۔

٨٥٦ ـ وعن أبي جُرَيٍّ الهُجَيْمِيِّ رضي الله عنه قال: أَتَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلامُ يا رسولَ اللهِ! قَالَ: «لا تَقُلْ: عَلَيْكَ السَّلامُ، فإنَّ عَلَيْكَ السَّلامُ تَحِيَّةُ المَوْتَىٰ». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح. وقد سبق بطوله.

۸۵۶/۶ حضرت ابو جری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا علیک السلام' یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا علیک السلام مت کہو' اس لئے کہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔ (ابو داؤد' ترمذی' حسن صحیح) یہ حدیث پوری پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے' رقم الحدیث ۷۹۶/۷)

تخريج: سبق في رقم٧٩٦.

۸۵۶۔ فوائد: اسے مردوں کا سلام' زمانہ جاہلیت کے اعتبار سے فرمایا ہے' ورنہ اسلام میں تو زندہ اور مردہ دونوں کے لئے السلام علیکم ہی ہے۔

١٣٣ ـ بَابُ آدَابِ السَّلَامِ

۱۳۳۔ سلام کے آداب کا بیان

٨٥٧ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه

۸۵۷/۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول

أن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى المَاشِي، والمَاشِي عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ» متفقٌ عليه. وفي روايَةٍ للبخاري: «وَالصَّغِيرُ عَلَى الكَبِيرِ».

اللہ ﷺ نے فرمایا' سوار پیادہ چلنے والے کو اور چلنے والا' بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی روایت میں ہے اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب تسليم القليل علي الكثير، وباب تسليم الراكب علي الماشي، وباب تسليم الماشى علي القاعد ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب تسليم الراكب علي الماشى.

۸۵۷۔ فوائد: مذکورہ طریقے سے سلام کرنا چاہیے۔ اس میں رتبوں کا اعتبار نہیں' مذکورہ صورتوں کا اعتبار ہوگا۔

٨٥٨ ـ وعن أبي أُمَامَةَ صُدَيِّ بن عَجلانَ البَاهِلِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ أَوْلَى النَّاسِ باللهِ مَنْ بَدَأَهم بالسَّلامِ». رواه أبو داود بإسنادٍ جيدٍ.

وروَاه الترمذي عن أبي أُمَامَةَ رضي الله عنه: قِيلَ: يا رسولَ اللهِ! الرَّجُلانِ يَلْتَقِيَانِ، أَيُّهُما يَبْدَأُ بالسَّلَامِ؟ قال: «أَوْلاهُمَا باللهِ تعالى». قال الترمذي: هذا حديثٌ حسنٌ.

۲ / ۸۵۸ حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک لوگوں میں اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ اس کو ابو داؤد نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا اور ترمذی نے بھی اسے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس میں ہے کہ) آپ سے دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! (یہ بتلائیے) دو آدمی جو آپس میں ملیں' ان میں سے سلام میں کون پہل کرے؟ آپ نے فرمایا' جو ان میں سے اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ (ترمذی' حدیث حسن درجے کی ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب فضل من بدأ بالسلام ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في فضل الذي يبدأ بالسلام.

۸۵۸۔ فوائد: جس کا تعلق اللہ سے گہرا اور پختہ ہوتا ہے اس میں تواضع اور فروتنی بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے سلام میں پہل کرنے کی سعادت بھی اسی کے حصے میں آتی ہے اور دوسرے لوگ اکڑفوں میں ہی رہ جاتے ہیں۔

١٣٤ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ إِعَادَةِ السَّلَامِ عَلَى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلَى قُرْبٍ بِأَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، ثُمَّ دَخَلَ فِي

۱۳۴۔ بار بار سلام کے دہرانے کے مستحب ہونے کا بیان جیسے کوئی مل کر اندر گیا' پھر فوراً باہر آگیا' باہر سے اندر گیا یا ان کے درمیان درخت' اور اس قسم کی کوئی چیز

الْحَالِ، أَوْ حَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوُهَا

حائل ہو گئی' تو پھر سلام کرنا

٨٥٩ ـ عن أبي هُريرةَ رضيَ الله عنه في حَدِيثِ الْمُسيءِ صَلاَتَهُ أَنهُ جاءَ فصلى، ثُمَّ جاءَ إلى النبيِّ ﷺ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلامَ، فقال: «ارْجِع فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جاءَ فَسَلَّمَ عَلى النَّبيِّ ﷺ، حَتى فَعَلَ ذلكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ. متفقٌ عليه.

۱ / ۸۵۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث مسیئی الصلوۃ (نماز بگاڑ کر پڑھنے والے کے قصے) میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ آیا اور نماز پڑھی' پھر نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ؐ کو سلام کیا' آپ ؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا لوٹ جا' پھر نماز پڑھ' اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ وہ واپس گیا اور نماز پڑھی' پھر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا (آپ ؐ نے سلام کا جواب دے کر پھر اسے دوبارہ نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی) حتیٰ کہ تین مرتبہ ایسا کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها. . .، وباب استواء الظهر في الركوع، وكتاب الإيمان، وكتاب الإستئذان ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة.

۸۵۹۔ فوائد: اس میں تھوڑے سے وقفے اور فاصلے پر بار بار سلام کرنے کا اثبات ہے۔ جیسا کہ امام صاحب نے باب باندھا ہے۔

٨٦٠ ـ وعنه عَنْ رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إِذا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخاه، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ» رواه أبو داود.

۲ / ۸۶۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو ملے تو اسے سلام کہے' پس اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے' پھر اسے ملے تو اسے چاہیے کہ پھر سلام کرے۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلّم عليه؟.

امام صاحب نے جو باب باندھا ہے یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے جو بالکل واضح اور باب کو ثابت کر رہی ہے۔

١٣٥ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلاَمِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

۱۳۵۔ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے

قال الله تعالى: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ [النور: ٦١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں (گھر والوں) کو سلام کرو' یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے بابرکت اور پاکیزہ۔

٨٦١ - وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قالَ: قالَ لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا بُنَيَّ! إذا دَخَلْتَ عَلى أهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ، وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

١/ ٨٦١ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو' تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم إذا دخل بيته.

٨٦١- فوائد: بہت سے لوگ جب اپنے گھر جاتے ہیں تو اپنے بیوی بچوں کو سلام کرنے میں اپنی سبکی محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ خیر و برکت اور سلامتی کی دعا ہے۔ اس لئے اس میں حجاب محسوس کرنا اچھا نہیں بلکہ آتے جاتے سلام ضرور کرنا چاہیے۔

١٣٦ - بابُ السَّلَامِ عَلى الصِّبْيَانِ

١٣٦- بچوں کو سلام کرنے کا بیان

٨٦٢ - عن أنسٍ رضي الله عنه أَنَّهُ مَرَّ عَلى صِبْيانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وقال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ. متفق عليه.

١/ ٨٦٢ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم علي الصبيان - وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب السلام علي الصبيان.

٨٦٢- فوائد: بچوں کو سلام کرنے میں بھی تواضع کا اظہار اور ان کی دلجوئی کا اہتمام ہے۔ علاوہ ازیں سلام کی اہمیت بھی ان پر واضح ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ سنت رسولؐ اور اسوہ پیغمبرؐ ہے۔ اس لئے اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔

١٣٧ - بابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى زَوْجَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهِ وَعَلى أَجْنَبِيَّةٍ وَأَجْنَبِيَّاتٍ لاَ يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ، وَسَلاَمِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

١٣٧- آدمی کا اپنی بیوی کو' اپنی محرم عورت کو اور فتنے کا خوف نہ ہو تو اجنبی عورت یا (عام) عورتوں کو سلام کرنا' اسی شرط کے ساتھ عورتوں کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

٨٦٣ - عن سَهْلِ بنِ سَعْدٍ رضيَ الله عَنْهُ قالَ: كانَتْ فِينا امْرَأَةٌ - وفي روايةٍ: كانَتْ لَنا عَجُوزٌ - تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ فِي القِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ

١/ ٨٦٣ حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے محلے میں ایک عورت تھی اور ایک روایت میں ہے' بوڑھی عورت تھی وہ چقندر کی جڑیں لیتی اور انہیں ہانڈی میں ڈالتی (پکاتی) اور جو کے کچھ دانے پیستی۔

شَعِيرٍ، فَإِذا صَلَّيْنَا الجُمُعَةَ، وَانصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْها، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا. رواه البخاري.
قوله: «تُكرْكِرُ» أَيْ: تَطحَنُ.

جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے' اسے سلام کرتے تو وہ یہ کھانا ہمارے سامنے پیش کرتی۔ (بخاری)
"تکرکر" کے معنی ہیں پیستی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة، وكتاب الحرث، وكتاب الأطعمة، وكتاب الاستئذان.

٨٦٤ ـ وعَنْ أُمِّ هَانِىءٍ فَاخِتَةَ بِنتِ أَبي طالب رضيَ اللهُ عَنها قالَتْ: أَتَيْتُ النبيَّ ﷺ يَوْمَ الفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ، وذكرتِ الحديث. رواه مسلم.

۲/ ۸۶۴ حضرت ام ھانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' کہ میں فتح مکہ والے دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو کپڑے سے پردہ کئے ہوئی تھیں۔ پس میں نے آکر سلام عرض کیا۔ آگے لمبی حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه.

۸۶۴۔ فوائد: مذکورہ حدیث میں مردوں کا بوڑھی عورت کو اور اس حدیث میں ایک عورت کا نبی ﷺ کو سلام کرنے کا ذکر ہے۔ جس سے باب مذکور کے مفہوم کا اثبات ہوتا ہے۔

٨٦٥ ـ وعن أسماءَ بنتِ يزيدَ رضي الله عنها قالت: مَرَّ عَلَيْنَا النبيُّ ﷺ في نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسنٌ، وهذا لفظ أبي داود، ولفظ الترمذي: أَنَّ رسولَ الله ﷺ مَرَّ في المَسْجِدِ يَوْماً، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ.

۳/ ۸۶۵ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم چند عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ہمیں سلام کیا۔ (ابو داؤد' ترمذی' حدیث حسن ہے) اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں اور ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ سلام کیا۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب السلام علي النساء ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم علي النساء.

۸۶۵۔ فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جہاں فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو تو مرد عورت کو اور عورت مرد کو سلام کرسکتی ہے۔ عورتوں کی جماعت ہو یا بوڑھی عورت ہو تو مردوں کا ان کو سلام کرنا جائز ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ جوان عورت کا جب کہ وہ تنہا ہو مرد کو سلام کرنا اور اسی طرح مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا صحیح نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ ہے۔

١٣٨ ـ بَابُ تَحْرِيمِ ابْتِدَائِنَا الْكُفَّارَ ۱۳۸۔ کافر کو سلام میں پہل کرنے کے حرام

بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَّةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ مَجْلِسٍ فِيهِمْ مُسْلِمُونَ وَكُفَّارٌ

ہونے اور ان کو سلام کا جواب دینے کا طریقہ اور کافروں اور مسلمانوں کی مشترکہ مجلس میں سلام کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

٨٦٦ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أنّ رسولَ الله ﷺ قال: «لا تَبدَؤوا اليَهُودَ ولا النَّصارى بِالسَّلام، فإذا لَقِيتُم أَحَدَهُم في طَرِيق فَاضطَرُّوهُ إلى أَضْيَقِهِ» رواه مسلم.

۱/ ۸۶۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہود اور نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو، جب تم ان میں سے کسی کو راستے میں ملو تو اسے راستے کے تنگ ترحصے پر چلنے پر مجبور کردو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام وكيف يرد عليهم؟.

۸۶۶۔ فوائد: تنگ تر راستے سے مراد ہے، ایک کنارہ، یعنی جب راستے میں بھیڑ ہو تو درمیان میں مسلمانوں کو چلنا چاہیے تاکہ ان کی شوکت و حشمت کا اظہار ہو اور غیر مسلموں کو مجبور کیا جائے کہ وہ کناروں پر چلیں۔

٨٦٧ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إذا سَلَّمَ عَلَيْكُم أهلُ الكِتابِ فقولوا: وَعَلَيكُم» متفقٌ عليه.

۲/ ۸۶۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں تو تم (صرف) وعلیکم کہا کرو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب كيف يرد علي أهل الذمة السلام؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام.

٨٦٨ ـ وعن أُسَامَةَ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ مَرَّ على مَجلِسٍ فِيهِ أخلاطٌ مِنَ المُسْلِمِينَ والمُشرِكِينَ ـ عَبَدَةِ الأوثانِ واليَهُودِ ـ فَسَلَّمَ عَلَيهِم النبيُّ ﷺ. متفقٌ عليه.

۳/ ۸۶۸ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسی مجلس سے ہوا جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہود ملے جلے لوگ تھے، پس نبی ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم علي مجلس فيه أخلاط ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب في دعاء النبي ﷺ وصبره علي أذي المنافقين.

۸۶۸۔ فوائد: گویا اس طرح مشترکہ مجلس میں مسلمانوں کو اپنا مخاطب سمجھ کر انہیں السلام علیکم کہنا چاہیے۔

١٣٩ ـ بابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا قَامَ

۱۳۹۔ جب مجلس سے اٹھے اور اپنے

مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهُ أَوْ جَلِيسَهُ

ساتھیوں یا ساتھی سے جدا ہو تو سلام کرنا مستحب ہے

٨٦٩ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إذا انتَهى أَحَدُكُم إلى المَجْلِسِ فَلْيُسَلِّم، فَإذا أَرادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الأولى بِأَحَقَّ مِنَ الآخِرَةِ» رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۸۶۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے' اس لئے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ فائق نہیں ہے۔

(ابو داوٗد' ترمذی' حسن حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب السلام إذا قام من المجلس ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم عند القيام وعند القعود.

۸۶۹- فوائد: پہلا سلام تو وہ ہے جو مجلس میں پہنچتے ہی کیا جائے اور دوسرا وہ جو مجلس سے اٹھتے وقت کیا جائے۔ دونوں سلام ضروری ہیں۔ پہلا دوسرے سے فائق نہیں ہے' کا مطلب بھی یہی ہے کہ دونوں اوقات میں سلام کیا جائے۔

١٤٠ ـ بَابُ الاِسْتِئْذَانِ وَآدَابِهِ

۱۴۰۔ اجازت حاصل کرنے اور اس کے آداب کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾ [النور: ٢٧]. وقال تعالى: ﴿وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ فَلْيَسْتَـْٔذِنُوا۟ كَمَا ٱسْتَـْٔذَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ [النور: ٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو' تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ (اندر داخل ہونے کے لئے) اسی طرح اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت مانگتے تھے۔

فائدہ آیات: ان آیات میں گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کے مخاطب بالغ مرد ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بھی اجازت طلبی کے بغیر داخل ہونا ممنوع ہے۔

٨٧٠ ـ وعن أَبي موسى الأشْعَريِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «الاسْتِئْذَانُ ثَلاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا

۱/ ۸۷۰ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اجازت طلب کرنا تین مرتبہ ہے' پس اگر اجازت دے دی جائے (تو اندر چلا جائے)

فَارْجِع» متفقٌ عليه.

ورنہ واپس لوٹ جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا ۔ وصحيح مسلم، أول كتاب الاستئذان.

٨٧١ ـ وعن سهل بن سعدٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا جُعِلَ الاستئذَانُ مِنْ أَجْلِ البَصَر» متفق عليه.

٢/ ٨٧١ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اجازت کا طلب کرنا اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر ۔ وصحيح مسلم، كتاب الاستئذان، باب تحريم النظر في بيت غيره.

٨٧١۔ فوائد: انسان اپنے گھر کے خلوت خانے میں مختلف کاموں میں مصروف ہوتا ہے ۔علاوہ ازیں عورتیں بھی اپنے کام کاج میں لگی ہوتی ہیں۔ اگر کسی گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا ضروری نہ ہوتا تو بہت سوں کی پردہ دری ہوتی اور نامحرم عورتوں پر بھی نظر پڑتی۔ ان دونوں قباحتوں کے سدباب کے لئے اجازت طلب کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

٨٧٢ ـ وعن رِبْعِيِّ بن حِرَاشٍ قال: حدَّثَنا رَجُلٌ من بني عَامِرٍ استأْذَنَ على النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ في بيتٍ، فقال: أَأَلِجُ؟ فقال رسولُ اللهِ ﷺ لخادمِهِ: «اخرج إلى هذا فَعَلِّمهُ الاستئذانَ، فَقُل لَهُ: قُل: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟» فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ له النَّبِيُّ ﷺ، فدخلَ. رواه أبو داود بإسناد صحيح.

٣/ ٨٧٢ حضرت ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ ہمیں بنوعامر قبیلے کے ایک آدمی نے بتلایا' کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جب کہ آپ گھر کے اندر موجود تھے۔ پس اس نے ان الفاظ میں اجازت مانگی' کیا میں اندر داخل ہوجاؤں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا' اس شخص کے پاس جا اور اسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلا' اور اس سے کہہ کہ ان الفاظ کے ساتھ اجازت مانگ۔ السلام علیکم' کیا میں اندر آجاؤں؟ پس اس آدمی نے سن کر کہا' السلام علیکم' کیا میں اندر آجاؤں؟ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اندر داخل ہوگیا۔
(ابو داؤد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيفية الاستئذان.

٨٧٢۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دروازے پر کھڑے ہوکر پہلے سلام کیا جائے اور پھر اندر جانے کی اجازت طلب کی جائے۔ نیز جسے معلوم نہ ہو اسے دین کی باتیں سکھلائی جائیں تاکہ وہ بھی شریعت کے مطابق عمل اختیار کرے۔

٨٧٣ ـ وعن كِلْدَةَ بنِ الحنبل رضي الله عنه قال: أَتَيْتُ النَّبيَّ ﷺ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ ولم أُسَلِّم، فقال النبيُّ ﷺ: «ارْجِع فقل: السَّلامُ عَلَيْكُم أَأَدْخُلُ؟» رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۸۷۳ حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیے بغیر ہی اندر داخل ہوگیا تو نبی ﷺ نے فرمایا' واپس لوٹ جا اور اس طرح کہہ' السلام علیکم 'کیا میں اندر آجاؤں؟

(ابو داوؤد' ترمذی 'حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيفية الاستئذان ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم قبل الاستئذان.

١٤١ ـ بَابُ بيَانِ أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ: مَنْ أَنْتَ؟ أَنْ يَقُولَ: فُلَانٌ، فَيُسَمِّيَ نَفْسَهُ بِمَا يُعْرَفُ بِهِ مِنِ اِسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ، وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ: «أَنَا» وَنَحْوَهَا

۱۴۱۔ اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے' تم کون ہو؟ تو سنت یہ ہے کہ وہ جس نام یا کنیت سے مشہور ہو' وہ بیان کرے ''میں ہوں'' یا اس قسم کے الفاظ نہ بولے۔

٨٧٤ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه في حديثه المشهور في الإسراءِ قال: قال رسولُ الله ﷺ: «ثُمَّ صَعِدَ بي جبْرِيلُ إلى السَّماءِ الدُّنيا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيلَ: مَنْ هٰذا؟ قال: جِبْرِيلُ، قِيلَ: ومَنْ مَعَكَ؟ قال: مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ إلى السَّماءِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسائِرِهِنَّ، وَيُقَالُ في بَابِ كُلِّ سَماءٍ: مَن هذا؟ فَيَقُولُ: جِبْرِيلُ» متفقٌ عليه.

۱/ ۸۷۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کی مشہور حدیث اسراء (معراج کی بابت) میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پھر مجھے جبریل آسمان دنیا پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا' تو کہا گیا' یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا' جبریل۔ پوچھا گیا' تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ)' پھر دوسرے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا' پوچھا گیا' یہ کون ہے؟ کہا' جبریلؑ۔ کہا گیا' اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا' محمد (ﷺ) اور پھر تیسرے' چوتھے اور باقی آسمانوں پر چڑھے اور ہر آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا' یہ کون ہے؟ تو جبریلؑ جواب میں کہتے' جبریلؑ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ.

٨٧٥ ـ وعن أبي ذَرٍّ رضي الله عنه

۲/ ۸۷۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

قال: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِن اللَّيَالي، فَإذا رسولُ اللهِ ﷺ يَمْشي وَحْدَهُ، فَجَعَلْتُ أَمْشِي في ظِلِّ القَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَآني فقال: «مَنْ هذا؟»، فقلتُ: أَبو ذَرٍّ. متفقٌ عليه.

رات کو میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے چل رہے ہیں' تو میں بھی چاند کے سائے (چاندنی) میں (آپ کے پیچھے پیچھے) چلنے لگا۔ پس آپ مڑے تو مجھے دیکھ لیا اور فرمایا' یہ کون ہے؟ میں نے کہا' ابو ذر رضی اللہ عنہ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلّون ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة.

٨٧٦ ـ وعن أُمِّ هَانِىءٍ رضي الله عنها قالتْ: أَتَيْتُ النبيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ، فقال: «مَنْ هذِهِ؟» فقلتُ: أَنَا أُمُّ هَانِىءٍ. متفقٌ عليه.

۳/۸۷۶ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آئی جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آپ کو پردہ کئے ہوئے تھیں' آپ نے پوچھا' یہ کون ہے؟ میں نے کہا' میں ام ھانی ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري وصحيح مسلم ـ وقد سبق في رقم٨٦٤.

۸۷۶۔ فوائد: یہ روایت اس سے قبل بھی گزر چکی ہے' ملاحظہ ہو باب نمبر۱۴۷' رقم ۸۶۴/۲ (لیکن یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کی گئی ہے)

٨٧٧ ـ وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: أَتَيْتُ النبيَّ ﷺ فَدَقَقْتُ البَابَ، فقال: «مَنْ ذا؟» فقلتُ: أَنَا، فقال: «أَنَا أَنا؟!» كَأَنَّهُ كَرِهَهَا. متفقٌ عليه.

۴/۸۷۷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا' کون ہے یہ؟ میں نے کہا "میں" ہوں آپ نے فرمایا' "میں میں" (کیا ہے؟) گویا آپ نے اسے برا سمجھا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب إذا قال من فقال أنا ـ وصحيح مسلم، كتاب الاستئذان، باب كراهة قول المستأذن أنا، إذا قيل من هذا، برقم٢١٥٥.

۸۷۷۔ فوائد: (۱) مذکورہ روایات سے واضح ہے کہ اندر سے جب اجازت طلب کرنے والے کی بابت پوچھا جائے تو وہ یہ نہ کہے ○"میں○" بلکہ اپنا نام (اور اگر کنیت سے مشہور تو کنیت) بتلائے (۲) دروازہ کھٹکھٹانا بھی اور آج کل گھنٹی بجا دینا بھی اجازت طلب کرنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ پھر جب صاحب خانہ دروازے پر آئے تو اسے پہلے سلام کیا جائے اور پھر کوئی گفتگو کی جائے۔

١٤٢ بَابُ اسْتِحْبَابِ تَشْمِيتِ العَاطِسِ إذَا حَمِدَ

۱۴۲۔ چھینکنے والا جب الحمدللہ کہے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ کہنا

اللہ تَعَالَی وَکَرَاهَةِ تَشْمِیتِهِ إِذَا لَمْ یَحْمَدِ اللہ تَعَالَی، وَبَیَانِ آدَابِ التَّشْمِیتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

مستحب اور نہ کہے تو جواب دینا بھی ناپسندیدہ ہے اور چھینک کا جواب دینے' چھینکنے اور جمائی کے آداب کا بیان

۸۷۸ ـ عن أبي هُرَيرةَ رضيَ اللہُ عنهُ أن النبيَّ ﷺ قال: «إن اللہ يُحبُّ العُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللہ تَعالى كَانَ حَقّاً عَلى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللہُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ؛ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ» رواه البخاري.

۱/ ۸۷۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے' پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر اس مسلمان کے لئے جو اسے سنے' یہ کہنا ضروری ہے' یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) لیکن جمائی تو شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنی طاقت بھر اسے روکے۔ اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب ما یستحب من العطاس ویکره من التثاوب.

۸۷۸۔ **فوائد**: چھینک سے انسان کا دماغ ہلکا ہوجاتا اور جسم راحت محسوس کرتا ہے اس لئے یہ پسندیدہ ہے اور اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔ اس کے برعکس جمائی' بسیار خوری' کسل اور ثقل (بوجھ) کی علامت ہے' اس لئے اسے ناپسندیدہ کہا گیا ہے' اور اسے روکنے کی تاکید کی گئی ہے' منہ بند کرکے یا منہ پر ہاتھ رکھ کر۔ اس لئے کہ جس کام سے شیطان خوش ہو' اس سے اجتناب ضروری ہے۔

۸۷۹ ـ وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إذا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: الحَمْدُ للہِ؛ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللہُ. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللہُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللہُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ». رواه البخاري.

۲/ ۸۷۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ الحمدللہ کہے اور (سننے والا) اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کے لئے یہ دعا کرے "یرحمک اللہ" (اللہ تجھ پر رحم کرے) پس جب وہ اس کو یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے) (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب إذا عطس کیف یشمت.

۸۷۹۔ **فوائد**: اس میں ایک دوسرے کے حق میں کس طرح دعائے خیر کرنے اور احسان کے بدلے احسان کرنے

کا سبق ہے جس سے باہم محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی ان سنہری تعلیمات پر عمل کریں۔

٨٨٠ ۔ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «إذا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوهُ، فَإنْ لَمْ يَحْمَدِ اللهَ فَلا تُشَمِّتُوهُ» رواه مسلم.

۳ / ۸۸۰ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے (الحمدللہ کہے) تو تم اس کے حق میں دعائے خیر کرو (یعنی یرحمک اللہ کہو) اور اگر اس نے اللہ کی حمد بیان نہیں کی تو تم بھی اس کو (یرحمک اللہ کے ساتھ) جواب مت دو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس.

۸۸۰۔ فوائد: تشمیت کے معنی ہیں' خیر و برکت کی دعا کرنا' اور بعض کے نزدیک معنی ہیں اللہ تعالیٰ تجھے ایسی چیزوں سے دور رکھے جن سے تیرے دشمن خوش ہوں۔

٨٨١ ۔ وعن أنس رضي الله عنه قال: عَطَسَ رَجُلانِ عِنْدَ النبيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ، فَقَالَ الَّذي لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِي! فَقَالَ: «هٰذَا حَمِدَ اللهَ، وَإنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللهَ». متفق عليه.

۴ / ۸۸۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی' تو آپ نے ان میں سے ایک کو جواب دیا (یعنی اس کے لئے یرحمک اللہ کہا) اور دوسرے کو جواب نہیں دیا' پس جس کو آپ ؐ نے جواب نہیں دیا تھا' اس نے کہا' فلاں شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا۔ آپ ؐ نے فرمایا' اس شخص نے (جب اس کو چھینک آئی) الحمدللہ کہا اور تو نے اللہ کی حمد نہیں کی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب لا يشمت العاطس إذا لم يحمد ـ وصحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس.

۸۸۱۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دعائے خیر کا مستحق وہی ہے جو سنت کے مطابق چھینک آنے پر الحمدللہ کہے۔ ورنہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں' اگر اسے مسئلے کا علم نہیں تو اسے سمجھا دینا چاہئے۔

٨٨٢ ۔ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا عَطَسَ

۵ / ۸۸۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنے منہ پر

وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلَى فِيهِ، وَخَفَضَ ـ أَوْ غَضَّ ـ بِهَا صَوْتَهُ. شَكَّ الراوي. رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا رکھ لیتے اور اس کے ذریعے سے اپنی آواز کو ہلکا یا پست کرتے۔ راوی کو شک ہے کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے خفض کا لفظ استعمال کیا تھا یا غض کا' (مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے) (ابو داوُد' ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في العطاس ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في خفض الصوت وتخمير الوجه عند العطاس.

۸۸۲- فوائد: یہ ایک نہایت ہی اہم بات ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ بالخصوص مجلس میں یہ بہت ضروری ہے کہ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیا جائے تاکہ ایک آواز پست ہو جائے' دوسرے' منہ اور ناک سے نکلنے والے ذرات دوسروں کے لئے ناگواری کا باعث نہ بنیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے جہاں تہذیب و شائستگی کی تعلیم دی ہے وہاں دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنے کی بھی تلقین کی ہے۔ سبحان اللہ! کتنا عالی شان دین ہے اسلام۔

٨٨٣ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: كان اليَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ، يَرْجُونَ أَنْ يَقُولَ لهم: يَرْحَمُكُمُ اللهُ، فيقولُ: «يَهْدِيكمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكمْ». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۶/ ۸۸۳ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس بہ تکلف چھینکتے' اس امید پر کہ آپ ان کے لئے یرحمک اللہ کہیں گے لیکن آپ (اس کی بجائے) کہتے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ (ابو داوُد' ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، كيف يشمت الذمي؟ ـ وسنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء كيف يشمت العاطس؟.

۸۸۳- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی چھینک کے جواب میں صرف یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہا جائے۔

٨٨٤ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إذا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ» رواه مسلم.

۷/ ۸۸۴ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ بند کر لے' اس لئے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب.

۸۸۴- فوائد: جمائی کے وقت منہ کو ہاتھ سے بند کر لینا چاہیے۔ اسی طرح اس موقع پر آواز نکالنے سے بھی منع کیا گیا ہے' اس سے بھی شیطان ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔ گویا شیطان کو ذلیل کرنے اور اسے ناکام بنانے کا کوئی

موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

١٤٣ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَاءِ وبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيلِ يَدِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ، وَتَقْبِيلِ وَلَدِهِ شَفَقَةً، وَمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ، وَكَرَاهِيَةِ الإنْحِنَاءِ

۱۴۳۔ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے‘ خندہ روئی سے پیش آنے‘ نیک آدمی کے ہاتھ کو اور شفقت سے اپنے بچے کو چومنے اور سفر سے آنے والے سے معانقہ کرنے کے مستحب ہونے کا اور جھک کر ملنے کے مکروہ ہونے کا بیان۔

٨٨٥ ـ عن أبي الخَطَّابِ قَتَادَةَ قال: قلتُ لأنَسٍ: أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ في أَصْحَابِ رسولِ اللهِ ﷺ؟ قال: نَعَمْ. رواه البخاري.

۱/ ۸۸۵ ابو الخطاب قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں مصافحے کا معمول تھا؟ انہوں نے جواب دیا‘ ہاں۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب المصافحة.

۸۸۵۔ فوائد: مصافحة ‘صفحة‘ سے مفاعلہ کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں ایک ہتھیلی کو دوسرے شخص کی ہتھیلی سے ملانا۔ اس لفظ سے ہی واضح ہوتا ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔ بہرحال سلام کے ساتھ مصافحہ بھی صحابہؓ کا معمول تھا۔

٨٨٦ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قال رسولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ» رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۲/ ۸۸۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن والے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو پہلے پہل مصافحہ کرنے کا طریقہ لائے۔

(اسے ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب المصافحة.

۸۸۶۔ فوائد: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کرنے کا طریقہ یمن میں رائج تھا‘ وہاں سے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں بھی آکر انہوں نے اس کا اظہار کیا‘ جسے نبی ﷺ نے بھی پسند فرمایا‘ یوں یہ آپؐ کی تقریری سنت ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے جو اچھے طریقے مروج تھے وہ رہنے دیئے اور جو برے تھے وہ بدل دیئے۔ گویا نبی ﷺ کو ہر بات میں حسن پسند تھا اور قبح ناپسند۔

٨٨٧ ـ وعن البَرَاءِ رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ

۳/ ۸۸۷ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ جو دو مسلمان باہم

يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا» رواه أبو داود.

ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو قبل اس کے کہ وہ جدا ہوں' ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب المصافحة.

۸۸۷- فوائد: بخش دیئے جانے کا مطلب ہے کہ ان کے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد' ان کی ادائیگی کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ بہرحال ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات اور مصافحہ جہاں ازدیاد محبت کا باعث ہے' وہاں مغفرت ذنوب کا بھی سبب ہے۔

۸۸۸ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قالَ رَجُلٌ: يا رسولَ اللهِ! الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ، أَيَنْحَنِي لَهُ؟ قال: «لا» قال: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قال: «لا» قال: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قال: «نَعَمْ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۸۸۸/ ۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا' اے اللہ کے رسول! ہم میں سے آدمی اپنے بھائی یا دوست کو ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جھکے؟ آپؐ نے فرمایا' نہیں۔ اس نے پوچھا' کیا پس اس سے لپٹ جائے اور اس کا بوسہ لے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا' پس اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

(ترمذی' یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في المصافحة.

۸۸۸- فوائد: اس میں ملاقات کے وقت جھکنے کی ممانعت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رکوع کی حد تک جھکنا منع ہے لیکن حدیث میں جھکنے سے مطلقاً روکا گیا ہے اس لئے جھکنا مطلقاً ہی ممنوع ہوگا۔ جب مطلقاً جھکنا ممنوع ہے تو جھک کر کسی کے گھٹنوں اور پیروں کو ہاتھ لگانا کیوں کر جائز ہوگا؟ جو اہل بدعت اور پیر پرستوں میں رائج ہے۔ دوسرے اس حدیث میں معانقہ (گلے ملنے سے) بھی روکا گیا ہے اور بوسہ سے بھی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب ملے تو معانقہ کرے اور بوسہ لے یہ جائز نہیں۔ ہاں مدت کے بعد یا سفر سے آکر ملے تو معانقہ کرسکتا ہے جیسا کہ کئی احادیث میں آیا ہے۔ تیسرے' اس میں بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی صراحت ہے۔ اس میں یہ نہیں پوچھا گیا کہ دونوں ہاتھوں کو پکڑے اور مصافحہ کرے' بلکہ اس نے پوچھا' اس کے ہاتھ کو پکڑے اور مصافحہ کرے۔ جس کا جواب نبی ﷺ نے اثبات میں دیا۔ جس سے مصافحے کا مسنون طریقہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا معلوم ہوا۔

۸۸۹ ـ وعن صَفْوَانَ بنِ عَسَّالٍ رضي الله عنه قال: قال يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اذْهَبْ بِنَا إلى هذا النَّبِيِّ، فَأَتَيَا رسولَ اللهِ ﷺ، فَسَأَلاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ؛ فَذَكَرَ الحَدِيثَ إلى قوله: فَقَبَّلا يَدَهُ

۸۸۹/ ۵ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا' چل ہم اس پیغمبر کے پاس چلیں۔ پس وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے (حضرت موسیٰ کو دی گئیں) نو واضح نشانیوں کی بابت پوچھا' راوی نے آگے حدیث

وَرِجْلَهُ، وقالا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ. رواه الترمذي وغيره بأسانيد صحيحةٍ.

بیان کی‘ جس میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے آپ ؐ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا اور کہا‘ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ؐ پیغمبر ہیں۔ (اسے ترمذی وغیرہ نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في قبلة اليد والرجل ۔ وسنن نسائی، کتاب السیر، وکتاب المحاربة ۔ وسنن ابن ماجهٔ برقم۳۷۰۵.

۸۸۹- فوائد: یہ روایت مذکورہ تینوں کتابوں میں ہے۔ لیکن ایک تو ان کی سندیں الگ الگ نہیں ہیں جیسا کہ امام نووی کے قول اسانید صحیحہ کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ بقول شیخ البانی تینوں جگہ ایک ہی سند سے مروی ہے۔ دوسرے اس سند میں عبداللہ بن سلمہ مرادی راوی ہے جسے حفاظ حدیث اور محققین نے ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ شیخ البانی حفظہ اللہ نے اسے ضعیف ابی داوٗد‘ ضعیف الترمذی اور ضعیف سنن النسائی میں درج کیا ہے۔

٨٩٠ ۔ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قِصةٌ قال فيها: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبيِّ ﷺ فقبَّلْنَا يَدَهُ. رواه أبو داود.

۸۹۰/۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک قصہ منقول ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے قریب آئے اور آپ ؐ کے ہاتھ کو ہم نے بوسہ دیا۔ (ابو داوٗد)

تخریج: سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب قبلة اليد، وآواخر کتاب الجهاد.

۸۹۰- فوائد: اس کی سند میں بھی یزید بن ابی زیاد ہاشمی راوی ہے جو ضعیف ہے۔ آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا‘ اسی لئے شیخ البانی نے اسے بھی ضعیف ابی داوٗد اور ضعیف ابن ماجہ میں درج کیا ہے۔ تاہم بعض دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں اس کے علاوہ بھی بعض روایات آتی ہیں جن کا مجموعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بعض موقعوں پر بعض صحابہ نے نبی ﷺ کی دست بوسی کی ہے۔ اس لئے عادت بنائے بغیر اگر کسی بزرگ یا متقی عالم کی دست بوسی کرلی جائے تو جائز ہے۔ (ریاض الصالحین بہ تحقیق الشیخ شعیب الارنووٗط‘ عبدالعزیز رباح واحمد یوسف الدقاق)

٨٩١ ۔ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قَدِمَ زَيْدُ بنُ حَارِثَةَ المَدِينَةَ ورسولُ اللهِ ﷺ في بَيْتي، فأَتَاهُ فَقَرَعَ البَابَ، فَقَامَ إلَيْهِ النبيُّ ﷺ يَجُرُّ ثَوبَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقبَّلَه. رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۸۹۱/۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے‘ پس زید آپ ؐ کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا‘ پس نبی ﷺ (شوق و وارفتگی کے عالم میں) اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف گئے‘ ان سے معانقہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔ (ترمذی‘ حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في المعانقة والقبلة.

۸۹۱- فوائد: اسے بھی شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے‘ اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو تدلیس میں مشہور

ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں دو اور راوی ضعیف ہیں (ریاض الصالحین بہ تحقیق الشیخ شعیب الارنوط) بہرحال علمائے محققین اور حفاظ حدیث کے نزدیک بوسہ لینے والی روایات سنداً مجروح اور ضعیف ہیں۔ اس لئے ملاقات کے وقت صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے البتہ معانقہ کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے معانقہ کو مستحب بتایا ہے۔ بعض ممالک میں بوسہ کا بہت رواج ہے انہیں اس سے بچنا چاہئے' اس سے اور دروازے بھی کھل سکتے ہیں۔

٨٩٢ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ الله ﷺ: «لَا تَحقِرَنَّ مِنَ المَعْرُوفِ شَيْئاً، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ» رواه مسلم.

۸ / ۸۹۲ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی بھلائی کو ہرگز حقیر نہ جاننا اگرچہ تیرا اپنے بھائی سے خندہ روئی سے ملنا ہی ہو (یعنی اسے بھی معمولی نیکی نہ سمجھنا' یہ بھی بڑی نیکی ہو سکتی ہے)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، وقد سبق في باب استحباب طيب الكلام وطلاقة الوجه، برقم٦٩٥.

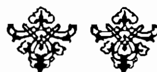
۸۹۲۔ فوائد: یہ حدیث باب استحباب طیب الکلام وطلاقۃ الوجہ میں گزر چکی ہے۔ دیکھئے رقم ۳ / ۶۹۵

٨٩٣ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قَبَّلَ النبيُّ ﷺ الحسنَ بْنَ عَليٍّ رضي الله عنهما، فقال الأَقْرَعُ بنُ حَابسٍ: إنَّ لي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنهُمْ أَحَداً. فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لا يَرْحَمْ لا يُرْحَمْ!» متفقٌ عليه.

۹ / ۸۹۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس نے کہا' میرے دس بچے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا' پس نبی ﷺ نے فرمایا' جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري وصحيح مسلم، وقد سبق في باب تعظيم حرمات المسلمين برقم٢٢٥.

۸۹۳۔ فوائد: یہ حدیث بھی باب تعظیم حرمات المسلمین رقم ۴ / ۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔ بچوں کو پیار کرنا اور ان کو چومنا' رحم و شفقت کا ایک حصہ ہے' جو اس سے محروم ہوتا ہے اور لوگوں سے رحم و شفقت کا معاملہ نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہ سکتا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ ارحم من فی الارض' یرحمک من فی السماء اور ارحموا ترحموا واغفروا یغفرلکم (صحیح الجامع الصغیر رقم ۸۹۶' ۸۹۷' ج ۱' ص ۲۱۶) "تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا' تم معاف کرو' تمہیں معاف کردیا جائے گا۔"



٦ ـ كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ

١٤٤ ـ بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَتَشْيِيعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلاَةِ عَلَيْهِ، وَحُضُوْرِ دَفْنِهِ وَالْمُكْثِ عِنْدَ قَبْرِهِ بَعْدَ دَفْنِهِ

۱۴۴۔ مریض کی تیمارداری کرنے' جنازے کے ساتھ جانے' جنازے کی نماز پڑھنے' اس کی تدفین میں شریک ہونے اور دفنانے کے بعد اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہرنے کا بیان

٨٩٤ ـ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضي الله عنهما قال: أَمَرَنَا رسولُ الله ﷺ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ السَّلام. متفقٌ عليه.

۱/ ۸۹۴ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے' جنازے کے ساتھ چلنے' چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے' قسم دلانے والے کی قسم پوری کردینے' مظلوم کی مدد کرنے' دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري وصحيح مسلم، وقد سبق في كتاب السلام، برقم٨٤٧.

فائدہ: یہ حدیث 'کتاب السلام رقم ۳ / ۸۴۷ میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا ہے۔

٨٩٥ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۸۹۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں' سلام کا جواب دینا' بیمار کی مزاج پرسی کرنا' جنازوں میں پیچھے چلنا' دعوت کا قبول کرنا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری و مسلم)

۸۹۵۔ فوائد: یہ روایت بھی باب تعظیم حرمات المسلمین' رقم ۱۷/ ۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

٨٩٦ ـ وعنه قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي! قَالَ: يَارَبِّ! كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ

۳/ ۸۹۶ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا' اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا' تو تو نے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی۔ انسان کہے گا' اے

العَالَمِينَ؟! قال: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ! اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي! قال: يَا رَبِّ! كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ؟! قال: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟ يَاابْنَ آدَمَ! اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي! قال: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ؟! قال: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟» رواه مسلم.

میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کرتا جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی۔ کیا تجھے علم نہیں تھا اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً تو مجھے اس کے پاس پاتا (یعنی میری رضا تجھے حاصل ہوجاتی) اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھلایا نہیں' وہ کہے گا' اے میرے رب! میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا جب کہ تو تو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔ اللہ فرمائے گا' کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا' پس تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا' وہ کہے گا' اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ کیا تو نے نہیں جانا' اگر تو اس کو پانی پلادیتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل عیادة المریض.

۸۹۶۔ فوائد: الخلق کلھم عیال اللہ' تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ پس وہ شخص اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے (دیکھئے الجامع الصغیر مع شرحہ فتح القدیر' ج ۳' ص ۵۰۵) لیکن متن میں مذکورہ روایت کا مفہوم بھی یہی ہے جو اس میں بیان ہوا ہے۔ اللہ کی ضرورت مند مخلوق کی خدمت کرنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اللہ کو بہت پسند ہے اور اس کی وہ بہترین جزاء عنایت فرمائے گا۔ اس میں اہل حاجات کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہایت موثر اور بلیغ انداز میں تعلیم دی گئی ہے۔

٨٩٧ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «عُودُوا المَرِيضَ، وَأَطْعِمُوا الجَائِعَ، وَفُكُّوا

۴ / ۸۹۷ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مریض کی عیادت کرو' بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کراؤ۔ (بخاری)

الْعَانِيَ» رواه البخاري «العَانِي»: الأَسِيْر.

العانی کے معنی ہیں' قیدی

تخریج: صحیح بخاري، کتاب المرضیٰ، باب وجوب عیادة المریض.

۸۹۷- فوائد: اسلام نے مسلمانوں کو باہم تعاون کرنے کی جو تاکید کی ہے گذشتہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی اسی تعلیم کا حصہ ہے- قیدی سے مراد وہ مسلمان قیدی ہے جو کسی طریقے سے یا جنگ میں کافروں کا قیدی بن گیا ہے- ایسے مسلمان قیدیوں کو کفار کے زنداں خانوں سے آزاد اور رہا کرانا ضروری ہے اور اسی میں وہ قیدی بھی آسکتے ہیں جو ناجائز مقدمات میں پھنسے ہوئے یا جیلوں میں محبوس ہوں- اور اسی طرح وہ بھی اس میں شامل ہیں جو قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے یا کسی کے ضمانتی بننے کی وجہ سے مالی تعاون کے ضرورت مند ہوں- ان کو بھی اس بوجھ سے نکالنا اور ذلت و خواری سے بچانا ضروری ہے-

۸۹۸ ـ وعن ثَوْبَانَ رضي اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إنَّ المُسْلِمَ إذا عَادَ أَخاهُ المُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ في خُرْفَةِ الجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ» قِيلَ: يَا رسولَ اللهِ! وَمَا خُرْفَةُ الجَنَّةِ؟ قال: «جَنَاها». رواه مسلم.

۵ / ۸۹۸ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ جنت کے تازہ پھلوں کے چننے میں مصروف رہتا ہے- آپ سے پوچھا گیا- خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے تازہ پھل چننا- (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر والصلة. باب فضل عیادة المریض.

۸۹۹ ـ وعن عَلِيٍّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِماً غُدْوَةً إلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ في الجَنَّةِ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن. «الخَرِيفُ»: الثَّمَرُ المَخْرُوفُ، أي: المُجْتَنَى.

۶ / ۸۹۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے- (ترمذی' حدیث حسن ہے) الخریف ۔ چنے ہوئے پھل-

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في عیادة المریض.

۸۹۹- فوائد: اس میں اور اس سے ماقبل کی روایت میں مریض کی عیادت کی فضیلت بیان کی گئی ہے

۹۰۰ ـ وعن أنسٍ رضي اللهُ عنه قال: كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فقالَ لَهُ: «أَسْلِمْ» فَنَظَرَ إلى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ؟ فقال:

۷ / ۹۰۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا' وہ بیمار ہوگیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے' پس آپ اس کے سرہانے بیٹھ گئے

أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يقولُ: «الحَمْدُ للهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ» رواه البخاري.

اور اس سے فرمایا' اسلام قبول کرلے' اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا' تو اس نے کہا ابوالقاسم (ﷺ) کی بات مان لے' پس وہ مسلمان ہوگیا۔ پس نبی ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلي عليه؟.

۹۰۰- فوائد: اس میں کافر کی عیادت کرنے کا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کا' صالحین کی صحبت کے اثرات کا اور اہل کفر سے مایوس نہ ہونے کا اور والدین کا اپنی اولاد کو نیکی اختیار کرنے کی' گو وہ خود اس سے دور ہوں' تلقین کرنے کا بیان ہے۔

١٤٥ ـ بَابُ مَا يُدْعَى بِهِ لِلْمَرِيضِ

۱۴۵۔ بیمار کو کن الفاظ سے دعا دی جائے

٩٠١ ـ عن عائشةَ رضي الله عنها، أنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ إذا اشْتَكَى الإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِأُصْبُعِهِ هكذا، وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوِي سَبَّابَتَهُ بِالأرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وقال: «بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۰۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی کسی بیماری کی بابت عرض کرتا یا اس کو کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی کے ساتھ ایسے کرتے اور حدیث کے راوی حضرت سفیان رحمہ اللہ نے اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھی پھر اسے اٹھایا (یعنی اس طرح آپ ﷺ کرتے) اور یہ دعا پڑھتے' "اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی' ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے مل کر' ہمارے رب کے حکم سے' ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہوگی"۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة.

۹۰۱- فوائد: (۱) یعنی آپ ﷺ اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھ کر اٹھالیتے اور اس میں اپنے لعاب دہن کی آمیزش کرکے مریض کے درد والے حصے یا زخم پر رکھتے اور مذکورہ دعا پڑھتے۔ جس سے اللہ کے حکم سے مریض شفایاب ہوجاتا۔ بعض کے نزدیک یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا' اس لئے یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ یہ مٹی بھی مدینے کی خاص مٹی تھی اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو بھی خاص شرف حاصل تھا۔ لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس قول کو محل نظر کہا ہے۔ تھوک اور مٹی تو ظاہری اسباب ہیں جنہیں اختیار کرنے کا حکم ہے' اس میں تاثیر شفاء کا پیدا ہوجانا من جانب اللہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دم مسنون ہے اور اس میں اصل تاثیر "باذن ربنا" کے لفظ کی ہے۔ مومن کے منہ کا لعاب اور مٹی خواہ کسی بھی سرزمین کی ہو اس شفابخشی کا صرف ایک حصہ ہیں اور تجربے

سے اس دم کا بے حد مؤثر ہونا ثابت ہے۔ (۲) اہل علم و اہل صلاح و تقویٰ کی طرف بھی جسمانی تکالیف کے ازالے اور دعا کے لئے رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ تعویذ گنڈوں اور مشرکانہ طریقوں سے علاج نہ کرتے ہوں۔

٩٠٢ ـ وعنها أنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ يَعُودُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ اليُمْنى ويقولُ: «اللَّهُمَّ! رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ البَأْسَ، وَاشْفِ، أَنْتَ الشَّافِي لا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفاءً لا يُغَادِرُ سَقَماً» متفقٌ عليه.

۲/ ۹۰۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بعض گھر والوں کی بیمار پرسی کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ مریض کے درد والے حصے پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے' اے اللہ! لوگوں کے پروردگار' تکلیف کو دور فرما دے' تو شفاء عطا فرما' تو ہی شفاء دینے والا ہے' تیری ہی شفاء شفاء ہے' تو ایسی شفاء دے جو بیماری کو نہ چھوڑے (اسے بالکل ختم کر دے) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي ﷺ، وباب مسح الراقي - وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

۹۰۲- فائدہ: ریاض الصالحین میں یعود ہے (بیمار پرسی کرتے) لیکن صحیح بخاری میں یہ یعوذ ہے جس کو حافظ ابن حجر نے یرقی کے ہم معنی قرار دیا ہے' یعنی دم کرتے۔

٩٠٣ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه، أنه قال لِثَابِتٍ رحمه الله: أَلا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رسولِ الله ﷺ؟ قال: بَلى، قال: اللَّهُمَّ! رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ البَأْسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لا يُغَادِرُ سَقَماً. رواه البخاري.

۳/ ۹۰۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ثابت (بنانی' تابعی) رحمہ اللہ سے کہا' کیا میں تم پر رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا' کیوں نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء پڑھی' اے اللہ' لوگوں کے پروردگار' تکلیف کو لے جانے والے' تو شفاء عطا فرما' تو ہی شفاء دینے والا ہے' تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں۔ تو ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری کو نہ چھوڑے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي ﷺ.

فوائد: مذکورہ روایات سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دم کرنا ثابت ہے' اس لئے دم کرنے کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے اسماء و صفات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے سے ہو یا معوذات و سورہ فاتحہ وغیرہ قرآنی سورتوں اور آیات سے ہو۔ اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ یہ ظاہری اسباب بذات خود مؤثر نہیں' یہ اللہ کی مشیت اور تقدیر سے ہی مؤثر ہو سکتے ہیں۔

٩٠٤ ـ وعن سعدِ بنِ أبي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قال: عَادَني رسولُ الله ﷺ فقال: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْداً، اللَّهُمَّ اشْفِ

۴/ ۹۰۴ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو دعا فرمائی "اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما' اے

سَعْداً، اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْداً» رواه مسلم.

اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما' اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما"۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

۹۰۴- فوائد: مریض کے لئے بطور خاص اس کا نام لے کر دعائے صحت و شفاء کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح تکرار کے ساتھ بار بار بارگاہ الٰہی میں الحاح و زاری سے التجاو دعا کی جائے' تاکہ اللہ کے ہاں شرف قبولیت پائے۔

٩٠٥ - وعن أبي عبدِ اللهِ عثمانَ بنِ أبي العاصِ رضي الله عنه، أنهُ شَكَا إلى رسولِ اللهِ ﷺ وَجَعاً يَجِدُهُ في جَسَدِهِ، فقال له رسولُ اللهِ ﷺ: «ضَعْ يَدَكَ عَلى الذي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسمِ اللهِ، ثَلاثاً، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ» رواه مسلم.

۵ / ۹۰۵ حضرت ابو عبداللہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو اپنے اس درد کی بابت بتلایا جو وہ اپنے جسم میں محسوس کررہے تھے۔ تو رسول اللہ (ﷺ) نے انہیں فرمایا' اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھو جو درد کرتا ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ باللہ وقدرتہ من شرما اجد واحاذر کہو۔ یعنی میں اللہ کی پناہ اور اس کی قدرت میں آتا ہوں' اس برائی سے جو میں پاتا اور جس سے ڈرتا ہوں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

۹۰۵- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ انسان خود بھی مسنون دعائیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرسکتا ہے۔ دوسروں سے ہی دم کرانا ضروری نہیں۔

٩٠٦ - وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «مَنْ عَادَ مَرِيضاً لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ، فقالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ؛ إلَّا عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذلكَ المَرَضِ» رواه أبو داوُدَ والترمذي وقال: حديث حسن، وقال الحاكِمُ: حديث صحيح على شرطِ البخاري.

۶ / ۹۰۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے' اس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے' "میں اللہ و برتر سے جو عرش عظیم کا مالک بھی ہے' یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت بخش دے گا"۔ (ابو داؤد ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور امام حاکم نے کہا یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للمريض عند العيادة ـ وسنن ترمذي، أبواب الطهارة، برقم ٢٠٨٤.

۹۰۶- فوائد: صدق و اخلاص سے کی گئی دعا کی قبولیت کا بہت امکان ہوتا ہے اس لئے پورے یقین و اذعان سے

مریض کی صحت یابی کی دعا کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں مسنون دعاؤں میں بھی خصوصی تاثیر و برکت ہے' اس لئے اصل منقول الفاظ پڑھے جائیں۔

٩٠٧ ـ وعنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ، وكانَ إذا دَخَلَ عَلى مَنْ يَعُودُهُ قال: «لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إنْ شَاءَ اللهُ» رواه البخاري.

٧/٩٠٧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ جس کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے تو فرماتے لا باس .... کوئی فکر نہیں اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب المرضى، باب عيادة الأعراب .

٩٠٧۔ فوائد: طھور کے معنی ہیں یہ بیماری تیرے نفس کو گناہوں سے پاک کردے گی۔ مریض کے پاس بیٹھ کر اس کی دل جوئی کرنا اور اس سے حوصلہ افزاء باتیں کرنا سنت ہے۔

٩٠٨ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه أن جبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فقال: «يَامُحَمَّدُ! اشْتَكَيْتَ؟ قال: نَعَمْ، قال: بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ» رواه مسلم.

٨/٩٠٨ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اے محمد (ﷺ)! کیا آپؐ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ "اللہ کے نام سے' آپؐ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپؐ کو ایذا پہنچائے۔ ہر حاسد نفس اور آنکھ کے شر سے۔ اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے' اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقي برقم٢١٨٦ .

٩٠٨۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایک بشر تھے اور بشری عوارض (بیماری' تکلیف وغیرہ) آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے لئے ان چیزوں سے صحت و سلامتی کی دعا کی گئی۔ ہمیں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اتباع میں یہ دعائیں پڑھنی چاہئیں۔

٩٠٩ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ وأبي هريرةَ، رضيَ اللهُ عنهما، أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رسولِ اللهِ ﷺ أنه قال: «مَنْ قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ، فقال: لا إلهَ إلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ. وإذا قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، قال: يقولُ: لا إلهَ إلَّا أَنَا وَحْدِي لا شَرِيكَ لِي.

٩/٩٠٩ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس نے بھی کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر' تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے' میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ' تو

وإذا قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، قال: لا إلهَ إلَّا أَنَا لِيَ المُلْكُ وَلِيَ الحَمْدُ. وإذا قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إلَّا باللهِ، قال: لا إلهَ إلَّا أَنَا وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إلَّا بي» وَكَانَ يقولُ: «مَنْ قالَهَا في مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے سوا کوئی معبود نہیں' میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے سوا کوئی معبود نہیں' میرے لئے ہی تعریف ہے اور میری ہی بادشاہی ہے اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت دینا بھی صرف میرا کام ہے اور نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے جو شخص مذکورہ کلمات اپنی بیماری میں پڑھے' پھر وہ اس میں مرجائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی (یعنی وہ جہنم میں نہیں جائے گا) (ترمذی' حسن)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما يقول العبد إذا مرض.

۹۰۹۔ فوائد: مذکورہ کلمات اللہ کی توحید اور اس کی عظمت پر مبنی ہیں۔ بیماری میں بالخصوص ان کا پڑھنا حسن خاتمہ کا باعث ہے۔

١٤٦ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ أَهْلِ الْمَرِيضِ عَنْ حَالِهِ

۱۴۶۔ مریض کے گھر والوں سے مریض کی بابت پوچھنا مستحب ہے

٩١٠ ـ عن ابن عباسٍ رضي الله عنهما، أَنَّ عليَّ بنَ أبي طالب رضيَ اللهُ عنهُ خرجَ مِنْ عِنْدِ رسولِ اللهِ ﷺ في وَجَعِهِ الَّذي تُوُفِّيَ فِيهِ، فقالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الحَسَنِ! كَيفَ أَصْبَحَ رسولُ اللهِ ﷺ؟ قال: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئاً. رواه البخاري.

۱/ ۹۱۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے' آپؐ کی اس بیماری میں باہر نکلے جس میں آپؐ کی وفات ہوئی' تو لوگوں نے پوچھا' اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ نے کیسے صبح کی؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا' الحمدللہ' آپؐ نے بہتر ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب المعانقة، وكتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ.

۹۱۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مریض زیادہ نازک حالت میں ہو اور اس سے ملنا ممکن یا مفید نہ ہو تو اس کی بابت اس کے گھر والوں سے پوچھنا مستحب ہے۔ اسی طرح گھر والوں کے لئے ضروری ہے کہ مریض کی حالت'

مسرت افزاء انداز میں بیان کریں تا کہ پوچھنے والے کے دلوں کو بھی ہمت و حوصلہ ہو۔

١٤٧ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ أَيِسَ مِنْ حَيَاتِهِ

۱۴۷۔ اپنی زندگی سے مایوس ہونے والا شخص کیا دعا پڑھے؟

٩١١ ـ عن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: سَمِعْتُ النبيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقني بالرَّفِيقِ الأَعْلَى» متفق عليه.

۱/ ۹۱۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ میری طرف سہارا لگائے ہوئے تھے' فرماتے تھے' اے میرے اللہ! مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمنّي المريض الموت ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

۹۱۱۔ فوائد: رفیق اعلیٰ سے مراد' اکثر علماء کے نزدیک ذات باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی میں ایک نام رفیق بھی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد فرشتے' انبیاء و شہداء اور صالحین ہیں۔ جیسے حضرت یوسف ؑ نے دعا فرمائی تھی الحقنی بالصالحین (سورہ یوسف ۱۰۱) "مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے"۔ بہرحال موت کے وقت اپنا تعلق دنیا سے منقطع کرکے آخرت سے جوڑ لینا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی طلب مغفرت کا مطلب رفع درجات اور اضافہ حسنات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے تھے۔

٩١٢ ـ وعنها قالت: رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ بالمَوْتِ، عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ في القَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بالماءِ، ثم يقول: «اللَّهُمَّ! أَعِنِّي عَلى غَمَرَاتِ المَوْتِ وَسَكَرَاتِ المَوْتِ». رواه الترمذي.

۲/ ۹۱۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موت کے وقت دیکھا کہ آپ ؐ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا' آپ اپنا ہاتھ پیالے میں ڈالتے' پھر اپنے چہرہ مبارک پر پانی ملتے اور فرماتے' اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔ (ترمذی)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في التشديد عند الموت.

۹۱۲۔ فوائد: اس میں بھی نبی کریم ﷺ کی بشریت کا اثبات ہے کہ انسانوں کی طرح بیماری کی شدت آپ ؐ پر بھی طاری ہوئی اور اس کی المناکی کو آپ ؐ نے محسوس کیا۔ آخری ایام میں آپ ؐ شدید بخار میں مبتلا رہے۔ اسی شدت حرارت کو کم کرنے کے لئے آپ ؐ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں تر کرکے اپنے چہرہ انور پر پھیرتے۔ اسی طرح روح کی جدائی کے وقت عام انسانوں کو جو تکلیف ہوتی ہے' اس سے بھی آپ ؐ دوچار ہوئے اور اس کی آسانی کے لئے بھی دعا فرمائی اور اللہ سے مدد طلب کی (ﷺ)۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اسے ضعیف سنن الترمذی (رقم ۱۶۴) میں درج کیا ہے۔ مزید دیکھئے تعلیق المشکوۃ' رقم ۱۵۱۴۔ جلد اول' ص ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ تاہم موت کے وقت آپ پر غشی کا طاری ہونا صحیح روایات سے ثابت ہے (صحیح بخاری' کتاب المغازی'

باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ' وباب آخر ما تکلم بہ النبی ﷺ)

اس باب کی دونوں روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان کو آخری وقت میں بالخصوص اللہ کی مدد کا طالب ہونا چاہیے۔

١٤٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ أَهْلِ الْمَرِيضِ وَمَنْ يَخْدُمُهُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ وَالصَّبْرِ عَلَى مَا يَشُقُّ مِنْ أَمْرِهِ وَكَذَا الْوَصِيَّةِ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهِ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ وَنَحْوِهِمَا

۱۴۸۔ مریض کے خاندان اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے' تکلیف اٹھانے اور اس کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین' اسی طرح جس کی موت کا سبب قریب ہو یعنی اس پر حد یا قصاص وغیرہ نافذ ہونے والا ہو' اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کا بیان۔

٩١٣ ـ عن عِمْرَانَ بنِ الحُصَيْنِ رضي الله عنهما أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَىٰ مِنَ الزِّنَا، فقالت: يا رسولَ اللهِ! أَصَبْتُ حَدّاً فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا رسولُ اللهِ ﷺ وليَّهَا، فقال: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا» فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بها النبيُّ ﷺ فشُدَّتْ عَلَيها ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِها فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيها. رواه مسلم.

۱/ ۹۱۳ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت جو زنا کے نتیجے میں حاملہ تھی' نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول! (میں جرم کا ارتکاب کرکے) حد کو پہنچ گئی ہوں۔ آپ وہ حد مجھ پر نافذ فرمائیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے ولی (سرپرست) کو طلب فرمایا اور اس سے فرمایا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو' پس جب یہ بچہ جن لے تو اسے میرے پاس لانا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (یعنی زچگی کے بعد اس عورت کو آپؐ کی خدمت میں پیش کردیا) تو نبی ﷺ نے اس کی بابت حکم فرمایا' پس اس پر اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھے گئے پھر آپؐ کے حکم سے اسے سنگسار کردیا گیا' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب من اعْتَرَفَ علي نفسه بالزني.

۹۱۳۔ فوائد: امام نوویؒ نے جو باب باندھا ہے' اس کا اثبات اس حدیث سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا سے اگر حمل ٹھہر جائے تو اس عورت پر فوراً حد کا نفاذ نہیں ہوگا بلکہ وضع حمل کے بعد ہوگا

کیونکہ اس میں بچے کا تو کوئی قصور نہیں۔ اسی طرح حد کا نفاذ اس کے گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

١٤٩ - بَابُ جَوَازِ قَوْلِ المَرِيضِ: أَنَا وَجِعٌ، أَوْ شَدِيدُ الوَجَعِ، أَوْ مَوْعُوكٌ، أَوْ وَا رَأْسَاهُ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ، وَبَيَانِ أَنَّهُ لاَ كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى سَبِيلِ التَّسَخُّطِ وَإِظْهَارِ الجَزَعِ

۱۴۹۔ مریض کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف یا شدید تکلیف ہے یا بخار ہے یا ہائے میرا سر' وغیرہ بلا کراہت جائز ہے' بشرطیکہ اللہ سے ناراضی اور جزع فزع کے اظہار کے طور پر نہ ہو

٩١٤ - عن ابنِ مسعودٍ رضيَ الله عنه قال: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكاً شَدِيداً، فقال: «أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كما يُوعَكُ رَجُلانِ مِنْكُمْ» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۱۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا' میں نے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا اور کہا کہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا' ہاں۔ مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب شدة المرض، وباب «أشد الناس بلاء الأنبياء» وباب ما يقال للمريض وما يجيب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك.

۹۱۴۔ فوائد: اس میں بھی بشریت رسول ﷺ کے ساتھ' باب میں بیان کردہ باتوں کا اثبات و جواز ہے۔

٩١٥ - وعن سعدِ بنِ أبي وَقَّاصٍ رضيَ الله عنه قال: جاءَني رسولُ اللهِ ﷺ يَعُودُني مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِي ما تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُني إِلَّا ابْنَتِي، وذكر الحديث. متفقٌ عليه.

۲/ ۹۱۵ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ میرے اس شدید درد میں جو مجھے لاحق تھا' میری مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے' تو میں نے عرض کیا' میں جس حالت کو پہنچ گیا ہوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار آدمی ہوں لیکن میری وارث میری ایک ہی بیٹی ہے۔ پھر باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب قول المريض إني وجع، وكتاب الوصايا - وصحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

٩١٦ - وعن القاسمِ بنِ محمدٍ قال: قالَتْ عائِشَةُ رضيَ اللهُ عنها: وَا رَأْسَاهْ، فقال النَّبِيُّ ﷺ: «بَلْ أَنَا

۳/ ۹۱۶ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' ہائے میرے سر کا درد! تو نبی ﷺ نے فرمایا' بلکہ میں کہتا ہوں ہائے میرے سر کا درد۔ اور باقی

وَا رَأْسَاهُ»، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. رواه البخاري.

حدیث بیان کی۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب المرضي، باب قول المریض إني وجع أو وارأساه.

۹۱۶۔ فوائد: یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد ہوا' جس کا اظہار انہوں نے کیا' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میرا سر بھی درد کی شدت سے پھٹا جارہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ درد و تکلیف کی شدت کا زبان سے اظہار جائز ہے اگر مقصد اللہ سے ناراضی کا یا جزع فزع کے اظہار کا نہیں ہے۔ قاسم' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے یعنی حضرت عائشہ کے برادر زاد (بھتیجے) ہیں۔ یہ مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

١٥٠ ـ بَابُ تَلْقِينِ الْمُحْتَضَرِ: لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ

۱۵۰۔ قریب المرگ کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرنے کا بیان

٩١٧ ـ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ». رواه أبو داود والحاكم وقال: صحيح الإِسناد.

۱/ ۹۱۷ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی آخری گفتگو لا الٰہ الا اللہ ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔ (ابو داوٗد' حاکم' امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، کتاب الجنائز، باب في التلقین - والمستدرك للحاكم ١/ ٣٥١.

۹۱۷۔ فوائد: اس کا مطلب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا زبان پر جاری ہوجانا' اس کے مومن ہونے کی علامت ہے اور مومن یقیناً جنتی ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پہلے مرحلے میں ہی جنت میں چلا جائے گا یا سزا بھگتنے کے بعد دوسرے مرحلے میں جائے گا۔ یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اسی طرح توحید اور اس کے تقاضوں کو بھی اگر وہ سمجھنے اور شرک سے اجتناب کرنے والا ہوگا' تب جنت میں جائے گا ورنہ بہت سے نام نہاد کلمہ گو شرک صریح میں مبتلا ہیں' وہ کس طرح جنت میں جاسکتے ہیں؟

٩١٨ ـ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ» رواه مسلم.

۲/ ۹۱۸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرو۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتٰي لا إله إلا الله.

۹۱۸۔ فوائد: مُردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو قریب المرگ ہوں اور تلقین کا مطلب بعض کے نزدیک یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر لا الٰہ الا اللہ پڑھا جائے تاکہ اسے سن کر وہ بھی پڑھ لیں۔ ان کو پڑھنے کی تلقین نہ کی جائے کیونکہ اس طرح کرنے میں خطرہ ہے کہ کہیں وہ گھبراہٹ یا جھنجلاہٹ میں انکار نہ کردیں جس سے کفر لازم آسکتا ہے اعاذنا اللہ منہ لیکن شیخ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو درست قرار نہیں دیا اور لکھا ہے کہ تلقین کا مطلب یہی ہے کہ اسے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ تفصیل اور دلیل کے لئے دیکھئے احکام الجنائز باب تلقین المیت۔

١٥١ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ بَعْدَ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

۱۵۱۔ مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟

٩١٩ ـ عن أُمِّ سَلَمَةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: دَخَلَ رسُولُ اللهِ ﷺ عَلى أبي سَلَمَة وَقَدْ شَقَّ بَصرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: «إنَّ الرُّوحَ إذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ» فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فقال: «لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ المَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلى مَا تَقُولونَ» ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ! اغفِرْ لأَبِي سَلَمَة، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ في المَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ في عَقِبِهِ في الغَابِرِينَ، وَاغفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ! وَافْسَحْ لَهُ في قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فيه» رواه مسلم.

۱/ ۹۱۹ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ (قبض روح کے بعد) ان کی آنکھیں اوپر کو کھلی ہوئی تھیں (جیسے کسی کے تعاقب میں ہوتی ہیں) تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کردیں' پھر فرمایا بے شک روح جب قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے لگتی ہیں۔ پس ان کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ چیخ کر رونے لگے تو آپ نے فرمایا' تم اپنی جانوں کے لئے بھلائی ہی کی دعا کرو' اس لئے کہ فرشتے' جو تم کہتے ہو' اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا اے اللہ ابو سلمہ ؓ کو بخش دے اور اس کے درجے مہدیین میں بلند فرما اور اس کے بعد اس کے پسماندگان میں اس کا جانشین بن جا اور ہمیں اور اس کو اے رب العالمین! بخش دے اس کی قبر کو فراخ کردے اور اس کے لئے اس کی قبر کو روشن فرما۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في إغماض الميّت والدعاء له إذا حضر.

۹۱۹۔ فوائد: (۱) انسان کی روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اس کے تعاقب میں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس لئے میت کی آنکھیں بند کردینی چاہئیں۔ (۲) ایسی مجالس میں بددعاء نہ کی جائے کیونکہ وہاں موجود فرشتے آمین کہتے ہیں (۳) اہل علم و فضل کو چاہیے کہ وہ میت والے گھر میں آئیں اور میت کے لئے مغفرت کی اور متعلقین کے لئے صبر جمیل اور دیگر امور خیر کی دعا کریں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے میت کو نفع پہنچتا ہے' جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ اس لئے مرنے کے بعد مرنے والے کے گھر آکر تعزیت کرنا اور دعا کرنا ایک مسنون عمل ہے جس کے جائز بلکہ سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں جو رواج ہے کہ باہر دری یا صفیں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور تین دن تک بیٹھے رہتے ہیں۔ ان ایام میں لوگ آتے ہیں اور گھڑی گھڑی ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ مسنون نہیں اور نہ اس موقع پر فاتحہ پڑھنے ہی کا کوئی جواز ہے۔ اس لئے اس رواج سے بچتے ہوئے مذکورہ سنت طریقے سے دعا کرنی چاہئے' میت کے لئے بھی اور اس کے ورثاء کے لئے بھی۔ اس موقعے پر نبی ﷺ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے بہتر ہاتھ اٹھائے بغیر

ہی دعا کرنا ہے کیونکہ طریقہ نبوی اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم یہی ہے۔

١٥٢ ـ بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ المَيِّتِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ مَاتَ لَهُ مَيِّتٌ

۱۵۲۔ میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کے گھر موت کا حادثہ ہوا ہے' وہ کیا کہے؟

٩٢٠ ـ عن أُمِّ سَلَمَةَ رضيَ الله عنها قالت: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إذا حَضَرْتُمُ المَرِيضَ ـ أَوِ المَيِّتَ ـ فَقُولُوا خَيْراً؛ فَإِنَّ المَلائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلى مَا تَقُولُونَ»، قالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، أَتَيْتُ النَّبيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يا رسُولَ الله! إنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قالَ: «قُولي: اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَلَهُ، وَأَعْقِبْني مِنْه عُقبَى حَسَنَةً» فقلتُ، فَأَعْقَبَنِي اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لي مِنْهُ: مُحَمَّداً ﷺ. رواه مسلم هكذا: «إذا حَضَرتُمُ المَرِيضَ» أَوِ «المَيِّتَ» عَلى الشَّكِّ، ورواه أبو داود وغيره: «المَيِّتَ» بلا شَكٍّ.

۱/ ۹۲۰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو بھلی بات کہو' اس لئے کہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب (میرے خاوند) ابو سلمہؓ فوت ہو گئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! ابوسلمہ وفات پا گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ دعا پڑھو' اے اللہ! مجھے اور اسے بخش دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما' پس میں نے انہی الفاظ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل محمد(ﷺ) عطا فرما دیئے۔ (مسلم نے اسی طرح "جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ" شک کے ساتھ روایت کیا ہے۔ البتہ ابو داؤد وغیرہ نے بغیر شک کے "المیت" کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یعنی جب تم میت کے پاس آؤ۔)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المريض والميت ـ و سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب ما يستحب أن يقال عند الميت من الكلام.

۹۲۰۔ فوائد: ورثاء میت کو چاہیے کہ وہ مرنے والے کے خلاء کو پر کرنے کے لئے یہ مسنون دعا پڑھا کریں تاکہ انہیں بدل ہی نہیں نعم البدل ملے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے کوئی بات مشکل نہیں۔

٩٢١ ـ وعنها قالت: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَا مِنْ عَبْدٍ تُصيبُهُ مُصيبَةٌ، فيقولُ: إنَّا للهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ اؤْجُرْني في مُصِيبَتي، وَاَخْلِفْ لي خَيْراً مِنْهَا، إلَّا أَجَرَهُ اللهُ تَعالى في مُصيبَتِهِ وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْراً مِنهَا». قالت: فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَة، قلتُ كَمَا أَمَرَني رسولُ اللهِ ﷺ،

۲/ ۹۲۱ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ 'ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کی جگہ بہتر بدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت میں اجر عطا کرتا اور اس کی جگہ اسے بہتر جانشین عطا فرماتا ہے۔

فَأَخْلَفَ اللهُ لي خَيراً مِنهُ رسولَ اللهِ ﷺ. رواه مسلم.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوگئے تو میں نے اسی طرح دعا کی جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے (بہت) بہتر جانشین یعنی رسول اللہ ﷺ عطا فرمادیئے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبة.

۹۲۱- فوائد: مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگیا۔ اس طرح دنیا میں ہی اللہ نے انہیں بہتر ہی نہیں بلکہ بہترین بدل عطا فرما دیا۔ اگر کسی کو دنیا میں بہتر بدلہ نہیں ملے گا تو آخرت میں تو یقینی ہے۔ بہرحال یہ بھی اللہ کی مشیت پر ہی موقوف ہے اور وہی بندوں کی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے۔

٩٢٢ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ، قال اللهُ تعالى لمَلائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: فَمَاذا قال عَبْدِي؟ فيقولُونَ: حَمِدَكَ واسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللهُ تعالى: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتاً في الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۳/ ۹۲۲ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندے کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں' ہاں۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ کہتے ہیں' ہاں۔ تو اللہ فرماتا ہے' پس میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ بتلاتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

(ترمذی' اور کہا یہ حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب.

۹۲۲- فوائد: ولد (بچہ) سے مراد انسان کی اولاد ہے چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اولاد کی وفات والدین کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے لیکن اس پر صبر کرنا اللہ کی تقدیر پر شاکر رہنا' اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

٩٢٣ ـ وعن أبي هُرَيرَةَ رضي اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «يقُولُ اللهُ تعالى: ما لِعَبْدِي المُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إذا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إلَّا الجَنَّةَ» رواه البخاري.

۴/ ۹۲۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' مومن بندے کے لئے میرے پاس' جب میں اس کی دنیا کی پسندیدہ چیز چھین لوں' پھر وہ اس پر ثواب کی نیت رکھے (اور صبر کرے) جنت کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب العمل الذي يبتغي به وجه الله تعالي - وانظر رقم٣٢، باب الصبر.

٩٢٤ - وعن أُسامة بن زيدٍ رضي الله عنهما قال: أَرْسَلَتْ إحْدى بَناتِ النبيِّ ﷺ إلَيْهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أنَّ صَبياً لَهَا - أَوِ ابناً - في المَوْتِ فقال لِلرَّسولِ: «ارْجعْ إلَيْها، فَأخْبِرْهَا أنَّ لِلهِ تَعالى مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُ بأجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ» وذكر تمام الحديث. متفقٌ عليه.

۵ / ۹۲۴ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی نے آپ کو بلوانے کے لئے پیغام بھیجا اور آپ کو اطلاع دی کہ اس کا بچہ یا بیٹا موت کی آغوش میں ہے' تو آپ نے قاصد سے فرمایا' جا واپس جا اور اس سے کہہ کہ اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز اس کے پاس ایک وقت مقرر کے ساتھ ہے' پس اس کو حکم دے کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے اور باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب قول الرسول ﷺ "يعذب الميّت ببعض بكاء أهله" - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء علي الميّت.

۹۲۴- فوائد: اس میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کا بیان ہے۔ یہ روایت باب الصبر رقم ۲۹ میں بھی گزر چکی ہے۔

١٥٣ - بابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَلاَ نِيَاحَةٍ

۱۵۳- میت پر بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جائز ہونے کا بیان

أمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَأْتِي فِيهَا بَابٌ في كِتَابِ النَّهْي؛ إنْ شَاءَ الله تعالى. وَأمَّا البُكَاءُ فَجَاءَتْ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ بالنَّهْيِ عَنْهُ، وَأنَّ المَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ، وَهِيَ مُتَأَوَّلَةٌ وَمَحْمُولَةٌ عَلَى مَنْ أَوْصَى بِهِ، وَالنَّهْيُ إنَّما هُوَ عَنِ البُكَاءِ الَّذِي فِيهِ نَدْبٌ، أَوْ نِيَاحَةٌ، وَالدَّلِيلُ عَلَى جَوَازِ البُكَاءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَلا نِيَاحَةٍ أَحادِيثُ كَثِيرَةٌ، مِنْهَا:

نوحہ کرنا تو حرام ہے جس پر عنقریب "کتاب النہی" میں ان شاء اللہ ایک باب آئے گا۔ البتہ رونا (یعنی چیخ پکار کرنا) اس کی ممانعت کی بھی احادیث ہیں اور یہ جو حدیث ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اس کی تاویل کی گئی ہے اور اسے ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو رونے پیٹنے کی وصیت کر کے جائیں۔ اور رونا وہ ممنوع ہے جس میں بین اور نوحہ ہو' ورنہ بغیر بین اور نوحے کے رونے کے جواز پر بکثرت احادیث دلالت کرتی ہیں جیسے۔

٩٢٥ - عنِ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أنَّ رسُولَ الله ﷺ عادَ سَعْدَ بنَ

۱ / ۹۲۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کی

عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنهم، فَبَكَى رسولُ اللهِ ﷺ، فلمَّا رَأَى القَوْمُ بُكَاءَ رسولِ اللهِ ﷺ، بَكَوْا؛ فقال: «أَلا تَسْمَعُونَ؟ إنَّ اللهَ لا يُعَذِّبُ بِدمعِ العَيْنِ، وَلا بِحُزْنِ القَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهذَا أَوْ يَرْحَمُ» وَأَشَارَ إلى لِسَانِهِ. متفقٌ عليه.

اور آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف‘ سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے (وہاں پہنچ کر) رسول اللہ ﷺ (بے اختیار) رو پڑے۔ پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ پس آپ نے فرمایا‘ کیا تم سنتے نہیں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا اور اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض ـ وصحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علي المیّت.

۹۲۵- فوائد: مطلب یہ ہے کہ شدت غم سے آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہوجانا‘ اسی طرح دل کا غمگین ہونا‘ یہ دونوں چیزیں فطری ہیں جن پر انسان کا اختیار نہیں بلکہ یہ رحمت کا ایک حصہ ہیں۔ یہ ممنوع ہیں نہ قابل مؤاخذہ۔ مؤاخذہ جس پر ہوگا اور جس کی ممانعت ہے وہ ہے زبان سے بین اور نوحہ کرنا۔ لیکن اگر اسی زبان سے صبر و شکر کے کلمات ادا کئے جائیں تو انسان رحمت الٰہی کا مستحق ہوگا۔ ندب کے معنی ہیں مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ اور نوحہ کا مطلب ہے چیخ چیخ کر ان کا ذکر کرنا اور پھر اس پر جزع فزع کرنا۔ یہ دونوں مل کر ممنوع ہیں جسے ہم بین اور ماتم کرنا کہتے ہیں۔ ورنہ محض مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ محمود و مستحسن ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی انہیں اختیار کرنے کی ترغیب ہو۔ اسی طرح جو حدیث ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اس میں بھی ایک تو رونے سے مراد وہی بین اور ماتم کرنا ہے ورنہ محض رونا تو فطری عمل ہے‘ وہ نہ ممنوع ہے نہ قابل گرفت۔ علاوہ ازیں یہ حکم ایسے شخص کے لئے ہے جو خود بھی اپنی زندگی میں نوحہ و ماتم کرتا رہا ہوگا‘ یا اپنی میت پر نوحہ و ماتم کرنے کی وصیت کرکے مرا ہوگا یا اس کے علم میں ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد میرے گھر والے مجھ پر خوب نوحہ و ماتم کریں گے جیسے کہ بعض خاندانوں میں رواج ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ انہیں منع کرکے نہیں مرا۔ ان تینوں صورتوں میں وہ خود بھی شریک جرم متصور ہوگا اور اس پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ لیکن اگر تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں ہوگی اور اس کے باوجود میت کے گھر والے محض اپنی جہالت کی وجہ سے اس پر نوحہ و ماتم کریں گے تو سارا گناہ نوحہ و ماتم کرنے والوں کو ہی ہوگا‘ میت کو ان کی وجہ سے عذاب نہیں ہوگا‘ کیونکہ یہ کسی طرح بھی ان کے اس گناہ میں شریک نہیں ہے۔ اس لئے ﴿لاتزر وازرة وزر اخری﴾ (بنی اسرائیل ۱۵) کے مطابق اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔

٩٢٦ ـ وعن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ رضي اللهُ عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ رُفِعَ إلَيْهِ

۲ / ۹۲۶ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کے نواسے کو اٹھا

ابنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ في المَوْتِ، فَفاضَتْ عَيْنا رسولِ اللهِ ﷺ، فقالَ له سعدٌ: ما هٰذا يا رسولَ اللهِ؟! قال: «هٰذِهِ رحمةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالى في قُلوبِ عِبادِهِ، وَإِنما يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبادِهِ الرُّحَمَاءَ» متفقٌ عليه.

کر لایا گیا جو مرنے کے قریب تھا' پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا' یارسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا' یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحمت فرماتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ "يعذب الميّت ببعض بكاء أهله عليه" - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميّت.

٩٢٧ - وعن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ دَخلَ علَى ابْنِهِ إبْرَاهِيمَ رضي الله عنه وَهُوَ يَجُودُ بِنَفسِه فَجَعَلَتْ عَيْنا رسولِ اللهِ ﷺ تَذرِفَانِ. فقال له عبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عوْفٍ: وأَنتَ يا رسولَ اللهِ؟! فقال: «يَا ابْنَ عَوْفٍ! إنَّها رَحْمَةٌ» ثُمَّ أَتْبَعَها بأُخرَى، فقال: «إنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقولُ إلَّا ما يُرْضِي رَبَّنا، وَإنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إبْرَاهِيمُ! لَمَحْزُونُونَ». رواه البخاري، وروى مسلم بعضه. والأحاديث في الباب كثيرة في الصحيح مشهورة. والله أعلم.

۹۲۷/۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم ؑ کے پاس آئے اور وہ جان کنی کے عالم میں تھا' پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے ساغر چھلک پڑے۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا اور آپ بھی (روتے ہیں) یارسول اللہ؟ پس آپ نے فرمایا' اے ابن عوف! یہ رحمت و شفقت ہے اور آپ پھر دوبارہ رو پڑے اور فرمایا۔ بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے' لیکن ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کردے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمزدہ ہیں۔ (بخاری)

اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

اور اس باب میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں جو مشہور ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ "إنا بك لمحزونون" - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه...

۹۲۷- فوائد: ابراہیم' نبی ﷺ کا وہ بیٹا تھا جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا' وفات کا یہ واقعہ دس ہجری کا ہے۔ ان احادیث سے رونے کا جواز بالکل واضح ہے لیکن وہ رونا جس میں بین اور نوحہ نہ ہو۔

١٥٤ - بَابُ الْكَفِّ عَمَّا يُرَى فِي الْمَيِّتِ

۱۵۴۔ میت کے عیب کے بیان کرنے سے

مِنْ مَكْرُوهٍ

زبان کو روکنے کی تاکید

٩٢٨ ـ عن أبي رافع أسلَمَ مولى رسولِ اللهِ ﷺ أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ غسَّلَ مَيِّتاً فكتَمَ عليه، غفرَ اللهُ لَهُ أرْبَعِينَ مَرَّةً» رواه الحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم.

۱/ ۹۲۸ حضرت ابو رافع اسلمؓ' رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام' سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی میت کو غسل دے (اور وہ اس میں کوئی عیب دیکھے) پس وہ اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرمائے گا۔ (اسے امام حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے)

تخريج: المستدرك ١/ ٣٥٤، ٣٦٢ ووافقه الذهبي.

۹۲۸۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دوران غسل کوئی جسمانی عیب نظر آئے یا کسی وجہ سے اس کی شکل و صورت میں تغیر رونما ہو جائے تو اسے بیان کرنے سے گریز کیا جائے تاکہ اس کی ذلت و رسوائی نہ ہو۔ بعض علماء عبرت کے طور پر مسخ شدہ لاش کی بابت بیان کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں تاہم حدیث میں پردہ ڈالنے ہی کا حکم ہے اس لئے پردہ پوشی ہی صحیح ہے۔

١٥٥ ـ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَتَشْيِيعِهِ وَحُضُورِ دَفْنِهِ وَكَرَاهَةِ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

۱۵۵۔ نماز جنازہ پڑھنے' جنازے کے ساتھ چلنے' تدفین میں شریک ہونے کا بیان اور جنازوں کے ساتھ عورتوں کے چلنے کی کراہت

وَقَدْ سَبَقَ فَضْلُ التَّشْيِيعِ.

جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت پہلے گزر چکی ہے۔ مزید احادیث ملاحظہ ہوں:

٩٢٩ ـ عن أبي هُرَيرةَ رَضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ الجنَازَةَ حتَّى يُصَلَّى عَلَيها، فَلَهُ قيرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حتَّى تُدْفَنَ، فَلَهُ قيرَاطَانِ» قِيلَ: وَمَا القيراطَانِ؟ قال: «مِثْلُ الجَبَلَيْنِ العَظِيمَيْنِ». متفقٌ عليه.

۱/ ۹۲۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جنازے میں حاضر ہوا یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے' اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو اس کے دفن تک موجود رہے' اس کے لئے دو قیراط اجر ہے۔ دریافت کیا گیا دو قیراط کی مقدار کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دو بڑے پہاڑوں کی مثل۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب من انتظر حتى تدفن ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فضل الصلاة علي الجنازة واتباعها.

۹۲۹- فوائد: اس میں مسلمان کے جنازے میں شرکت کی فضیلت کا بیان ہے- اگر جنازے اور نماز میں شرکت کی جائے تو ایک بڑے پہاڑ کی مانند اجر ملے گا اور اگر تدفین میں بھی شریک ہوا جائے تو اس سے دگنا اجر ملے گا' یعنی دو بڑے پہاڑوں کے برابر-

٩٣٠ ـ وعنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «مَنِ اتَّبعَ جَنازَةَ مُسْلِمٍ إيماناً وَاحتِسَاباً، وكانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيها وَيُفرَغَ مِنْ دَفنِها، فَإنَّهُ يَرْجعُ مِنَ الأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيراطٍ مِثلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيها، ثم رَجعَ قَبْلَ أَن تُدْفَنَ، فَإنَّهُ يَرجِعُ بِقِيرَاطٍ» رواه البخاري.

۲/ ۹۳۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے چلے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے گا تو وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ کی مانند ہے اور جو اس کو دفنائے جانے سے قبل صرف نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط کے ساتھ واپس آئے گا- (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب اتباع الجنازة من الإيمان.

۹۳۰- فوائد: اس میں واضح کردیا گیا کہ یہ اجر عظیم صرف اس شخص کے لئے ہے جو ایمان کے تقاضے سے اور محض اللہ کی رضا کے لئے اس کا حکم سمجھ کر جنازے میں شرکت کرے اور اس کے برعکس جو کسی اور غرض کے لئے شریک ہوتے ہیں مثلاً یہ ہمارا پڑوسی ہے' افسر ہے' ہمارا رشتہ دار ہے وغیرہ اور صرف لحاظ داری یا قرابت داری کی نیت دل میں ہوتی ہے تو اس صورت میں اجر کی توقع نہیں کرنی چاہئے

٩٣١ ـ وعن أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ الله عنها قالَتْ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَلم يُعزَمْ عَلَيْنَا» متفقٌ عليه. ومعناه: ولَمْ يُشَدَّدْ في النَّهيِ كما يُشَدَّدُ في المُحَرَّمَاتِ.

۳/ ۹۳۱ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہمیں (عورتوں کو) جنازوں کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر سختی نہیں کی گئی ہے- (جس طرح اور بعض احکام میں سخت تاکیدیں کی گئی ہیں)
(بخاری و مسلم)

اس کا مطلب ہے منع تو یقیناً کیا گیا ہے لیکن اس میں سختی نہیں کی گئی جس طرح دوسرے محرمات میں سختی کی گئی ہے-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب نهي النساء عن اتباع الجنائز، برقم٩٣٨.

۹۳۱- فوائد: مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو- دوسرے' عورتیں جزع فزع زیادہ کرتی ہیں- اس لئے شریعت نے سداً للذریعہ انہیں جنازوں میں شریک ہونے سے روک دیا ہے- تاہم جہاں یہ مفاسد نہ ہوں وہاں ان کے لئے شرکت کی گنجائش ہے -عدم تشدید کا مطلب

حسب ضرورت و اقتضاء اس کا جواز ہے مگر بشرائط مذکورہ۔ اسی لئے جمہور علماء نے اس نہی کو نہی تنزیہی قرار دیا ہے۔ یعنی عورتوں کا جنازوں کے ساتھ نہ جانا بہتر ہے۔ (فتح الباری)

١٥٦ - بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكَثُّرِ الْمُصَلِّينَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوفِهِمْ ثَلاثَةً فَأَكْثَرَ

۱۵۶۔ نماز جنازہ میں نمازیوں کا زیادہ ہونا اور تین یا اس سے زیادہ صفیں بنانا مستحب ہے

٩٣٢ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عنها قَالَتْ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَليهِ أُمَّةٌ مِنَ المُسْلِمِينَ يَبلُغُونَ مائَةً كُلُّهُم يَشفَعُونَ له إلا شُفِّعُوا فِيهِ» رواه مسلم.

۱/ ۹۳۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس مسلمان میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو' سب میت کی بخشش کی سفارش کریں تو اس کی بابت ان کی سفارش قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه مائة شفّعوا فيه.

٩٣٣ - وعن ابنِ عباسٍ رضيَ الله عنهما قال: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقُول: «مَا مِن رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ، فَيقومُ عَلى جَنَازتِهِ أَربَعُونَ رَجُلاً لَا يُشرِكُونَ بِاللهِ شَيئاً إلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ» رواه مسلم.

۲/ ۹۳۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں' تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی مغفرت کی سفارش کو قبول فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه أربعون شفّعوا فيه.

٩٣٤ - وعن مَرْثَدِ بن عبدِ الله اليَزَنِيِّ قال: كانَ مَالِكُ بنُ هُبَيْرَةَ رضي الله عنه إذا صَلَّى عَلى الجنَازَةِ، فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيها، جَزَّأَهُمْ عَلَيها ثَلاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثم قال: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى عَليهِ ثَلاثَةُ صُفُوفٍ، فَقَدْ أَوْجَبَ». رواه أبو داود، والترمذِي وقال: حديث حسن.

۳/ ۹۳۴ حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازے کی نماز پڑھنے لگتے اور لوگوں کا مجمع تھوڑا سمجھتے تو لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے۔ پھر فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اس نے جنت واجب کرلی۔

(ابو داؤد' ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الصفوف علي الجنازة - وسنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في الصلاة علي الجنازة والشفاعة للميت.

۹۳۴۔ **فوائد:** (۱) ان روایات سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت نہایت پسندیدہ ہے لیکن ہوں وہ اہل ایمان و توحید۔ اہل شرک و بدعت جتنے بھی ہوں' اللہ کے ہاں ان کی کوئی اہمیت

نہیں۔ وہ جنازہ پڑھیں نہ پڑھیں ایک جیسا ہے۔ (۲) اگر آدمی تھوڑے ہوں تو انہیں تین صفوں میں تقسیم کرلینا بہتر ہے۔ مختلف روایات میں مختلف تعداد بیان ہوئی ہے جس سے مقصود کثرت ہے اور کثرت بھی' کثرت محض نہیں' اہل ایمان و تقویٰ اور اہل توحید کی کثرت۔ کثر اللہ سوادھم

١٥٧ - بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

۱۵۷۔ نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

يُكَبِّرُ أَرْبَعَ تَكبِيرَاتٍ: يَتَعَوَّذُ بَعْدَ الأُولى، ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الكِتَابِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلى النبيِّ ﷺ، فيقول: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّدٍ، وَعَلى آلِ مُحَمَّدٍ. وَالأَفضَلُ أن يُتِمَّهُ بقوله: كما صَلَّيْتَ عَلى إبراهِيمَ.. إلى قولِهِ: إنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. وَلا يَفْعَلُ مَا يَفعَلُهُ كَثيرٌ مِنَ العَوَامِّ مِنْ قِرَاءَتِهِم ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ﴾ الآية [الأحزاب: ٥٦] فإنَّهُ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ إذا اقتصَرَ عليهِ. ثُم يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ، ويَدعُو لِلمَيِّتِ ولِلمُسْلِمِينَ بِمَا سَنَذْكُرُهُ مِن الأحاديثِ إن شَاءَ اللهُ تعالى، ثم يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ ويَدعُو، ومِنْ أَحْسَنِهِ: اللَّهُمَّ لَا تحرِمنَا أَجْرَهُ، ولا تَفتِنَّا بَعدَهُ، واغفِرْ لَنَا وَلَهُ. والمُخْتَارُ أَنه يُطَوِّلُ الدُّعاءَ في الرَّابِعة خِلَافَ ما يَعْتَادُهُ أَكثَرُ النَّاس؛ لحديث ابن أبي أَوْفى الذي سَنَذْكُرُهُ إن شاءَ الله تعالى. فَأَمَّا الأَدْعِيَةُ المأثُورَةُ بَعْدَ التَّكبِيرَةِ الثالثة، فمنها:

نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہے' پہلی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ (اور کوئی ایک سورت) پڑھے پھر دوسری تکبیر کہہ کر نبی ﷺ پر درود پڑھے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد افضل یہی ہے کہ حمید مجید تک پورا درود پڑھے اور عوام کی اکثریت اپنی قراءت میں صرف یہ آیت پڑھتی ہے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الایۃ' اس طرح نہ کرے' اس کا پڑھنا صحیح نہیں اور نہ اس پر اکتفاء کرنے سے نماز ہی صحیح ہوگی (کیونکہ یہ غیر مسنون طریقہ ہے) پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت اور مسلمانوں کے لئے وہ دعائیں پڑھیں جو ہم آئندہ احادیث سے انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کرے اور بہترین دعاؤں میں سے یہ ہے اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ اور پسندیدہ ہے کہ چوتھی مرتبہ میں خوب لمبی دعا کرے برعکس اس کے جس کے لوگ عادی ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی اوفی کی حدیث سے ثابت ہے جس کو ہم انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں نبی ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

٩٣٥ - عَنْ أَبي عَبدِ الرحمٰنِ عَوْفِ بنِ مالِكٍ رضي الله عنه قال: صلَّى رسولُ اللهِ ﷺ عَلَى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ

۱/ ۹۳۵ حضرت ابو عبدالرحمن' عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو آپ کی وہ دعا میں نے یاد کرلی۔ آپ

دُعَائِهِ وَهُوَ: يَقُولُ: «اللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ، وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا، كما نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ» حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذلكَ الْمَيِّتَ. رواه مسلم.

فرماتے تھے' اے اللہ! اس کو بخش دے' اس پر رحم فرما' اس کو عذاب سے عافیت دے اور اس کو معاف کردے' اس کی مہمان نوازی اچھی کر' اس کی قبر فراخ کردے' اس کو پانی برف اور اولوں کے ساتھ دھو دے' اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کردیا اور اس کو اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں بہتر گھر' اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا (حدیث کے راوی حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) نبی ﷺ نے یہ دعا اس انداز سے مانگی حتی کہ میں نے آرزو کی کہ یہ میت میں خود ہوتا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميّت في الصلاة.

٩٣٦ ـ وعن أبي هُريرة وأبي قَتَادَةَ، وأبي إِبْرَاهِيمَ الأَشْهَلِيِّ عَنْ أَبِيهِ ـ وَأَبُوه صَحَابِيٌّ ـ رضي الله عنهم عن النبيِّ ﷺ أَنَّه صَلَّى عَلى جَنَازَةٍ فقال: «اللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا، فَأَحْيِهِ عَلى الإِسلام، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا، فَتَوَفَّهُ عَلى الإِيمانِ؛ اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ» رواه الترمذي من رواية أبي هُرَيْرَةَ وَالأَشْهَلِيِّ، ورواه أبو داود من رواية أبي هريرة وأبي قَتَادَةَ. قال الحاكم: حديث أبي هريرة صَحيحٌ على شَرْطِ البُخَارِيِّ ومُسْلِمٍ، قال التِّرمِذِيُّ: قال البخاريُّ: أصحُّ رواياتِ هذا الحديث روايةُ الأَشْهَلِيِّ. قال البخاري: وَأَصَحُّ شيءٍ في الباب حديث عَوْفِ بن مالكٍ.

٢/ ٩٣٦ حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما اور ابو ابراہیم اشہلی اپنے باپ سے' جو صحابی ہیں' روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی' تو اس میں دعا فرمائی۔ اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردہ کو' ہمارے چھوٹے اور بڑے کو' ہمارے مردوں اور عورتوں کو' ہمارے حاضر اور غائب سب کو بخش دے' اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے۔ پس اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو فوت کرے اس کو ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد کسی آزمائش سے دوچار نہ کرنا۔

اس کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور اشہلی کی روایت سے اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ امام بخاری نے فرمایا' اس حدیث کی

روایات میں اشہلی کی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ صحیح عوف بن مالک کی حدیث ہے۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب مايقول في الصلاة على الميّت ۔ وسنن أبى داود، كتاب الجنائز باب الدعاء للميت.

٩٣٧ ۔ وعن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقول: «إذا صَلَّيْتُمْ عَلَى المَيِّت، فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ» رواه أبو داود.

۳ / ۹۳۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت.

٩٣٨ ۔ وعَنْهُ عَنِ النَّبيِّ ﷺ في الصَّلاة عَلى الجنَازَةِ: «اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلإِسْلام، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلانِيَتِها، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ، فاغْفِرْ لَهُ» رواه أبو داود.

۴ / ۹۳۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنازے پر نماز میں یہ دعا پڑھی' اے اللہ! تو ہی اس کا رب ہے' تو نے ہی اسے پیدا فرمایا' تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت و توفیق دی اور تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں' پس تو اس کو بخش دے۔

(ابو داؤد) (حوالہ مذکور)

تخريج: سنن أبى داود، الجنائز، باب الدعاء للميت(ضعيف أبى داود ۔ رقم ٧٠٣).

٩٣٩ ۔ وعن وَاثِلَةَ بنِ الأَسْقَعِ رضيَ اللهُ عنه قال: صَلَّى بِنَا رسولُ الله ﷺ عَلى رَجُلٍ مِنَ المُسْلمينَ، فَسَمِعْتُهُ يقولُ: «اللّٰهُمَّ! إنَّ فُلانَ ابْنَ فُلانٍ في ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ القَبْرِ؛ وَعَذَابَ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الوَفَاءِ والحَمْدِ؛ اللّٰهُمَّ! فاغفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إنكَ أَنْتَ الغَفُور الرَّحِيمُ» رواه أبو داود.

۵ / ۹۳۹ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا' اے اللہ! فلاں بن فلاں تیری امان میں اور تیری حفاظت کی پناہ میں ہے' پس تو اس کو قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے بچا' تو وعدے کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے' اے اللہ' پس تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما' بے شک تو بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے۔ (ابو داؤد) (حوالہ مذکور)

تخريج: سنن أبى داود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت.

٩٤٠ ـ وعن عبدِ اللهِ بن أبي أَوْفى رضي الله عنهما أَنَّهُ كَبَّرَ عَلى جَنازَةِ ابْنَةٍ لَهُ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ هٰكَذَا.

وفي رواية: كَبَّرَ أَرْبعاً، فَمَكَثَ سَاعَةً حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمساً، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمالِهِ. فَلَمَّا انصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هٰذا؟ فقال: إنِّي لا أَزِيدُكُمْ عَلى مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ، أَوْ: هكذا صَنَعَ رسولُ اللهِ ﷺ. رواه الحاكم وقال: حديث صحيح.

٦/ ٩٤٠ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اس میں مرنے والی بیٹی کے لئے مغفرت طلب کرتے اور دعا کرتے رہے۔ پھر فرمایا' رسول اللہ ﷺ اس طرح ہی کیا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے انہوں نے چار تکبیریں کہیں' پھر کچھ دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پانچویں تکبیر کہیں گے پھر انہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا۔ پس جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا' یہ کیا بات ہے؟ تو عبداللہ بن ابی اوفی ؓ نے فرمایا میں تمہارے سامنے اس سے زیادہ نہیں کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا۔ یا (یہ فرمایا) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ (اسے حاکم نے روایت کیا اور کہا' یہ حدیث صحیح ہے)

تخریج: المستدرك ١/ ٣٦٠.

٩٤٠۔ فوائد: مذکورہ تمام دعائیں وہ ہیں جو نبی ﷺ نے نماز جنازہ میں پڑھی ہیں۔ اس لئے اگر ان سب کو جمع کرکے پڑھ لیا جائے تو بہت بہتر ہے کیونکہ میت کے لئے خلوص دل سے دعا کرنے کا حکم ہے۔ الحمدللہ اہلحدیث یہ دعائیں پڑھتے اور الحاح و اخلاص سے دعائیں کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر احباب اتنی عجلت سے نماز جنازہ پڑھاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھئے وہ نماز نہیں پڑھاتے' جھٹکا کرتے ہیں۔ ھدا ھم اللہ تعالیٰ۔

دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نماز جنازہ اونچی آواز سے بھی پڑھنا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ اگر اونچی آواز سے نہ پڑھتے تو صحابہ کو یہ دعائیں بھی یاد نہ ہوتیں۔ تاہم مقتدیوں کا باآواز بلند ''آمین'' کہنا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول نہیں تھا۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اہلحدیث عوام میں اس کا جو رواج ہے وہ قابل اصلاح ہے۔ نماز جنازہ میں آمین دل میں کہی جائے۔

تیسرے' نماز جنازہ کے بعد میت کی چارپائی کے گرد کھڑے ہوکر دعا کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے' یہ بدعت ہے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ آپ ؐ نے جنازے کے بعد اس طرح دعا نہیں مانگی۔ نماز جنازہ میں تو دعائیں نہ مانگنا' جو دعاؤں کا محل ہے اور جس میں نبی ﷺ نے خوب دعائیں مانگی ہیں اور نماز کے بعد اپنے خودساختہ طریقے سے دعا مانگنے پر اصرار کرنا بڑا عجیب ہے۔ گویا نماز میں دعا مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ مقصود ہوتی تو سنت کے مطابق نماز میں مانگتے۔ لگتا ہے کہ اصل مقصود اپنی خانہ ساز بدعت پر عمل کرنا ہے اس لئے اس پر

اصرار ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

١٥٨ ـ بَابُ الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

۱۵۸۔ جنازے کے لے جانے میں جلدی کرنے کا بیان

٩٤١ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «أَسْرِعُوا بالجَنَازَةِ، فإنْ تَكُ صَالِحَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إلَيْهِ، وَإنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ». متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمُسْلِمٍ: «فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْه».

۱/ ۹۴۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنازہ لے جانے میں جلدی کرو' اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے آگے بڑھاؤ گے اور اگر وہ اس کے بر عکس ہے تو وہ ایک برائی ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو گے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں ہے' تم اسے بھلائی پر پیش کرو گے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الإسراع بالجنازة.

۹۴۱۔ فوائد: اس میں جلدی تکفین و تدفین کے حکم کے ساتھ' اس کی حکمت اور فائدہ بھی واضح کر دیا' اس لئے جنازے میں غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو اس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا جائے۔

٩٤٢ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي اللهُ عنه قَالَ: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يَقُولُ: «إذا وُضِعَتِ الجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلى أَعْنَاقِهِمْ، فَإنْ كَانَتْ صَالحةً، قالتْ: قَدِّمُوني، وَإنْ كانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ لِأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا! أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إلَّا الإنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الإنْسَانُ لَصَعِقَ» رواه البخاري.

۲/ ۹۴۲ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو لوگوں سے کہتا ہے ہائے ہلاکت و بربادی! تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی آواز' انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو یقیناً بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء.

۹۴۲۔ فوائد: میت کس طرح بولتی ہے؟ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ تاہم اس کا بولنا ناممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے بلوانا چاہے' بلوا سکتا ہے۔ مردے کا یہ بولنا صحیح حدیث سے ثابت ہے اس لئے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اس سے میت کا عام گفتگو کرنا یا گفتگو سننا اور آنا جانا یا دنیا والوں کی ضروریات پوری کرنا یا مشکلات آسان کرنا وغیرہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ افسوس کچھ لوگ اس قسم کی احادیث سے اس طرح کی باتیں کشید کرتے

اور اسے عقیدۂ اہلسنت مشتہر کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اتباع حق کی توفیق دے۔ آمین

١٥٩ ـ بَابُ تَعْجِيلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى تَجْهِيزِهِ إِلاَّ أَنْ يَمُوتَ فَجْأَةً فَيُتْرَكَ حَتَّى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهُ

۱۵۹۔ میت کے ذمے قرض کی ادائیگی میں اور اس کی تجہیزو تکفین میں جلدی کرنے کا بیان' البتہ اچانک فوت ہونے کی صورت میں توقف کرنا جائز ہے تاکہ موت کا یقین ہوجائے

٩٤٣ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ». رواه الترمذي وقال: حديث حسنٌ.

۱/ ۹۴۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے جب تک اسے ادا نہ کردیا جائے۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء عن النبي ﷺ نفس المؤمن معلقة بدينه.

۹۴۳- فوائد: معلق (لٹکے رہنے) کا مطلب ہے کہ اس کی نجات یا عذاب سے دوچار ہونے کا فیصلہ قرض کی ادائیگی تک موقوف رہتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے میت کے ذمے جو قرض ہو' اس کی ادائیگی کرنی چاہئے۔ یہ کس قدر ستم ہے کہ میت کے مال پر قبضے کی فکر تو ہوتی ہے مگر اس کے قرض کی ادائیگی کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

٩٤٤ ـ وعن حُصَيْنِ بنِ وَحْوَحٍ رضيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ طَلْحَةَ بنَ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَالَ: إِنِّي لا أُرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ، وَعَجِّلُوا بِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ». رواه أبو داود.

۲/ ۹۴۴ حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ پس (انہیں دیکھ کر) آپؐ نے فرمایا' میرا خیال ہے کہ طلحہؓ میں موت کے آثار پیدا ہوگئے ہیں پس (جب یہ فوت ہوجائیں تو) مجھے اس کی اطلاع دینا اور ان کو (دفنانے میں) جلدی کرنا' اس لئے کہ کسی مسلمان کی لاش کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب التعجيل بالجنازة وكراهية حبسها.

۹۴۴- فوائد: اس سے واضح ہے کہ بغیر معقول اور شرعی عذر کے جنازے کی تدفین میں تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے۔

١٦٠ - بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

۱۶۰۔ قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کا بیان

٩٤٥ - عن عليٍّ رَضِيَ اللهُ عنه قال: كُنَّا في جَنَازَةٍ في بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فقعَدَ وَقعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخصرَةٌ فنكَسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثم قال: «ما مِنكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ» فقالوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلى كِتَابِنَا؟ فقال: «اعْمَلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَه» وَذَكَرَ تَمَامَ الحديث. متفقٌ عليه.

۱/ ۹۴۵ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد (قبرستان) میں ایک جنازے کے ساتھ تھے' پس ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے' ہم بھی آپ ؐ کے گرد بیٹھ گئے' آپ کے پاس ایک چھڑی تھی' پس آپ نے سر جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کردیا' پھر فرمایا' تم میں سے ہر شخص کا جہنمی اور جنتی ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے' صحابہ ؓ نے عرض کیا' کیا پس ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا (نہیں بلکہ) عمل کرو' پس ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر... - وصحيح مسلم، أوائل كتاب القدر.

۹۴۵۔ فوائد: اس سے قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کا اثبات ہوا' جیسا کہ امام نوویؒ نے باب باندھا ہے اس وقت دنیا کی بے ثباتی کا حقیقی منظر انسان کے سامنے ہوتا ہے اور دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے' اس لئے اس موقعے پر وعظ و نصیحت کے مؤثر اور کارگر ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ دوسرے اس میں مسئلہ تقدیر کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی بابت علم ہے کہ اس نے اچھے عمل کرنے ہیں یا برے اور اس نے اپنے علم کے مطابق ہر شخص کا اچھا یا برا انجام لکھ رکھا ہے لیکن اس کے علم یا لکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ عمل کرنے پر مجبور ہے جو اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے' بلکہ یہ تو اللہ کو پہلے سے علم ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے نیکوں کا عمل کرے گا اور خوش انجام ہوگا اور فلاں بدوں کا عمل کرے گا اور انجام بد سے دوچار ہوگا اور جب تک اللہ کے علم اور اس کے لکھے ہوئے تک انسان کی رسائی نہیں ہوتی (اور یہ ہو ہی نہیں سکتی) تو پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے علم پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل صالح کا راستہ چھوڑ دے؟ جبکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ اس کے آخری انجام کی بابت اللہ نے کیا لکھ رکھا ہے؟ بنابریں انسان کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں کہ وہ کسب خیر میں سرگرم اور کوشاں رہے اور اللہ نے اس کو اسی بات کا حکم دیا ہے اور وہ اسی عمل اختیاری پر محاسبہ فرمائے گا نہ کہ اپنے علم پر۔ علاوہ ازیں اس کا یہ اصول بھی ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کام کی توفیق سے نوازتا اور اس کی راہیں اس کے لئے کشادہ کردیتا ہے جس کے لئے اس کو اس نے پیدا کیا ہے۔ پھر کیوں نہ انسان نیکی کا راستہ اپنا کر اللہ سے خیر کی توفیق کا طالب اور آرزو مند رہے؟

١٦١ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهِ

۱۶۱۔ میت کو دفنانے کے بعد اس کے لئے دعا

وَالْقُعُودِ عِنْدَ قَبْرِهِ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ لَهُ وَالِاسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَةِ

کرنے اور چند گھڑی اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر مرحوم کے لئے دعا' استغفار اور قراءت کرنے کا بیان

٩٤٦ ـ عن أبي عَمْرو ـ وقيل: أبو عبدِ الله، وقيل: أبو لَيْلى ـ عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رضي الله عنه قال: كَانَ النَّبيُّ ﷺ إذا فَرَغَ مِنْ دَفنِ المَيِّتِ وَقَفَ عَلَيهِ، وقال: «استَغفِرُوا لأَخِيكُم وسَلُوا لَهُ التَّثبِيتَ، فَإنَّهُ الآن يُسأَلُ» رواه أبو داود.

۱/ ۹۴۶ حضرت ابو عمرو اور بعض کے نزدیک ابو عبداللہ اور بعض کے نزدیک ابو لیلیٰ' عثمان بن عفان بڑاتنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے' اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو اور اس کے لئے (منکر نکیر کے سوال و جواب میں) ثابت قدمی کی دعا کرو اس لئے کہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف.

۹۴۶- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں مردے سے سوال ہوگا' جو مومن ہوگا اللہ تعالیٰ اسے صحیح جواب دینے کی توفیق سے نوازے گا اور وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے اور جس شخص کو رسول بنا کر بھیجا گیا وہ محمد ﷺ ہیں۔ اس کے برعکس دوسرا شخص یہ جواب دینے سے محروم رہے گا اور کہے گا "ھا ھا لا ادری" میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لئے دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنے کی بڑی تاکید ہے۔ اس کے لئے یہ دعاء پڑھی جائے۔ اللهم ثبته بالقول الثابت لا اله الا الله محمد رسول الله۔

٩٤٧ ـ وعن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: إذا دَفنتمُوني، فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبرِي قَدْرَ مَا تُنحرُ جَزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُها حَتى أَستَأنِسَ بِكم، وَأَعْلَمَ مَاذا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رواه مسلم. وقد سبق بطوله. قال الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ الله: وَيُسْتَحَبُّ أَن يُقرَأَ عِندَهُ شيءٌ مِنَ القُرآنِ، وَإن خَتَمُوا القُرآن عِندَهُ كَانَ حَسَناً.

۲/ ۹۴۷ حضرت عمرو بن العاص بڑاتنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب تم مجھے دفنا کر فارغ ہو جاؤ' تو میری قبر کے گرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے فرستادوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

اور یہ روایت تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا' مستحب ہے کہ اس کے پاس کچھ حصہ قرآن سے پڑھا جائے اور اگر سارا قرآن ہی وہاں ختم کر دیں تو اچھا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذلك الهجرة والفتح، وقد تقدم في رقم٧١١.

۹۴۷- فوائد: میت کو دفنانے کے بعد' قبر پر کھڑے رہ کر اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنے کی تاکید تو نبی ﷺ نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ ماقبل کی حدیث میں گزرا' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی وصیت فرمائی ہے۔ باقی امام شافعیؒ کا جو قول قرآن کریم پڑھنے کی بابت نقل کیا گیا ہے' یہ مسنون طریقہ نہیں ہے' اس کی تلاوت کی بابت نبی ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ مسنون عمل صرف دعا کرنا ہی ہے لہٰذا اسی پر اکتفا کرنا صحیح ہے ۔علاوہ ازیں امام شافعی علیہ الرحمہ کی طرف اس قول کی نسبت بھی مشکوک ہے اس لئے کہ فتح الباری' تفسیر ابن کثیر اور دیگر کتب میں امام شافعی کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی جائز نہیں۔

١٦٢ ـ بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ

۱۶۲- میت کی طرف سے صدقہ کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾ [الحشر: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

فائدۂ آیت: بعد میں آنے والوں سے مراد تابعین اور قیامت تک بعد میں آنے والے تمام مومن ہیں اور ان سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے صحابہ کرامؓ اور وہ تمام مومن ہیں جو پہلے گزر گئے۔ اس میں بعد میں آنے والوں نے اپنے ساتھ اپنے سے پہلوں کے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائی جس سے امام نوویؒ نے استدلال فرمایا کہ میت کے حق میں دعا کرنی جائز ہے۔ اسی طرح احادیث میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان ہے - ان دونوں کا فائدہ مرنے والوں کو پہنچتا ہے اس لئے یہ دونوں کام کرنے صحیح ہیں۔اب احادیث ملاحظہ ہوں:

٩٤٨ ـ وعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلاً قال لِلنَّبِيِّ ﷺ: إنَّ أُمِّي افتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَأُرَاهَا لو تَكَلَّمَتْ، تَصَدَّقَتْ، فَهَل لَهَا أَجرٌ إن تصدَّقْتُ عَنهَا؟ قال: «نَعَمْ». متفقٌ عليه.

۱/ ۹۴۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا' میری ماں اچانک وفات پاگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے کچھ بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرنے کی تلقین کرتی' پس کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب موت الفجاءة ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه.

۹۴۸- فوائد: اس میں صراحت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب اس کو پہنچے گا' جیسے دعا کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔ صدقہ اور دعا ایصال ثواب کی یہی دو صورتیں ہیں جو جائز ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسومات قل' ساتواں' دسواں اور چہلم وغیرہ ہیں یہ تمام بدعات ہیں جو دراصل ہندووانہ

رسمیں ہیں اور جاہل مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں۔ اسی طرح قرآن خوانی بھی ایصال ثواب کا مسنون طریقہ نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں بے فائدہ ہیں جن سے میت کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میت کو فائدہ صرف منصوص (صحیح ثابت شدہ) طریقوں سے ہی ہو سکتا ہے اور وہ صرف دو ہی ہیں۔ دعا اور صدقہ۔ اور صدقہ بھی وہ جو اولاد کی طرف سے ہو کیونکہ حدیث میں اولاد ہی کی طرف سے صدقے کا ذکر ہے اس لئے غیر اولاد کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ کرنا بھی غیر صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احکام الجنائز' للالبانی۔

٩٤٩ ـ وعن أَبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إذا مَاتَ الإِنسَانُ انقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلاثٍ: صَدَقَةٍ جارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو له» رواه مسلم.

۲/ ۹۴۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے' سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا فیض اسے پہنچتا رہتا ہے) ایک صدقہ جاریہ' یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق من الثواب للمیت بعد وفاته.

۹۴۹۔ فوائد: یہ تینوں عمل ایسے ہیں جو دراصل انسان کے اپنے عمل ہیں' جو کسی نہ کسی انداز سے اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں جیسے صدقہ جاریہ ہے مثلاً سرائے' ہسپتال' مسجد و مدرسہ اور کنواں وغیرہ بنوا جانا۔ یہ وقف کی طرح انسان کے اپنے آثار عمل ہیں۔ ونکتب ماقدموا وآثارھم (سورہ یٰسین ۱۲)۔ کے تحت جب تک ان کا وجود قائم ہے اور لوگ فیض یاب ہوتے رہیں گے' ان کا اجر میت کو ملتا رہے گا۔ اسی طرح وہ علم' جس کی اس نے لوگوں میں نشرو اشاعت کی اور لوگوں نے اس کی اقتداء کی۔ مثلاً قرآن و حدیث پر مبنی کتابیں لکھیں' تبلیغ و دعوت کا کام کیا' مسند درس پر بیٹھ کر ہزاروں شاگردوں کو قرآن و حدیث کا علم پڑھایا اور شب و روز صرف کر کے لوگوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالا تو یہ اس کی سعی اور عمل ہے اور بمصداق حدیث نبوی من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا (ابو داؤد کتاب السنه' باب لزوم السنه) اقتداء کرنے والوں کا اجر بھی اسے پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح اولاد کو نبی ﷺ نے خود انسان کی اپنی کمائی قرار دیا ہے (النسائی کتاب البیوع' باب الحث علی الکسب۔) علاوہ ازیں اس میں اولاد صالح کی دعاؤں کا صلہ ملنے کی بابت کہا گیا ہے جو دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اس اعتبار سے مُردوں کے لئے ایصال ثواب کا مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ صدقہ یا خود میت کی طرف سے صدقہ جاریہ' علم نافع اور دعا صرف یہ ایصال ثواب کے مسنون طریقے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور طریقے سے مُردوں کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ تاہم میت کے ذمے اگر حج کرنا یا نذر کے روزے رکھنا ہوں تو حدیث میں ورثاء کو یہ کام دیا گیا ہے کہ وہ میت کی طرف سے ادا کریں کیونکہ ان کی حیثیت قرض کی ہے۔ جس طرح میت کے ذمے قرض ہو تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح حج اس پر فرض ہو چکا ہو اور وہ ادا نہ کر سکے یا اس کی نذر مانی ہو' اسی طرح نذر کے روزے مرنے والے کے ذمے ہوں تو ان کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ یہ قرض ہے' تاہم ان پر دوسری

بدنی عبادات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عبادات و قربات میں قیاس کام نہیں دیتا۔ اس کے لئے تو نص شرعی کی ضرورت ہے۔

١٦٣ ـ بابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

۱۶۳۔ میت کی تعریف کرنے کا بیان

٩٥٠ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه قال: مَرُّوا بجَنَازَةٍ، فأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْراً، فقال النبيُّ ﷺ: «وَجَبَتْ»، ثم مَرُّوا بأُخْرى، فَأَثْنَوْا عَلَيها شَرّاً، فَقَالَ النَّبيُّ ﷺ: «وَجَبَتْ» فَقَالَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ رَضِيَ الله عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: «هذا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيراً، فَوَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ، وهذا أثْنَيتُم عليه شرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتم شُهَداءُ اللهِ فِي الأرضِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۵۰ حضرت انس بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا تو انہوں نے اس کی اچھے الفاظ میں تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا' واجب ہوگئی۔ پھر وہ ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے برے الفاظ میں اس کی تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا' واجب ہوگئی۔ پس حضرت عمر بن خطاب نے پوچھا' کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا' یہ شخص جس کی تم نے اچھے الفاظ میں تعریف کی' تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور یہ شخص جس کی تم نے برے الفاظ میں تعریف کی تو اس کے لئے جہنم کی آگ واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس علي الميت ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فيمن يثني عليه خير أو شر من الموتي.

۹۵۰۔ فوائد: مخلص مومنوں کی رائے چونکہ امانت و دیانت اور تقوی کی آئینہ دار ہوتی ہے اس لئے وہ جس کے باطن کی صفائی کی گواہی دے دیں' وہ جنتی اور جس کی بدباطنی کی گواہی دے دیں وہ جہنمی ہوگا' کیونکہ مومن کی بات میں خواہش نفس کی آمیزش نہیں ہوتی تاہم فساق و فجار کا کسی کو اچھا یا برا کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ علاوہ ازیں بعض احادیث میں مُردوں کی برائیاں بیان کرنے سے جو روکا گیا ہے تو اس کا تعلق مومنوں سے ہے یعنی ان کے ایمان و تقوی سے بھرپور زندگی کو نظرانداز کرکے' ان کے عمل و کردار کی بعض کوتاہیاں اگر کسی کے علم میں آجائیں تو انہیں اچھالنا اور بیان کرتے پھرنا' جائز نہیں' ان کے اندر خوبیاں بھی ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں۔ انہیں چھوڑ کر محض برائیوں کی تشہیر کرنا نہایت نامناسب ہے۔ شریعت نے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ البتہ کافروں کی یا فسق و فجور کا علانیہ ارتکاب کرنے والوں کی برائیوں کا اظہار جائز ہے تاکہ لوگ کافرانہ طور طریقوں اور فسق و فجور کے مظاہروں سے اجتناب کریں۔

٩٥١ ـ وعن أَبي الأَسودِ قال: قَدِمْتُ المَدِينَةَ، فَجَلَسْتُ إلى عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ رَضِيَ الله عَنْهُ فمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ،

۲/ ۹۵۱ حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ میں مدینے آیا تو حضرت عمر بن خطاب کے پاس آکر بیٹھ گیا' پس لوگوں کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں کی

فَأُثنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيراً فقال عُمَرُ: وَجَبَت، ثم مُرَّ بأُخرى، فَأُثنِيَ على صَاحِبِها خيراً، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَت، ثم مُرَّ بالثَّالِثَةِ، فَأُثنِيَ عَلَى صَاحِبِها شرّاً، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ؛ قَالَ أَبُو الأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وما وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ المُؤمِنِينَ؟ قال: قُلْتُ كما قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَيُّمَا مُسلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَربعَةٌ بِخَيرٍ، أَدخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ» فَقُلْنَا: وثَلاثَةٌ؟ قال: «وثَلاثَةٌ» فقلنا: واثنَانِ؟ قال: «واثنَانِ» ثُمَّ لَم نَسأَلهُ عَنِ الواحِدِ. رواه البخاري.

طرف سے اس کی بابت اچھے کلمات کہے گئے' تو حضرت عمرؓ نے فرمایا واجب ہو گئی' پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کی بابت بھی اچھی باتیں کہی گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا' واجب ہو گئی' پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی بابت بری باتیں کہی گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا' واجب ہو گئی- ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا' امیر المومنین! کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپؓ نے فرمایا' میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی ﷺ نے فرمائی ہے کہ جس مسلمان کی بابت چار آدمی بھلائی کی گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا تو ہم نے کہا اور تین آدمی گواہی دیں تو؟ آپؓ نے فرمایا تین آدمی بھی- ہم نے کہا اور دو آدمیوں کی گواہی؟ آپؓ نے فرمایا اور دو بھی- پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا- (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس علي الميّت .

۹۵۱- فوائد: اس میں بھی فوت شدہ شخص کے بارے میں اہل ایمان و تقویٰ کی رائے کو اہمیت و فوقیت دی گئی ہے-

١٦٤ - بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ أَوْلاَدٌ صِغَارٌ

۱۶۴- اس شخص کی فضیلت کا بیان جس کے چھوٹے بچے فوت ہو جائیں

٩٥٢ - عن أنسٍ رضي اللهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: «مَا مِنْ مُسلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلاثَةٌ لم يَبلُغُوا الحِنثَ إِلَّا أَدخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ بِفَضلِ رَحمَتِهِ إِيَّاهُمْ» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۵۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے قبل فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ان بچوں پر اپنی رحمت کی برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا-

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه.

۹۵۲- فوائد: یہ فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو ایمان کے تقاضوں کے مطابق بچوں کی وفات پر صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے- حنث کے معنی گناہ کے ہوتے ہیں' بلوغت کے لئے حنث کا لفظ اس لئے

استعمال فرمایا ہے کہ بلوغت کے بعد انسان کے اعمال پر ثواب یا گناہ ہوتا ہے۔ قسم توڑنے کو بھی حنث کہتے ہیں کیونکہ قسم کا اعتبار بھی بلوغت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

٩٥٣ - وعن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قال رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا يَمُوتُ لأَحَدٍ مِنَ المُسْلِمِينَ ثَلاثَةٌ مِنَ الوَلَدِ لا تَمَسُّهُ النَّارُ إلَّا تَحِلَّةَ القَسَمِ» متفقٌ عليه.

٢ / ٩٥٣ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں' اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی' مگر قسم پوری کرنے کے لئے آگ پر سے گزرے گا۔ (بخاری و مسلم)

وَ«تَحِلَّةُ القَسَمِ» قولُ اللهِ تعالى: ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ [مريم: ٧١] وَالوُرُودُ: هُوَ العُبُورُ عَلى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنْصُوبٌ عَلى ظَهْرِ جَهَنَّمَ. عَافَانَا اللهُ مِنْهَا.

تحلۃ القسم' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "تم میں سے ہر شخص اس جہنم میں وارد ہوگا" (سورۂ مریم ۷۱) اور ورود سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے۔ یہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر بنایا گیا ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے اس پر سے گزار دے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه.

۹۵۳- فوائد: مطلب یہ ہے کہ پل صراط جہنم کے وسط میں سے گزرتا ہے جس پر سے ہر مومن و کافر کو گزرنا ہوگا۔ مومن تو اپنے اعمال کے مطابق کچھ پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے کچھ بجلی اور ہوا کی طرح' کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ عمدہ گھوڑوں اور دیگر سواریوں کی طرح گزر جائیں گے' یوں کچھ بالکل صحیح سالم' کچھ زخمی تاہم اکثر اہل ایمان پل عبور کرلیں گے' کچھ کمزور ایمان جہنم میں گر پڑیں گے جنہیں بعد میں شفاعت کے ذریعے سے نکال لیا جائے گا لیکن کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب کے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ جس کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں گے اسے بھی قرآن میں اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مذکورہ قسم پوری کرنے کے لئے اس پل پر سے گزرنا ہوگا۔

٩٥٤ - وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امرأةٌ إلى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ، فاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْماً نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ، قَالَ: «اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا»

۳ / ۹۵۴ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا' اے اللہ کے رسول! آپ کی باتیں تو مرد ہی لے گئے (یعنی ان کا سننا سنانا ان ہی کے حصے میں آتا ہے) پس آپ اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے بھی مقرر فرمائیے۔ ہم اس دن آپ کے پاس آئیں' آپ اس میں ہمیں ان باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی

فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ النبيُّ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ ممَّا عَلَّمَهُ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: «ما مِنْكُنَّ مِن امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلاثَةً مِنَ الْوَلَدِ إلَّا كانُوا لَها حِجاباً مِنَ النَّار» فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «وَاثْنَيْنِ» متفقٌ عليه.

ہیں۔ آپ نے فرمایا' فلاں فلاں دن تم جمع ہو جاؤ۔ پس وہ اکٹھی ہوئیں تو ان کے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور ان کو ان باتوں کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ کو سکھلائی تھیں' پھر آپ نے فرمایا' تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیج دے (یعنی فوت ہو جائیں) تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ پس ایک عورت نے کہا اور دو بچوں کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب من يموت له ولد. . .

۹۵۴- فوائد: عورتوں کو بھی وعظ و نصیحت اور دینی علوم سکھلانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور خود مسلمان عورتوں کے اندر بھی دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی بھی اصلاح کر سکیں اور ان بچوں کی بھی جو ان کی گود میں پرورش پاتے ہیں کیونکہ ماں کی گود ہی' ایک بچے کے لئے پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہے اور ماں بچے کی پہلی معلمہ۔ اگر اس تعلیم و تربیت گاہ کا ماحول اسلامی ہوگا اور معلمہ' اسلامی تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہوگی تو بچے کی نشوونما بھی اسلامی ماحول میں اور مسلمان معلمہ کے زیر سایہ ہوگی۔ آج مسلمان ماؤں کی یہ گودیں اسلامی ماحول اور اسلامی تعلیم سے بیگانہ ہو گئی ہیں تو دیکھ لیجئے ہماری نوجوان نسل اسلام سے بیزار اور اسلامی تہذیب و تمدن سے عاری ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان عورتوں کو اسلامی تعلیم و تربیت دی جائے اور اسلامی علوم سے انہیں آگاہ کیا جائے تاکہ وہ نسل نو کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام کر سکیں۔

١٦٥ - بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُورِ بِقُبُورِ الظَّالِمِينَ وَمَصَارِعِهِمْ وَإِظْهَارِ الافْتِقَارِ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَالتَّحْذِيرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

۱۶۵۔ ظالموں کی قبروں اور ان کے تباہ شدہ کھنڈرات سے گزرتے وقت رونے اور ڈرنے اور اللہ کی طرف سے اپنی احتیاج ظاہر کرنے اور اس میں غفلت کرنے سے اجتناب کرنے کا بیان

٩٥٥ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ قَالَ لأَصْحَابِهِ - يَعْنِي لَمَّا وَصَلُوا الحِجْرَ: دِيَارَ ثَمُود -:

۱ / ۹۵۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے' جبکہ وہ مقام حجر' جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے' پہنچے۔ ارشاد فرمایا تم ان

«لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ؛ لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ» متفقٌ عليه.

عذاب یافتہ لوگوں کے پاس سے گزرو تو روتے ہوئے گزرنا' اگر تم ایسا نہیں کرسکتے تو وہاں سے مت گزرنا' کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو انہیں پہنچا۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ قال: لَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللهِ بِالْحِجْرِ قال: «لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ» ثُمَّ قَنَّعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَجَازَ الْوَادِيَ.

ایک اور روایت میں ہے حضرت ابن عمرؓ نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو فرمایا' تم ان لوگوں کے گھروں میں داخل مت ہونا' جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' کہیں تم کو بھی عذاب نہ آلے جو انہیں پہنچا' ہاں تم روتے ہوئے گزرو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور رفتار تیز کردی' یہاں تک کہ اس وادی سے آگے بڑھ گئے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذاب - وصحيح مسلم، كتاب الزهد، باب "لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا أنفسهم".

۹۵۵- فوائد: ثمود' حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے' اس کا مسکن مدینے اور شام کے درمیان ہے' جب دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے شام کی سرحد کی طرف تشریف لے گئے تو اس تباہ شدہ علاقے سے بھی گزرے اور اس موقعے پر مذکورہ ہدایات اپنے صحابہ کو دیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ معذب قوموں کے علاقوں سے انسان کا گزر ہو تو وہ ان کے کھنڈرات کو صرف تاریخ کا ایک حصہ ہی نہ سمجھے بلکہ اس سے عبرت و موعظت حاصل کرکے اپنے اندر اللہ کا خوف پیدا کرے اور غفلت کا پردہ چاک کرکے اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ ایسے ہولناک انجام سے محفوظ رہے جس میں گذشتہ قومیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مبتلا ہوئیں - اسی طرح اللہ کے نافرمانوں کی صحبت سے بھی انسان اجتناب کرے ورنہ اندیشہ ہے کہ اس کا انجام بھی ان ظالموں کی طرح برا ہی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار (سورہ ہود ۱۱۲) تم ظالموں کی طرف مت جھکو' ایسا کرو گے تو تم کو دوزخ کی آگ چمٹ جائے گی۔ اعاذنا الله منها



٧ ـ كِتَابُ السَّفَرِ

١٦٦ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْخُرُوجِ يَوْمَ الْخَمِيسِ أَوَّلَ النَّهَارِ

٩٥٦ ـ عن كعب بن مالك رَضِيَ اللهُ عنهُ، أنَّ النبيَّ ﷺ خَرَجَ في غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الخَمِيسِ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الخَمِيسِ. متفقٌ عليه. وفي رواية في «الصحيحين»: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ إلَّا في يَوْمِ الخَمِيسِ.

١٦٦۔ سفر کے لئے جمعرات کے دن کا انتخاب کرنا اور دن کے ابتداء میں نکلنا مستحب ہے

۱/ ۹۵۶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن مدینے سے باہر نکلے اور آپ جمعرات کے دن ہی سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے علاوہ کسی اور دن میں سفر کریں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب من أراد غزوة فوري بغيرها.

٩٥٧ ـ وعن صَخْرِ بنِ وَدَاعَةَ الغامِدِيِّ الصَّحَابيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ: «اللَّهُمَّ! بَارِكْ لأُمَّتِي في بُكُورِها» وَكَانَ إذا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيشاً بَعَثَهُم مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجراً، فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ. رواه أبو داود والترمذيُّ وقال: حديثٌ حسن.

۲/ ۹۵۷ حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میری امت کے لئے اس کے پہلے وقت میں برکت عطا فرما، اور آپ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اسے دن کے ابتدائی حصے میں بھیجتے اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے یہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں بھیجا کرتے تھے، پس یہ (اس کی برکت سے) تونگر ہو گئے اور ان کا مال بہت ہو گیا۔

(ابو داؤد ترمذی، حسن)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الابتكار في السفر ـ وسنن ترمذي، أبواب البيوع، باب ما جاء في التبكير في التجارة.

۹۵۷۔ فوائد: ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ سفر تجارت یا اور کوئی کام ہو' ان کا آغاز دن کے پہلے پہر سے کرنا زیادہ مفید اور بابرکت ہے۔ اس وقت انسان تازہ دم اور اس کی قوت عمل وافر ہوتی ہے جو ترقی اور برکت کا باعث بنتی ہے۔

١٦٧ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيرِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَاحِداً يُطِيعُونَهُ

۱۶۷۔ سفر کے لئے ساتھی تلاش کرنے اور کسی ایک کو اپنا امیر بنانے کا استحباب

٩٥٨ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُونَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ» رواه البخاري.

۱/ ۹۵۸ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب السير وحده.

۹۵۸۔ فوائد: سفر کسی سواری پر ہو یا پیدل' اسی طرح رات کو ہو یا دن کو۔ دونوں صورتوں میں سفر' سفر ہے اور تنہا سفر کرنا بہرصورت نقصان دہ ہے۔ سواری اور رات کا ذکر عموم کے اعتبار سے ہے کہ سفر کے لئے بالعموم سواری کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اسی طرح اکثر رات کو سفر کیا جاتا ہے' مقصد تنہا سفر کرنے سے روکنا ہے۔

٩٥٩ ـ وعن عمرو بن شُعَيْبٍ، عن أبيه، عن جدّه رضي اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ». رواه أبو داود، والترمذي، والنسائي بأسانيد صحيحة، وقال الترمذي: حديثٌ حسن.

۲/ ۹۵۹ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمروؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے' دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔ اسے ابو داؤد' ترمذی' نسائی وغیرہ نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے'

(امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الرجل يسافر وحده ـ وسنن ترمذي، رقم الحديث ١٦٧٤.

۹۵۹۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ رفقائے سفر' کم از کم تین ہوں تو زیادہ بہتر ہے' کیونکہ اگر دو ہوں گے تو کسی ایک کو کچھ ہو جائے گا تو پھر یہ تنہا ہی رہ جائے گا۔ ایک یا دو سوار شیطان ہیں' کا مطلب ہے کہ ایک کے ساتھ بھی شیطان ہوتا ہے اور دو کے ساتھ بھی۔ البتہ تین ہونے کی صورت میں یہ قافلہ شیطان کے حملوں سے زیادہ محفوظ رہے گا۔

٩٦٠ ـ وعن أبي سعيدٍ وأبي هُريرةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إذا خَرَجَ ثَلاثَةٌ في سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ» حديث حسن، رواه أبو داود بإسنادٍ حسن.

۳/ ۹۶۰ حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی کسی سفر میں نکلیں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں' (یہ حدیث حسن ہے' اسے ابو داؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في القوم يسافرون يؤمّرون أحدهم.

۹۶۰- فوائد: کسی ایک کو امیر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہدایت اور اطاعت میں سفر کیا جائے- اس میں متعدد فوائد ہیں- اکثر علماء کے نزدیک یہ امر وجوب کے لئے ہے تاہم بعض نے اسے استحباب کے لئے لیا ہے- پہلی بات زیادہ صحیح ہے-

٩٦١ ـ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُمَائَةٍ، وَخَيْرُ الجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلفاً عَنْ قِلَّةٍ». رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۹۶۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین (چھوٹا) لشکر چار سو کا ہے اور بہترین (بڑا) لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر محض تعداد کی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا-

(ابو داؤد' ترمذی- یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا - وسنن ترمذي، أبواب السير، باب ما جاء في السرايا.

۹۶۱- فوائد: بارہ ہزار کے لشکر کی بابت فرما دیا گیا ہے کہ ایمان اور عزم و ارادہ کی قوت کے ساتھ یہ تعداد اتنی کافی ہے کہ اس کے مقابلے میں کتنی بھی بڑی سے بڑی فوج آجائے یہ محض قلت تعداد کی وجہ سے مار نہیں کھاسکتی- کسی اور وجہ سے مار کھالے اور مغلوب ہوجائے تو اور بات ہے اور ممکن بھی ہے لیکن قلت تعداد اس شکست کا باعث نہیں ہوگی-

١٦٨ ـ بَـابُ آدَابِ السَّيْرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِي السَّفَرِ، وَاسْتِحْبَابِ السُّرَى، وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ وَمُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا، وَأَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِي حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۶۸- سفر میں چلنے' ستانے' رات گزارنے اور سفر میں سونے کے آداب اور رات کو چلنے اور جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے آرام و راحت کا خیال رکھنے کا استحباب اور اس شخص کا معاملہ جو جانور کے حقوق میں کوتاہی کرے اور جب جانور میں

إِذَا كَانَتْ تُطِيقُ ذٰلِكَ

طاقت ہو تو پیچھے بٹھا لینے کا جواز

٩٦٢ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَافَرْتُمْ في الخِصْبِ فَأَعْطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ في الجَدْبِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُم، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الهَوَامِّ بِاللَّيْلِ» رواه مسلم. معنى: «أعطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ» أَيْ: ارْفقُوا بِهَا في السَّيْرِ لِترْعَى في حَالِ سَيرِها وقوله: «نِقْيَهَا» هو بكسر النون، وإسكان القاف، وبالياء المثناة من تحتُ وهو: المُخُّ، مَعْنَاهُ: أَسْرِعُوا بِهَا حَتَّى تَصِلُوا المَقْصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. و«التَّعْرِيسُ»: النُّزُولُ في اللَّيْلِ.

۱/ ۹۶۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم خوش حالی میں سفر کرو (جبکہ زمین سرسبز و شاداب ہو) تو اونٹ (یعنی سواری کے جانور کو اس کا زمین سے چرنے کا حصہ دو اور جب خشک سالی میں سفر کرو (جبکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین بنجر اور بے سبزہ ہو) تو ان پر بیٹھ کر تیز رفتاری سے چلو اور ان کا گودا (یعنی طاقت) ختم ہونے سے پہلے ان کے ذریعے سے منزل مقصود تک پہنچنے میں جلدی کرو اور جب تم رات کو پڑاؤ ڈالو تو عام راستے سے بچو (یعنی شاہراہ عام پر نہ ٹھہرو) اس لئے کہ یہ جانوروں کا راستہ اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانا ہے۔ (مسلم)

اعطوا الابل حظها من الارض کے معنی ہیں چلنے میں ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو تاکہ چلتے چلتے وہ سبزہ بھی چرتے جائیں۔ نقیھا' نون کے نیچے زیر' قاف ساکن اور اس کے بعد یاء معنی ہیں مغز' گودا اور مطلب ہے کہ ان کو تیز چلاؤ تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں چرنے کا موقعہ نہ ملنے کی وجہ سے ان کا مغز یعنی طاقت ختم ہو جائے اور تعریس کے معنی ہیں رات کو آرام کے لئے پڑاؤ ڈالنا۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب مراعاة مصلحة الدواب في السير، والنهي عن التعريس في الطريق.

۹۶۲۔ فوائد: جس طرح آج کل کاریں' بسیں اور ویگنیں وغیرہ نقل و حمل کے ذرائع ہیں اس طرح ایک زمانے میں اونٹ' خچر اور گھوڑے گدھے وغیرہ جانور بار برداری اور سفر کا ذریعہ تھے۔ اس لئے ان کی بابت حکم دیا گیا کہ راستے میں ان کی خوراک کا بھی خیال رکھنا' اور اگر راستے میں گھاس چارہ ملنے کا امکان نہ ہو تو اسی حساب سے ان کی رفتار تیز رکھنا تاکہ ان کی قوت کار ختم ہونے سے پہلے پہلے تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ۔ دوسری ہدایت یہ دی کہ راستے میں ستانے اور آرام کرنے کے لئے تمہیں رات کو کہیں قیام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو عام راستوں اور گزرگاہوں پر مت ٹھہرو' اس طرح آنے جانے والوں کو بھی تکلیف ہوگی نیز جانوروں اور کیڑوں

کوڑوں سے بھی تم محفوظ رہو گے۔ مطلب یہ کہ راستے سے ہٹ کر کسی ایک طرف ٹھہرنے کے لئے خیمے لگائے جائیں۔

٩٦٣ ـ وعن أبي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إذا كَانَ في سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلى يَمِينِهِ وَإذا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلى كَفِّهِ. رواه مسلم. قال العلماءُ: إنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لِئَلَّا يَسْتَغْرِقَ في النَّوْمِ، فَتَفُوتَ صَلاةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.

٢ / ٩٦٣ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات کو کہیں ٹھہرتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح صادق سے کچھ دیر پہلے ٹھہرتے تو اپنا داہنا بازو کھڑا کر لیتے اور اپنا سر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

علماء نے کہا ہے' اپنا بازو اس لئے کھڑا کرتے (یعنی ہاتھ لمبا کرتے) تاکہ نیند میں استغراق نہ ہو تاکہ صبح کی نماز اپنے وقت یا اس کے اول وقت پر ادا کرنے سے نہ رہ جائے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها.

٩٦٣۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کا بالخصوص سفر میں' پورا خیال رکھا جائے اور سفر کی تکان یا اپنے آرام و راحت کا ضرورت سے زیادہ احساس کرتے ہوئے نماز کو اس کے وقت پر یا اول وقت پڑھنے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

٩٦٤ ـ وعن أنسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإنَّ الأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ». رواه أبو داود بإسنادٍ حسن. «الدُّلْجَةُ»: السَّيْرُ في اللَّيْلِ.

٣ / ٩٦٤ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم رات کے وقت سفر کرنے کو اختیار کرو' اس لئے کہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابو داود' باسناد حسن)

الدلجہ کے معنی ہیں رات کو سفر کرنا۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الدلجة.

٩٦٤۔ فوائد: اس میں رات کے وقت سفر کرنے کی ترغیب ہے۔

٩٦٥ ـ وعن أبي ثَعْلَبَةَ الخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوا في الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ إنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ!» فَلَمْ يَنْزِلُوا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا إلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إلَى بَعْضٍ. رواه أبو داود

٤ / ٩٦٥ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو پہاڑ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہو جانا' شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ جس منزل پر بھی اترتے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہتے (الگ

بإسناد حسن.

الگ نہ ہوتے) (ابو داؤد) اس کی سند حسن ہے۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر وسعته.

٩٦٥- فوائد: پہاڑی راستے کو گھاٹی اور دو پہاڑوں کے درمیان گزرگاہ کو وادی کہتے ہیں۔ سفر میں جتنا مل جل کر قریب قریب رہا جائے تو اس اعتبار سے اچھا ہوتا ہے کہ کسی ساتھی کو کچھ ہوجائے تو فوراً دوسرے ساتھی اسے سنبھال لیں۔ الگ الگ گھاٹیوں اور وادیوں میں ڈیرہ لگانے میں اجتماعیت کے یہ فوائد مفقود ہوتے ہیں' اس لئے نبی ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔

٩٦٦ - وعَنْ سَهْلِ بنِ عمرو - وَقِيلَ: سَهْلِ بنِ الرَّبِيعِ بنِ عَمْرو الأَنْصَارِيِّ المَعْرُوفِ بِابْنِ الحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ - رَضِيَ الله عنه، قالَ: مَرَّ رسولُ الله ﷺ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ؛ فقال: «اتَّقُوا اللهَ في هٰذه البَهائِمِ المُعْجَمةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً» رواه أبو داود بإسناد صحيح.

٥ / ٩٦٦ حضرت سھل بن عمرو اور بعض کے نزدیک ربیع بن عمرو انصاری جو ابن الحنظلیہ کے نام سے مشہور ہیں اور بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت (لاغری کی وجہ سے) اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا' ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ پس تم ان پر سواری بھی اس حال میں کرو کہ یہ ٹھیک ہوں اور ان کا گوشت بھی ان کے تندرست ہونے کی صورت میں کھاؤ۔ (ابو داؤد- باسناد صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم.

٩٦٦- فوائد: اس میں بھی آپ ؐ نے بے زبان جانوروں کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے - اس لئے کہ اگر وہ بھوکے ہونگے یا ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادو گے تو وہ تکلیف تو ضرور محسوس کریں گے لیکن بول کر بتلا نہیں سکیں گے۔ اس لئے از خود ان کی خوراک اور دیگر باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اس میں کوتاہی ہوگی تو عنداللہ اس پر بازپرس ہوگی۔ اسی طرح بیمار اور لاغر جانوروں کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہیے۔ گوشت بھی تندرست اور توانا جانور کا ہی کھانا صحیح ہے اور وہی قوت و توانائی کا باعث ہوتا ہے۔ بیمار جانور کا گوشت کھانے سے تو خود انسان کی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

٩٦٧ - وَعَنْ أَبي جعفَرٍ عبدِ الله بن جعفَرٍ رَضِيَ الله عنهما قال: أَرْدَفَنِي رسولُ الله ﷺ ذاتَ يَومٍ خَلْفَهُ، وَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثاً لا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَداً مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسولُ الله ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخلٍ. يَعْنِي: حَائِطَ نَخْلٍ. رواه

٦ / ٩٦٧ حضرت ابو جعفر' عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور میرے ساتھ رازداری سے ایک بات کی جو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لئے کسی اونچی چیز (دیوار' ٹیلہ وغیرہ) یا کھجور کے جھنڈ کے ساتھ پردہ کرنا

مسلم هكذا مختصراً.

سب سے زیادہ پسند تھا۔ (مسلم نے اسے اسی طرح مختصر روایت کیا ہے)

وزاد فِيهِ البَرْقَانِي بإسناد مسلم بعد قوله: حَائِشُ نَخْلٍ: فَدَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الأنْصَارِ، فإذَا فِيهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى رسولَ اللهِ ﷺ، جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَمَسَحَ سَرَاتَهُ ـ أَيْ: سَنَامَهُ ـ وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ؛ فقال: «مَنْ رَبُّ هذا الجَمَلِ، لِمَنْ هٰذَا الجَمَلُ؟» فَجَاءَ فَتًى مِنَ الأنْصَارِ فقالَ: هذا لي يا رسولَ الله! فقالَ: «أَفَلا تَتَّقِي اللهَ في هذه البَهِيمَةِ الَّتي مَلَّكَكَ اللهُ إيَّاهَا؟ فَإِنَّهُ يَشْكُو إلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ». ورواه أبو داود كرواية البَرْقَانِي. قولُهُ: «ذِفْرَاهُ» هو بكسر الذال المعجمة وإسكان الفاءِ، وهو لفظٌ مفردٌ مؤنثٌ. قالَ أهلُ اللُّغَةِ: الذِّفْرَى: المَوْضِعُ الَّذي يَعْرَقُ مِنَ البَعِيرِ خَلْفَ الأُذُنِ، وقوله: «تُدْئِبُهُ» أَيْ: تُتْعِبُهُ.

اور برقانی نے اسی سند مسلم کے ساتھ، حائش نخل کے بعد یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے۔ پھر آپ ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا۔ پس جب اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کی کوہان اور کان کے عقبی حصے پر ہاتھ پھیرا تو اس کو قرار آگیا۔ آپ نے پوچھا' اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ پس ایک نوجوان انصاری آیا اور کہا' یارسول اللہ! یہ میرا ہے' تو آپؐ نے فرمایا' کیا تو اس جانور کے بارے میں' جس کا تجھ کو اللہ نے مالک بنایا ہے' اللہ سے نہیں ڈرتا؟ کیونکہ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور (مشقت زیادہ لے کر) اس کو تھکا دیتا ہے۔

اور ابو داوٗد نے بھی برقانی کی روایت کی طرح اسے بیان کیا ہے۔

ذفراہ' ذال کے نیچے زیر اور فاء ساکن ہے' یہ لفظ مفرد اور مونث ہے' اہل لغت نے کہا ہے کہ ذفری' اونٹ کے کان کا وہ پچھلا حصہ ہے جس پر پسینہ آتا ہے اور تدئبہ کے معنی ہیں اس کو تھکا دیتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب مايستتر به لقضاء الحاجة ـ وسنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام علي الدواب والبهائم.

۹۶۷- فوائد: نبی ﷺ نے جو بات اس صحابی سے رازدارانہ انداز میں کہی تھی وہ یقیناً ذاتی نوعیت کی ہوگی ورنہ شریعت کی بات کو تو چھپا کر رکھنا جائز ہی نہیں ہے۔ اس کی باب سے مناسبت واضح ہے اگر جانور دو آدمیوں کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس پر اپنے پیچھے ایک اور آدمی کو بٹھایا جاسکتا ہے۔ جانور کو خوراک کم دینا اور اس سے کام زیادہ لینا' جانور پر ظلم ہے' اسلام نے اسے ناپسند کیا ہے۔ جانور کو خوراک بھی پوری دی جائے اور اس سے محنت و مشقت بھی اس کی طاقت کے مطابق لی جائے۔ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ بیان ہوا ہے کہ ایک تو اونٹ نے آپؐ کو پہچان لیا' پھر آپؐ نے اس کی شکایت کو سنا اور سمجھ بھی لیا۔ دونوں باتوں میں

اعجازی شان نمایاں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

٩٦٨ ـ وعن أنسٍ رَضيَ اللهُ عَنهُ قال: كُنَّا إذا نَزَلْنَا مَنزِلًا، لا نُسَبِّحُ حَتَّى نَحُلَّ الرِّحَالَ. رواه أبو داود بإسناد على شرط مسلم. وقوله: «لا نُسَبِّحُ» أَيْ: لا نُصَلِّي النَّافِلَةَ، وَمعناه: أَنَّا ـ مَعَ حِرْصِنَا عَلى الصَّلاةِ ـ لا نُقَدِّمُهَا عَلى حَطِّ الرِّحَالِ وَإِرَاحَةِ الدَّوابِّ.

۷/ ۹۶۸ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو اپنی سواریوں کے پالان اتارنے سے پہلے ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (اسے ابو داؤد نے شرط مسلم کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے)

لانسبح کے معنی ہیں' ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہم باوجود نفلی نماز پڑھنے کا شوق رکھنے کے ہم نماز کو پالان اتارنے اور جانوروں کو آرام پہنچانے پر مقدم نہیں کرتے تھے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في نزول المنازل.

۹۶۸- فوائد: رحال' رحل کی جمع ہے جس کے معنی پالان یا کجاوے کے ہیں یعنی سواری کے جانور پر بیٹھنے کے لئے جو گدی وغیرہ رکھی جاتی ہے تاکہ سوار آرام سے بیٹھ جائے اور اس پر ضروری سامان بھی رکھ لے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی کہیں ستانے کے لئے ٹھہرتے تو سب سے پہلے جانور کو اس بوجھ سے ہلکا کردیتے' تاکہ اسے بھی راحت و آرام مل جائے۔ حتیٰ کہ نماز بھی اس کے بعد پڑھتے۔ اس حدیث سے سفر میں نفلی نماز پڑھنے کا استحباب بھی معلوم ہوا۔

١٦٩ ـ بابُ إعَانَةِ الرَّفِيقِ

۱۶۹۔ رفیق سفر کی مدد کرنے کا بیان

في الباب أحاديثُ كثيرةٌ تقدمتْ كحديثِ: «وَاللهُ في عَوْنِ العَبْدِ مَا كانَ العَبْدُ في عَوْنِ أَخِيهِ». وحديث: «كلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ» وَأَشْبَاهِهِمَا.

اس باب سے متعلقہ بہت سے حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں جیسے حدیث اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرنے میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے۔ (دیکھئے رقم ۲/ ۲۴۵) اور حدیث کہ ہر نیکی صدقہ ہے دیکھئے رقم ۱۸/ ۱۳۴ اور اس جیسی اور احادیث۔ کچھ حدیثیں یہاں بھی بیان کی جاتی ہیں:

٩٦٩ ـ وعن أبي سعيد الخُدْرِيِّ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: بَيْنَما نَحْنُ في سَفَرٍ إذ جَاءَ رَجُلٌ عَلى رَاحِلَةٍ لهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَه يَمِيناً وَشِمَالاً، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ؛ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلى مَنْ لا ظَهْرَ لهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ؛

۱/ ۹۶۹ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر پھیر کر دیکھنے لگا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو وہ بطور احسان کے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے

فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لا زَادَ لَهُ» فَذَكَرَ مِنْ أَصْنافِ المالِ ما ذَكَرَهُ، حَتى رَأَيْنَا أَنَّهُ لا حَقَّ لأَحَدٍ مِنا في فَضْلٍ. رواه مسلم.

پاس زائد توشہ سفر ہے تو وہ اس کے ساتھ اس پر احسان کرے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔ پس اس طرح آپ ؐ نے مال کی اور بھی قسمیں بیان فرمائیں (کہ جن کے پاس وہ ضرورت سے زائد ہوں تو وہ ضرورت مندوں اور محروموں کو دے دیں) یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے (کہ وہ اسے اپنے پاس جمع کر کے رکھے بلکہ اسے تقسیم کر دے) (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول الأموال.

۹۶۹- فوائد: آج کل تعاون و تناصر کی جو صورتیں عام ہیں اور ان کی بڑی دھوم ہے' جیسے انشورنس' ہاؤس بلڈنگ' فنانس وغیرہ۔ لیکن ان سب میں سود کی آمیزش ہے۔ اس لئے تعاون کا صرف نام ہی نام ہے حقیقت میں یہ سارے نظام جونکیں ہیں' جو سود کی شکل میں انسان کا سارا خون چوس لیتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے باہمی تعاون کا ایک نہایت مخلصانہ نظام بتلایا ہے اور وہ یہ کہ جس کے پاس جو چیز بھی اس کی ضرورت سے زائد ہے' وہ معاشرے کے ایسے لوگوں کو دے دے جو اس سے محروم ہیں' یہ اگرچہ ایک اخلاقی ہدایت ہے لیکن مسلمانوں کو جس طرح جسد واحد قرار دیا گیا ہے اگر مسلمانوں میں اس کا صحیح احساس و شعور پیدا ہو جائے تو یہ اخلاقی ہدایت بھی نہایت مؤثر اور مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس اخلاقی ہدایت پر انسان کے ایمان و اخلاق کے کمال کا انحصار ہے۔ جس کو ایمان و اخلاق میں کمال کی ضرورت نہیں ہے' وہ یقیناً اس ہدایت کو درخور اعتناء نہ سمجھے تاہم جس کا مقصود کمال ایمان کا حصول ہے وہ اس اخلاقی ہدایت کے تقاضوں سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔

٩٧٠ ـ وعَنْ جابرٍ رضيَ اللهُ عنهُ، عَنْ رسولِ اللهِ ﷺ، أَنَّـهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فقال: يَا مَعْشَرَ المُهَاجِرينَ وَالأَنْصَارِ! إنَّ مِنْ إخْوَانِكُمْ قَوْماً، لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ، وَلا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ، أَوِ الثَّلاثَةَ، فَمَا لأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إلا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ، يَعْني: أَحَدِهِمْ. قال: فَضَمَمْتُ إلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلاثَةً مَا لي إلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلي. رواه أبو داود.

۲/۹۷۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد پر جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ؐ نے فرمایا' اے مہاجرین و انصار کی جماعت! تمہارے بھائیوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس مال ہے نہ ان کا کنبہ قبیلہ۔ پس تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دو دو یا تین تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی وہ اس پر باری باری سے سوار ہوتا (یعنی ہر سواری والے نے دو دو' تین تین ساتھی اپنے ساتھ ملالئے اور یکے بعد دیگرے باری باری سواری کر کے سفر کرتے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین

آدمیوں کو ملالیا تھا' میرے اونٹ پر میری باری بھی اس طرح تھی جیسے ان میں سے کسی ایک کی تھی۔ (ابو داؤد)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الرجل يتحمل بمال غيره يغزو.

۹۷۰۔ فوائد: اس میں ایک تو مسلمانوں کی اس حالت کا بیان ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی کہ جہاد کے موقع پر بھی لشکر میں شامل افراد کی تعداد کے برابر سواریاں نہیں ہوتی تھیں اور یہی حال حربی سامان اور خوراک وغیرہ کا تھا' لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد فزوں تر تھا۔ دوسرے' اس باہمی تعاون کا نمونہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے لئے پیش کیا۔ ان تمام اعتبارات سے صحابہ کرام کا امتیاز نمایاں اور واضح ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

٩٧١ ـ وعنه قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَتَخَلَّفُ في المَسِيرِ، فَيُزْجِي الضَّعِيفَ وَيُرْدِفُ وَيَدعُو له. رواه أبو داود بإسناد حسن.

۳ / ۹۷۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (دوران سفر) چلنے میں پیچھے رہتے' پس کمزور کو (سہارا دے کر) چلاتے' یا اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔ (ابو داؤد باسناد حسن)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في لزوم الساقة.

۹۷۱۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کو آگے ہونے کی بجائے پیچھے ہونا چاہیے تاکہ وہ کمزوروں کو سہارا اور بے وسائل لوگوں کو وسائل مہیا کرسکے اور ایسے لوگوں کے لئے دعا بھی کی جائے تاکہ دعا کی برکت سے ان کی کمزوریوں کا ازالہ ہوجائے۔ تاہم ضرورت اور حالات کے مطابق رد و بدل بھی جائز ہے۔ کبھی امیر کے لئے پیچھے چلنا موزوں ہو سکتا ہے کبھی آگے اور کبھی درمیان میں۔ اس لئے اس میں ہر طرح کی گنجائش ہے۔

١٧٠ ـ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَكِبَ دَابَّتَهُ لِلسَّفَرِ

۱۷۰۔ سفر میں سواری پر سوار ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں

قال الله تعالى: ﴿وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْفُلْكِ وَٱلْأَنْعَٰمِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوُۥا۟ عَلَىٰ ظُهُورِهِۦ ثُمَّ تَذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا ٱسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا۟ سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ﴾ [الزخرف: ١٢-١٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بنائیں تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سیدھے ہوکر بیٹھو' پھر جب تم سیدھے ہوکر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو' پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لئے نرم اور تابع کردیا' ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔

٩٧٢ ـ وعنِ ابنِ عمرَ رَضيَ اللهُ عنهما، أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، كانَ إذا

۱ / ۹۷۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہونے کے وقت جب اپنے

اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجاً إِلَى سَفَرٍ؛ كَبَّرَ ثَلاثاً، ثُمَّ قَالَ: «سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ. اللَّهُمَّ! إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا البِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ العَمَلِ مَا تَرْضَى. اللَّهُمَّ! هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ. اللَّهُمَّ! أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالخَلِيفَةُ فِي الأَهْلِ. اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ المَنْظَرِ، وَسُوءِ المُنْقَلَبِ فِي المَالِ وَالأَهْلِ وَالوَلَدِ» وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: «آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ» رواه مسلم. معنى «مُقْرِنِينَ» مُطِيقِينَ. «والوَعْثَاءُ» بفتحِ الواوِ وإسكانِ العينِ المهملة وبالثاءِ المثلثة وبالمد، وَهِيَ: الشِّدَّة. و«الكَآبَة» بِالمَدِّ، وَهِيَ: تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَنَحْوِه. «وَالمُنْقَلَبُ»: المَرْجِعُ.

اونٹ پر سیدھے ہوکر بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لئے نرم اور تابع کردیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور ایسے عمل کا' جسے تو پسند کرتا ہے' سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان کردے' اس کی دوری (مسافت) کو لپیٹ دے اور اے اللہ! تو ہی سفر میں (ہمارا) ساتھی اور گھروالوں کا نگران (خلیفہ) ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی سختی سے ' دلدوز منظر سے اور واپسی پر مال اور گھر اور اولاد میں بری تبدیلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آپ ؐ سفر سے واپس تشریف لاتے' تب بھی یہ دعا پڑھتے اور اس کے ساتھ مزید یہ فرماتے' ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں' تیری طرف رجوع کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے۔ (مسلم)

مقرنین کے معنی ہیں' طاقت رکھنے والے۔ الوعثاء ' واؤ پر زبر' عین ساکن اور ثاء اور مد' اس کے معنی سختی کے ہیں۔ الکآبۃ' مد کے ساتھ' غم و الم وغیرہ سے نفس انسانی کا متغیر ہوجانا اور المنقلب' لوٹنا۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یقول إذا رکب إلي سفر الحج وغیرہ برقم ۱۳۴۲ .

۹۷۲۔ فوائد: یہ بڑی جامع دعا ہے۔ سفر میں انسان خود بھی خطرات سے محفوظ نہیں ہوتا اور اسی طرح پیچھے گھر میں جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کا مسئلہ بھی بڑا سنگین ہوتا ہے۔ اس دعا میں دونوں ہی کے لئے بڑے اچھے الفاظ میں بارگاہ الٰہی میں حفاظت کی استدعا کی گئی ہے اور جس کا اور جس کے گھروالوں کا اللہ خلیفہ اور محافظ ہو' اس کا کون کچھ بگاڑ سکتا ہے؟ اس لئے یہ دعا سفر پر روانہ ہوتے وقت اور واپسی پر دونوں موقعوں پر پڑھی جائے اور واپسی میں آئبون تائبون..... کا اضافہ کرلیا جائے۔

٩٧٣ ـ وعن عبد الله بن سَرْجِسَ رَضيَ اللهُ عنهُ قالَ: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ إذا سَافَرَ يَتَعَوَّذ مِنْ وَعْثاءِ السفَر، وَكآبَةِ المُنْقَلَب، وَالحَوْر بَعْدَ الكَوْنِ، وَدَعْوَةِ المَظْلُومِ، وَسُوءِ المَنْظَرِ فِي الأَهْلِ وَالمَال. رواه مسلم. هكذا هو في صحيح مسلم: الحَوْرِ بَعْدَ الكَوْنِ، بالنون، وكذا رواه الترمذيُّ، والنسائيُّ. قال الترمذي: ويروى «الكَوْر» بالراءِ، وَكِلاهُمَا لهُ وَجْهٌ. قالَ العلماءُ: ومعناه بالنونِ والراءِ جميعاً: الرُّجُوعُ مِنَ الاسْتِقَامَةِ أَوِ الزِّيَادَةِ إلى النَّقْصِ. قالوا: وروايةُ الرَّاءِ مَأْخُوذَةٌ مِنْ تَكْوِيرِ العِمَامَةِ، وَهُوَ لَفُّهَا وَجَمْعُهَا، وروايةُ النون، مِنَ الكَوْن، مَصْدَرُ «كانَ يَكُونُ كَوْناً» إذا وُجِدَ وَاسْتَقرَّ.

۲/ ۹۷۳ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی' ناخوشگوار واپسی' کمال کے بعد تنزل' مظلوم کی بددعاء اور اہل و عیال اور مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے۔ (مسلم)

صحیح مسلم میں اس طرح الحور بعدالکون (نون کے ساتھ) ہے اور اسی طرح اسے ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ الکور' راء کے ساتھ بھی مروی ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا مفہوم صحیح ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ نون (کون) اور راء (کور) دونوں کے معنی ہیں' استقامت یا زیادت سے کمی کی طرف لوٹنا۔ ان کا کہنا ہے کہ کور' تکویر العمامۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں پگڑی کو لپیٹنا اور جمع کرنا' اور کون' کان یکون کا مصدر ہے جس کے معنی وجود اور استقرار کے ہیں (یعنی وجود و ثبات کے بعد کمی سے پناہ مانگتا ہوں)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب الذكر إذا ركب دابّته لسفر حج - وسنن أبي داود، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا خرج مسافرا.

۹۷۳- فوائد: الحور کے معنی ہیں پگڑی کے پیچ یا بل کھول دینا اور کور کے ہیں پگڑی کے بل دینا۔ یعنی پگڑی باندھ کر اسے کھول دینا' یہ کنایہ ہے اصلاح کے بعد فساد سے' کسی کام کے صحیح طریقے سے انجام پاجانے کے بعد' اس میں کمی اور کوتاہی کے واقع ہوجانے سے' ایمان کے بعد کفر سے اور اطاعت کے بعد معصیت سے۔ گویا کسی ایک اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنے سے پناہ مانگی۔ تقریباً یہی مفہوم کور کی بجائے کون کا بھی ہے' جس کے معنی وجود و استقرار کے ہیں۔ یعنی اچھی حالت پر استقرار و ثبات کے بعد' اس سے لوٹ آنا یا اس میں کمی واقع ہوجانا۔ اس سے یا اللہ بچا کر رکھنا۔ اس میں مظلوم کی بددعاء سے بھی پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ مظلوم کی بددعاء کو اللہ تعالٰی فوراً سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان سفر پر روانہ ہونے سے قبل اگر اس نے کسی پر ظلم کیا ہو تو اس کا ازالہ کرے' کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر میں مظلوم کی بددعاء اپنا اثر دکھائے تو حالت سفر میں اسے اور زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

٩٧٤ ـ وعن عَلِيِّ بن رَبيعَة قال:

۳/ ۹۷۴ حضرت علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں

شَهِدْتُ عليَّ بن أَبي طالب رَضيَ اللهُ عنهُ أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبها، فَلَمَّا وَضعَ رِجلَهُ في الرِّكَابِ قال: بِسْمِ اللهِ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قال: الحَمْدُ للهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ، ثُمَّ قالَ: الحَمْدُ للهِ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قال: اللهُ أَكْبَرُ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقِيلَ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ! مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قال: رَأَيْتُ النبيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ، ثُمَّ ضَحِكَ، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قالَ: «إِنَّ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: اغفِرْ لِي ذُنُوبِي، يَعْلَمُ أَنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ، وفي بعض النُّسَخ: حسنٌ صحيحٌ. وهذا لفظ أَبي داود.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا' آپ کے پاس سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا پس جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا' بسم اللہ۔ پھر جب اس کی پشت پر سیدھے ہوئے تو فرمایا' الحمد للہ الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ پھر تین مرتبہ الحمدللہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا' پھر کہا' سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی' انہ لا یغفرالذنوب الاانت (پاک ہے تو اے اللہ! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے' تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں) پھر آپ ہنسے' آپؓ سے پوچھا گیا' امیر المومنین! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا' میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا' جیسے میں نے کیا ہے' آپؐ ہنسے تو میں نے کہا' یارسول اللہ! آپ کو ہنسی کس وجہ سے آئی ہے؟ آپ نے فرمایا' تمہارا رب اپنے بندے سے' جب وہ کہتا ہے یااللہ! میرے گناہ معاف کردے' خوش ہوتا ہے' وہ بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔ (ابو داود' ترمذی) امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں' حسن صحیح' ہے اور یہ الفاظ ابوداوٗد کے ہیں۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا ركب - سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما ذكر في دعوة المسافر.

۹۷۴۔ فوائد: رکاب اس آہنی حلقے کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکا رہتا ہے اور جس پر پیر رکھ کر ہی سوار گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ پیر رکھتے وقت بسم اللہ اور بیٹھنے کے بعد مذکورہ دعائیں پڑھی اور اللہ کی تحمید و تکبیر کی جائے۔ علاوہ ازیں اس میں صحابہ کرام کے اس بے مثال جذبے کا بیان ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنے کا ان کے اندر پایا جاتا تھا۔ رضی اللہ عنھم۔

١٧١ ـ بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ ۱۷۱۔ مسافر کے بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر

التَّنَايَا وَشِبْهِهَا وَتَسْبِيحِهِ إِذَا هَبَطَ الأَوْدِيَةَ وَنَحْوَهَا، وَالنَّهْي عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

اور گھاٹیوں وغیرہ سے اترتے ہوئے تسبیح پڑھنے کا بیان اور تکبیر و تسبیح وغیرہ میں زیادہ زور سے آواز بلند کرنے کی ممانعت

٩٧٥ ـ عن جابرٍ رَضيَ اللهُ عنه قال: كُنَّا إذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. رواه البخاري.

۱/ ۹۷۵ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو تکبیر (اللہ اکبر) اور جب نیچے اترتے تو تسبیح (سبحان اللہ) پڑھتے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب التسبيح إذا هبط واديا.

٩٧٦ ـ وعن ابنِ عُمَرَ رَضيَ اللهُ عنهما قال: كانَ النَّبيُّ ﷺ وَجُيُوشُهُ إذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. رواه أبو داود بإسناد صحيح.

۲/ ۹۷۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے لشکر جب پہاڑیوں پر چڑھتے تو تکبیر اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

(ابو داؤد' باسناد صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، برقم٢٥٩٩.

۹۷۶۔ فوائد: بلندی پر چڑھتے ہوئے' انسان کے دماغ میں اپنی بڑائی کا سودا نہ سما جائے' اس لئے اس وقت اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی بڑائی کا اظہار کیا جائے کہ وہی سب سے بڑا اور سب سے بلند و برتر ہے اور سب اس سے پست اور اس کے ماتحت ہیں اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنے کا مطلب ہے کہ اس پستی سے' جس میں ہم اتر رہے ہیں' یااللہ تو پاک ہے۔ اس پستی سے ہم تیری تنزیہہ و تقدیس بیان کرتے ہیں۔

٩٧٧ ـ وعنهُ قال: كانَ النَّبيُّ ﷺ إذا قَفَلَ مِنَ الحَجِّ أَوِ العُمْرَةِ كُلَّمَا أَوْفَى عَلى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلاثاً، ثُمَّ قال: «لا إلٰهَ إلَّا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ» متفقٌ عليه.

۳/ ۹۷۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس تشریف لاتے تو جب بھی کسی پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر ارشاد فرماتے' پھر پڑھتے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اس کے لئے بادشاہی اور تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹ کر آنے والے' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کردیا' اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کفار کے لشکروں کو اس اکیلے نے شکست دے دی۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ لمسلم: إذا قَفَلَ مِنَ الجيُوشِ أَوِ السَّرَايَا

اور مسلم کی روایت میں ہے جب بڑے لشکروں یا

أَو الحَجِّ أَو العُمْرَةِ. قوْلُهُ: «أَوْفَى» أَي: ارْتَفَعَ، وقولُه: «فَدْفَدٍ» هو بفتح الفاءَين بينهما دالٌ مهملةٌ ساكِنَةٌ، وَآخِرُهُ دال أخرى، وهو: الغَلِيظُ المُرْتَفِعُ مِنَ الأَرْض.

چھوٹے لشکروں یا حج یا عمرے سے لوٹتے (تو مذکورہ دعا پڑھتے)

اوفی کے معنی ہیں چڑھتے۔ فدفد' دونوں فاء پر زبر' ان کے درمیان دال ساکن اور اس کے آخر میں دال۔ زمین کا سخت بلند حصہ۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، وكتاب العمرة، باب مايقول إذا رجع من الحج أو العمرة أو الغزو برقم١٧٩٧ ـ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا قفل من سفر الحج وغيره، برقم١٣٤٤.

٩٧٨ ـ وعن أَبي هُرَيرَةَ رَضيَ اللهُ عنهُ أنَّ رَجُلاً قال: يَا رسولَ اللهِ إِني أُرِيدُ أَن أُسَافِرَ فَأَوْصِنِي، قالَ: «عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالتَّكْبِيرِ عَلى كُلِّ شَرَفٍ» فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قال: «اللَّهُمَّ! اطْوِ لَهُ البُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيهِ السَّفَرَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۹۷۸ حضرت ابو ہریرہ بنائیں سے روایت ہے' ایک آدمی نے کہا' یارسول اللہ! میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں' آپ مجھے وصیت (نصیحت) فرمائیے۔ آپ نے فرمایا' اللہ کے تقویٰ کو لازم پکڑو اور ہر چڑھائی پر اللہ اکبر کہو۔ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی' اے اللہ! اس کے لئے مسافت لپیٹ دے (سفر مختصر کردے) اور اس پر سفر کو آسان فرمادے۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن الترمذي برقم٣٤٤ ـ وصحيح ابن حبان برقم٢٣٧٨، ٢٣٧٩ والمستدرك٢/ ٩٨.

٩٧٨۔ فوائد: مسافر کے لئے مستحب ہے کہ سفر پر روانہ ہونے سے قبل ایسے لوگوں سے دعا کروائے جو علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں ممتاز ہوں اور ایسے اصحاب علم و تقویٰ کو بھی چاہیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کرنے والوں کی خیریت کے لئے خلوص دل سے دعا کریں۔ علاوہ ازیں انہیں تقویٰ کی اور دیگر نیک باتوں کی نصیحت کریں تاکہ وہ سفر میں اللہ کی یاد سے اور اطاعت سے غافل نہ ہوں۔

٩٧٩ ـ وعن أَبي موسى الأشعريِّ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: كنَّا مَعَ النبيِّ ﷺ في سَفَرٍ، فَكنَّا إذَا أَشْرَفْنَا عَلى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فقالَ النبيُّ ﷺ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلا غَائِباً، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ» متفقٌ عليه.

۵/ ۹۷۹ حضرت ابو موسیٰ اشعری بنائیں سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ پس جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو تہلیل و تکبیر یعنی لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں اونچی ہوجاتیں' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے لوگو! اپنے اوپر آسانی کرو' اس لئے کہ تم جس ذات کو پکار رہے ہو وہ بہری ہے اور نہ تم سے غائب اور دور۔ وہ تو تمہارے

«ارْبَعُوا» بِفتحِ الباءِ الموحدةِ، أَي: ارْفُقوا بِأَنْفُسِكم.

ساتھ ہے اور وہ یقیناً سننے والی اور بہت نزدیک ہے۔ (بخاری و مسلم) اربـعـوا باء پر زبر۔ اپنی جانوں کے ساتھ آسانی کرو۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير - وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر.

۹۷۹۔ فوائد: معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر و تہلیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معمول سے زیادہ اونچی آوازیں ہو جاتی تھیں' اس لئے آپؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ زیادہ اونچی آواز میں اللہ کا ذکر کر کے اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو' بلکہ وقار اور سکون سے پست آواز میں اللہ کا ذکر کرو۔ دوسرے' اللہ کی بابت فرمایا کہ وہ تم سے غائب نہیں ہے' تمہارے قریب ہے اور تمہاری باتوں کو سنتا ہے تو یہ اللہ کے علم اور اس کی قدرت کے اعتبار سے ہے' ورنہ وہ خود تو عرش پر مستوی ہے' گو اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو سلام پھرتے ہی اونچی آواز میں لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیتے ہیں یا صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگ جاتے ہیں حتیٰ کہ نمازیوں کے لئے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خود ساختہ مجالس ذکر میں اللہ ھو وغیرہ کی اونچی آواز میں بلکہ اب اسپیکروں پر ضربیں لگاتے ہیں۔ اندازہ کیجئے' ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو کیا تعلیم دے رہے ہیں اور آج کل کے اصحاب جبہ و قبہ کا عمل کیا ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان بدعات سے مسلمانوں کو بچائے اور سنت کے مطابق ہر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

١٧٢ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ فِي السَّفَرِ

۱۷۲۔ سفر میں دعا کرنا پسندیدہ ہے۔

٩٨٠ - عن أَبي هُرَيْرَةَ رَضيَ اللهُ عنهُ قالَ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «ثَلاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ المَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ المُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الوَالِدِ عَلى وَلَدِهِ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن. وليس في رواية أَبي داود: «على ولدِهِ».

۹۸۰/۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تین دعائیں مقبول ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور باپ کی اپنی اولاد کے خلاف دعا۔ (ابو داود' ترمذی) امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابو داوٗد کی روایت میں "علی ولدہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغيب - وسنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما ذكر في دعوة المسافر، وأوئل أبواب البر والصلة، وأورده الألباني في صحيح الجامع الصغير.

۹۸۰۔ فوائد: مظلوم کی دعا تو اس شخص کے حق میں ہوگی جو اس کی مدد اور فریاد رسی کرے گا اور ظالم کے لئے بددعا۔ اسی طرح مسافر کی دعا اس کے حق میں ہوگی جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا اور بدسلوکی کرنے والے کے لئے بددعا۔ اولاد نافرمان اور گستاخ ہو تو باپ کی اولاد کے لئے بددعاء بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور

دوسری احادیث کے مطابق باپ سے بھی زیادہ ماں کی بددعاء موثر ہے کیونکہ ماں کا حق اولاد پر' باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظلم اور ماں باپ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے تا کہ مظلوم کی اور ماں باپ کی بددعاء سے انسان محفوظ رہے' جن کی دعا اور بددعاء اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔ علاوہ ازیں اس سے پیٹھ پیچھے دعاء کی قبولیت کا بھی اثبات ہوتا ہے' جیسا کہ ابو داؤد کی تبویب سے اور صرف دعاء الوالد کے الفاظ سے واضح ہے۔ کیونکہ ابو داؤد میں علی ولدہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

١٧٣ - بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا خَافَ نَاساً أَوْ غَيْرَهُمْ

۱۷۳۔ لوگوں سے خطرہ ہو تو اس سے بچاؤ کے لئے کون سی دعا پڑھی جائے؟

٩٨١ - عن أَبي موسى الأشعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْماً قال: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ في نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ» رواه أبو داود، والنسائي بإسنادٍ صحيحٍ.

۱/ ۹۸۱ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو یہ دعا پڑھتے تھے' اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ذریعے سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ (ابوداؤد' نسائی' باسناد صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوما.

امام منذری نے اسے نسائی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

۹۸۱۔ فوائد: نحور' نحر کی جمع' حلق کے قریب ذبح کرنے والی جگہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تیری مدد کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ سمجھتے ہیں' پس تو ہی ان کافروں کے مکر وکید کو ہم سے ان کے سینوں کی طرف پھیر دے۔ سفر میں اس دعا کی خاص اہمیت ہے' کیونکہ سفر میں دشمن کی طرف سے نقصان پہنچنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

١٧٤ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلاً

۱۷۴۔ جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟

٩٨٢ - عن خَوْلَةَ بنتِ حَكِيمٍ رَضِيَ اللهُ عنها قالت: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذلكَ» رواه مسلم.

۱/ ۹۸۲ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی منزل پر اترے' پھر یہ کہے میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے سے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں' تو اسے اپنی اس منزل سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغيره، برقم٢٧٠٨.

۹۸۲۔ فوائد: اللہ کے کلمات سے مراد' اس کی ازلی صفات ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ التامات کا مطلب' جن میں کوئی نقص نہیں۔ انسان جہاں بھی قیام کرے' تھوڑا یا لمبا' رات کو یا دن کو' تو یہ دعا پڑھے۔

٩٨٣ - وعنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

۲/ ۹۸۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

عَنهما قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ إذا سَافَرَ فَأَقبلَ اللَّيْلُ قال: «يَا أَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ أَسَدٍ وَأَسْوَد، وَمِنَ الحَيَّةِ وَالعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ البَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَد» رواه أبو داود. «وَالأَسْوَدُ»: الشَّخص، قال الخَطَّابي: «وسَاكِنُ البَلَدِ»: هُمُ الجِنُّ الَّذِينَ هُمْ سُكَّانُ الأَرْضِ. قال: وَالبَلَد مِنَ الأَرْضِ مَا كَانَ مَأْوَى الحَيوانِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ. قال: وَيَحتَمِلُ أَنَّ المُرَادَ بِـ«الوَالِدِ»: إبْلِيسُ، وَ «مَا وَلَدَ»: الشَّيَاطِينُ.

رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہو جاتی تو یہ دعا کرتے' اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے' میں تیرے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر ہیں' ان کے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں اور جو چیزیں تیرے اوپر چلتی پھرتی ہیں' ان سب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' اور میں پناہ مانگتا ہوں شیر سے اور بڑے سانپ (یا افعی صفت شخص) سے اور عام سانپ اور بچھو سے اور اس سرزمین کے رہنے والوں (جنات) اور والد (شیطان یعنی ابلیس) اور اولاد (شیطان کی ذریت) سے۔ (ابو داوٗد)

اسود سے مراد شخص ہے۔ خطابی نے کہا' ساکن البلد سے مراد وہ جن ہیں جو زمین میں رہتے ہیں۔ اور بلد زمین کا وہ حصہ ہے جس میں حیوانات کا ٹھکانا ہو' چاہے اس میں کوئی عمارت اور منزلیں نہ ہوں' امام خطابی نے کہا' احتمال ہے کہ والد سے مراد ابلیس اور وماولد سے شیاطین (یعنی ابلیس کی ذریت) ہو۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا نزل المنزل.

۹۸۳۔ فوائد: یہ دعا بھی بڑی جامع ہے جو چیزیں زمین کے اندر ہیں' سے مراد موذی جانور اور حشرات الارض ہیں جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں' سے مراد درخت وغیرہ سے ٹکرانا ہے۔ رات کی تاریکی میں مذکورہ تمام چیزوں سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے' اس لئے رات کو بالخصوص یہ دعا سفر میں پڑھی جائے۔

١٧٥ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوعَ إِلَى أَهْلِهِ إِذَا قَضَى حَاجَتَهُ

۱۷۵۔ مقصد سفر پورا ہو جانے کے بعد مسافر کے لئے فوراً گھر واپس آجانا مستحب ہے

٩٨٤ ـ عن أَبي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ العَذَابِ؛ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ». متفقٌ عليه. «نَهْمَتَهُ»:

۱/ ۹۸۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' جو تمہارے مسافر کو اس کے کھانے' پینے اور سونے سے روک دیتا ہے (یعنی خاطر خواہ انداز سے یہ کام نہیں ہوپاتے) پس جب تم میں سے کوئی اپنے سفر سے اپنا

مَقْصُودَهُ.

مقصود پورا کرلے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔ (بخاری و مسلم)

نهمته کے معنی ہیں' اپنا مقصود۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب العمرة، باب السفر قطعة العذاب - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب السفر قطعة من العذاب.

۹۸۴۔ فوائد: سفر کو عذاب اس لئے قرار دیا کہ ایک تو اس میں اہل و عیال اور احباب کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑتا ہے۔ دوسرے سفر کی مشقتیں اور کٹھنائیاں الگ برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے انسان کو مقصد سفر پورا ہوتے ہی فوراً گھر واپس آجانا چاہیے۔

١٧٦ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُومِ عَلَى أَهْلِهِ نَهَاراً وَكَرَاهَتِهِ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ

۱۷۶۔ اپنے گھر والوں میں دن کے وقت آنا مستحب اور بغیر ضرورت کے رات کو آنا مکروہ ہے

٩٨٥ - عن جابرٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ أنَّ رسولَ اللهِ قال: «إذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الغَيْبَةَ فَلا يَطْرُقَنَّ أَهْلَهُ لَيْلاً». وفي روايةٍ أنَّ رسولَ اللهِ نَهَى أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلاً. متفقٌ عليه.

۱/ ۹۸۵ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کسی کی غیر حاضری (اپنے گھر سے) طویل ہوجائے تو (سفر سے) اپنے گھر والوں کے پاس رات کو نہ آئے۔

ایک اور روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کے پاس رات کو آئے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب العمرة، باب لا يطرق أهله إذا بلغ المدينة - وصحيح مسلم كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلا لمن ورد من سفر.

٩٨٦ - وعن أَنسٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ لا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلاً، وَكَانَ يَأْتِيهِمْ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً. متفقٌ عليه. «الطُّرُوقُ»: المَجِيْءُ في اللَّيْلِ.

۲/ ۹۸۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو (سفر سے) اپنے گھر والوں کے پاس نہیں آتے تھے اور آپ ان کے پاس صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے' (بخاری و مسلم)

الطروق کے معنی ہیں' رات کے وقت آنا۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب العمرة، باب الدخول بالعشي - صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلا لمن ورد من سفر.

۹۸۶۔ فوائد: سفر سے رات کو اپنے گھر والوں کے پاس آنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب بغیر اطلاع

کے ہو ورنہ اگر اطلاع کے بعد ہو تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسے آج کل بالعموم اطلاع ہوتی ہی ہے یا پھر ٹیلیفون کے ذریعے سے رابطہ رہتا ہے تاہم جہاں یہ رابطہ نہ ہو' نہ ہو سکتا ہو تو پھر رات کو بغیر اطلاع دیئے گھر والوں کے پاس آنا مکروہ ہے لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے۔

١٧٧ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَأَى بَلْدَتَهُ

۱۷۷۔ جب واپس آئے اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا پڑھے؟

فِيهِ حديثُ ابنِ عُمَرَ السَّابقُ في باب تكبيرِ المُسافِرِ إذا صَعِدَ الثَّنَايَا.

اس میں ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو پہلے' باب تکبیر المسافر اذا صعد الثنایا میں گزری (دیکھئے' ۲/ ۹۷۶)

٩٨٧ ـ وعن أَنسٍ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، حَتَّى إذا كُنَّا بِظَهْرِ المَدِينَةِ قال: «آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ» فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلكَ حَتَّى قَدِمْنَا المَدِينَةَ. رواه مسلم.

۱/ ۹۸۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (سفر سے) نبی ﷺ کے ساتھ واپس آئے' یہاں تک کہ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو آپ ؐ نے فرمایا' آئبون' تائبون' عابدون' لربنا حامدون۔ پس آپ ؐ برابر یہ کہتے رہے' یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا قفل من سفر الحج وغيره .

۹۸۷۔ فوائد: کسی بھی قسم کے سفر سے جب انسان واپس آئے اور اپنا شہر اسے نظر آنے لگے تو مذکورہ کلمات پڑھنا شروع کر دے اور اپنے شہر میں داخل ہونے تک پڑھتا رہے۔

١٧٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ القَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِي فِي جِوَارِهِ وَصَلاَتِهِ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ

۱۷۸۔ سفر سے آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلے وہ اپنی قریبی مسجد میں آئے اور اس میں دو رکعتیں پڑھے۔

٩٨٨ ـ عن كعبِ بنِ مالكٍ رَضيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ إذا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بالمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. متفقٌ عليه.

۱/ ۹۸۸ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الصلاة إذا قدم من سفر - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين في المسجد لمن قدم من سفر أوّل قدومه.

۹۸۸۔ فوائد: یہ دو رکعت نفل بطور شکرانہ ہے کہ خیرو عافیت کے ساتھ انسان اپنے گھر واپس آگیا ہے' ایسے موقعے پر انسان بڑا خوش ہوتا ہے اور مومن کی شان یہی ہے کہ طرب و مسرت کے موقعے پر اللہ کا شکر اور اس

کی تسبیح و تکبیر بیان کرے۔

١٧٩ ـ بَابُ تَحْرِيمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا

۱۷۹۔ عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

٩٨٩ ـ عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۸۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کسی عورت کے لئے' جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے' جائز نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر اختیار کرے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب تقصير الصلاة ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم.

۹۸۹۔ فوائد: (ا) اس میں ایک دن اور رات کی مسافت کا ذکر ہے اور بعض روایات میں دو دن اور بعض میں تین دن اور تین راتوں کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے سوال کرنے والے کے حالات اور سوال کی نوعیت کے مطابق مختلف جواب دیئے ہیں۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ایک یا دو اور تین دنوں کا اعتبار نہیں۔ اصل اعتبار سفر کا ہے کہ اتنی مسافت جس کو سفر کہا جاسکے' وہ تنہا عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ اس لئے جب تک خاوند یا محرم ساتھ نہ ہو اسے تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ (۲) بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم غیرواجب سفر کے لئے ہے۔ لیکن جو چیز عورت پر فرض ہو' اس کی ادائیگی کے لئے وہ اکیلی بھی سفر کرسکتی ہے اگر کسی وجہ سے محرم کا ساتھ جانا ممکن نہ ہو جیسے فریضہ حج ہے اگر وہ صاحب استطاعت ہوگئی ہے تو حج اس پر فرض ہے۔ اگر خاوند یا کوئی اور محرم نہیں ہے یا اس کے ساتھ جانے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو وہ قابل اعتماد قافلے کی دیگر عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر جاسکتی ہے۔ تاہم بعض علماء مطلقاً بغیر محرم کے عورت کے سفر کو ناجائز قرار دیتے ہیں' چاہے عام سفر ہو یا برائے حج ہو۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دونوں رائیں تفصیل سے ذکر کی ہیں' لیکن کسی ایک رائے کو ترجیح نہیں دی ہے۔ راقم کے ناقص خیال میں مخصوص حالات میں پہلی رائے پر عمل کرنے کی شرعاً گنجائش موجود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری' کتاب الحج' باب حج النساء وفقہ السنۃ) (۳) محرم سے مراد خاوند کے علاوہ عورت کے وہ قریبی رشتے دار ہیں جن سے اس کا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ جیسے باپ' بیٹا' بھائی' بھتیجا' بھانجا اور اسی طرح رضاعی باپ' بیٹا' بھائی' بھتیجا' بھانجا ہیں۔ علاوہ ازیں مدخول بہابیٹی کا خاوند یعنی داماد ہے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی اس کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے ساتھ سفر پر نہیں جاسکتی۔ (۴) علاوہ ازیں عورت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو سادہ لباس میں ملبوس ہو' باپردہ ہو یعنی اس کی زیب و زینت کا اظہار نہ ہو' ایسا عطر یا سینٹ نہ لگایا ہو جس کی خوشبو لوگوں تک پہنچے اور وہ ادھر متوجہ ہوں' نہ ان کے زیور کی جھنکار سنائی دے۔

٩٩٠ ـ وعن ابنِ عباسٍ رَضِيَ اللهُ عنهما أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يقولُ:

۲/ ۹۹۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَها ذُو مَحْرَمٍ، وَلا تُسَافِرُ المَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ» فقالَ لَهُ رَجُلٌ: يا رسولَ اللهِ! إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ في غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا؟ قال: «انطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ» متفقٌ عليه.

کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر اس حالت میں کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتے دار ہو۔ اور عورت محرم رشتے دار کے بغیر سفر نہ کرے۔ تو آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا' اے اللہ کے رسول ! میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے؟ اور میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا جاچکا ہے؟ (یعنی اب میرے لئے کیا حکم ہے؟) آپ ؐ نے فرمایا' جا' تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب لا يخلونّ رجل بإمرأة إلا ذو محرم، برقم٥٢٣٣ ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلي حج وغيره برقم١٣٤١ .

۹۹۰۔ فوائد: عورت کے ساتھ جبکہ گھر میں اس کے علاوہ اس کا خاوند یا کوئی اور محرم نہ ہو کسی مرد کا تنہائی اختیار کرنا نہایت خطرناک معاملہ ہے' ایسے موقعوں پر شیطان ان کو بہکا سکتا ہے اور وہ بہ اغوائے شیطانی غلط کام میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع کردیا ہے۔ کچھ اور نہیں تو کسی کو ناجائز طور پر بدنام کرنے کا موقع ہی مل سکتا ہے کیونکہ تنہائی بہرحال مظنہ تہمت ہے۔ شریعت اسلامیہ کی اس ہدایت کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بڑا فساد برپا ہے۔ جن گھروں میں اس ہدایت نبوی کے مطابق شرعی پردے کا اہتمام اور غیر محرموں سے اجتناب نہیں ہے' وہاں ایک عورت اپنے ہی دیور یا جیٹھ یا اور قریبی رشتے دار کے عشق میں مبتلا یا ایک مرد اپنی ہی کسی قریبی عزیزہ کے دام محبت کا اسیر بنا ہوتا ہے۔ بلکہ اب تو اس سے بھی بڑھ کر بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کے چکر نے غیر رشتے داروں کے لئے بھی جنسی ہوس پرستی کے راستے چوپٹ کھول دیئے ہیں۔ ایک عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ اور خاوند اپنی بیوی کو چھوڑ کر اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے۔ یہ دوسری بیماری ابھی صرف مغرب زدہ طبقے تک محدود ہے لیکن پہلی کمزوری ہمارے گھروں میں عام ہے' جس نے بے شمار گھروں کا سکون برباد کیا ہوا ہے لیکن پھر بھی مسلمان اپنے مذہب کی ہدایات کے مطابق شرعی پردہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے مذہب کا صحیح شعور اور اس پر عمل کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمائے۔

یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ عورت بغیر محرم کے سفر پر بھی نہیں جاسکتی لیکن جو علماء جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ امر استحباب کے لئے ہے (جواز کے دلائل کے لئے دیکھئے' فقہ السنہ' للسید سابق مصری' ج' ا' ص ۶۳۴) بہرحال جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ بعض دوسرے دلائل کی رو سے مخصوص حالات میں قابل اعتماد قافلے کی عورتوں کے ساتھ کوئی اکیلی عورت بھی سفر حج پر جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کو اپنے بارے میں کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ شوافع وغیرہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ جس طرح

مخصوص حالات میں بالکل ہی تنہا سفر کر سکتی ہے' جیسے قافلے سے بچھڑ جانے کی صورت میں یا مسلمان ہونے کی صورت میں دارالکفر سے ہجرت کرنے کے لئے۔ اسی طرح ناگزیر حالات میں' جبکہ اس کے خیال میں اس کی عزت و عصمت کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ تو قافلے میں شریک دوسری قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر بھی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ ریاض الصالحین کے ترجمے اور فوائد کی پہلی جلد ختم ہوئی۔ دوسری جلد کتاب الفضائل باب فضل قراءۃ القرآن سے شروع ہو گی۔

